حکومتِ پاکستان

رپورٹ

ورکشاپ

بعنوان

قیدیوں کی زبوں حالی: آگاہی کا فقدان

(منعقدہ 2 نومبر 2013)

قانون وانصاف کمیشن آف پاکستان،

سپریم کورٹ بلڈنگ، اسلام آباد

رپورٹ

ایک روزہ ورکشاپ

بعنوان

قیدیوں کی زبوں حالی: آگاہی کا فقدان

منعقدہ 2 نومبر 2013

زیرِ انتظام: قانون وانصاف کمیشن آف پاکستان

سپریم کورٹ بلڈنگ، اسلام آباد

فون نمبر: 051-9208752

فیکس نمبر: 051-9214797

ای میل: ljcp@ljcp.go.pk

ویب سائٹ: www.ljcp.gov.pk

نمبر شمار	فہرست عنوان	صفحہ نمبر
1	حرف چند	3
2	جناب چیف جسٹس آف پاکستان کا ورکشاپ کی افتتاحی تقریب سے خطاب	8
3	قیدیوں کے حقوق ومراعات	15
4	جیل خانہ جات کی نگرانی اور ضلعی عدلیہ کا کردار	73
5	جیل اصلاحات: وقت کی اشد ضرورت	121
6	قیدیوں کی بحالی: ایک نظرانداز پہلو	204
7	جناب چیف جسٹس آف پاکستان کا ورکشاپ کی اختتامی تقریب سے خطاب	229
8	سفارشات	233

آمد جناب چیف جسٹس آف پاکستان افتخار محمد چوہدری

حرفِ چند

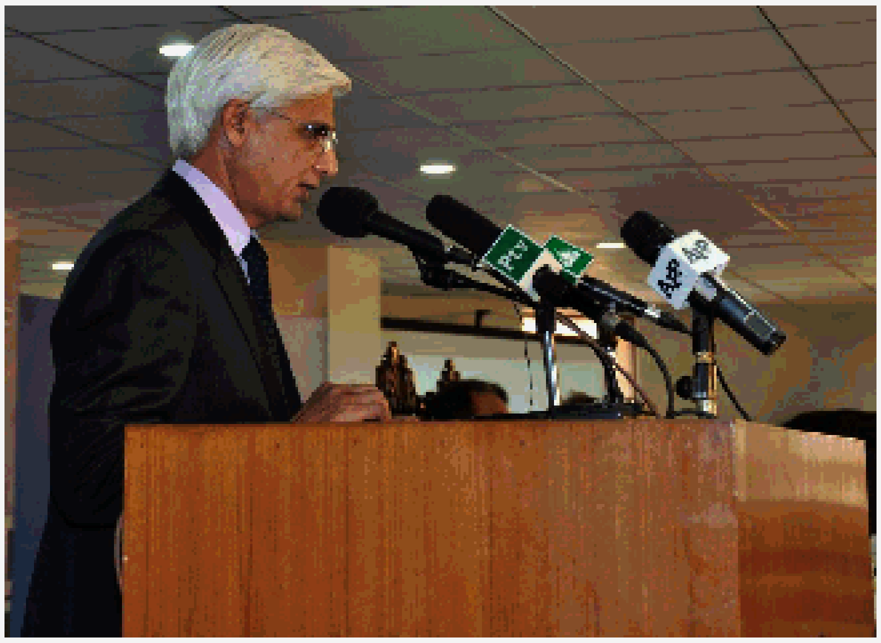

راجہ اخلاق حسین، سیکرٹری، قانون و انصاف کمیشن آف پاکستان

ملک میں دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح جیلوں کا نظام بھی بدقسمتی سے عدم توجہی کا شکار رہا ہے اور اصلاح کے متعدد اقدامات کے باوجود جیلوں کے حالات میں خاطر خواہ بہتری نہیں آئی بلکہ جیلوں میں قیدیوں سے ناروا سلوک کے نتیجے میں بعض جیلوں کے اندر دنگا فساد کے واقعات بھی سامنے آتے ہیں۔ چیف جسٹس آف پاکستان افتخار محمد چوہدری (چیئرمین، قانون و انصاف کمیشن آف پاکستان) نے از خود نوٹس لے کر انسانی حقوق کے کئی مقدمات میں ملک کے اندر بدعنوانیوں کی نشاندہی و تدارک، انتظامیہ اور پولیس کے ہاتھوں ستائے ہوئے لاکھوں غریب اور بے کس لوگوں کی امداد و دادرسی عدالت عظمیٰ کے فیصلوں کے ذریعے کی۔ اسی طرح انہوں نے جیلوں کے نظام اور قیدیوں کی زبوں حالی کا بھی ابتدا ہی سے نوٹس لیا۔ ان تلخ حقائق کو مدِنظر رکھتے ہوئے محترم چیف جسٹس نے جیلوں کے نظام میں اصلاح احوال کی جانب بھرپور توجہ دے کر اس مسئلہ کو مسلسل قومی عدالتی پالیسی ساز کمیٹی کے ایجنڈہ پہ رکھا۔ اس ضمن میں متعلقہ صوبائی حکومتوں اور انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات کو ضروری اقدامات اٹھانے بالخصوص جیلوں میں ملزم قیدیوں کو مقررہ تاریخ پیشی پر عدالت کے روبرو پیش نہ کرنے یا پیشی کیلئے شدید گرمی میں پولیس وین یا بخشی خانے میں سارا دن

بٹھائے رکھنے کا سخت نوٹس لیا۔ ایسے قیدیوں کی حالتِ زار کے متعلق میڈیا اور بعض دیگر ذرائع سے ملنے والی رپورٹس کے پیشِ نظر مختلف جیلوں کے دورے کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ اصلاحِ احوال کے لیے عدالت ہائے عالیہ کے جج صاحبان کو وقتاً فوقتاً اور سیشن اور ایڈیشنل سیشن جج صاحبان کو ہر ماہ جیلوں کے دورے کرنے کے احکامات جاری کئے۔قومی عدالتی پالیسی کے فیصلوں پر عمل درآمد کرتے ہوئے ضلعی عدلیہ کے جیلوں کے ماہانہ دورے فائدہ مند ثابت ہوئے۔ ایسے دوروں کے دوران قیدیوں کے مسائل حل کرنے کیلئے موقع پر ضروری احکامات جاری کئے جاتے ہیں اور جیل قواعد کے تحت انہیں حاصل حقوق و مراعات کو یقینی بنانے کی کوشش بھی کی جاتی ہے۔ اس طرح جیل معائنوں سے نہ صرف مختلف جیلوں میں قیدیوں کی تعداد میں خاطر خواہ کمی ہوئی ہے بلکہ جیلوں میں حالات بھی بہتر ہوئے ہیں۔ جناب چیف جسٹس کی ہدایت پر قانون و انصاف کمیشن نے قیدیوں کے حقوق و مراعات کے نام سے اُردو میں ایک کتابچہ بھی شائع کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بحالی کے فوراً بعد یعنی 2 مئی 2009 کو جناب چیف جسٹس آف پاکستان نے چیف جسٹس عدالت عالیہ لاہور، چیف سیکریٹری، ہوم سیکریٹری، سیکریٹری صحت، انسپکٹر جنرل پولیس، حکومتِ پنجاب اور دیگر صوبائی حکومت کے سینئر افسران کے ہمراہ لاہور جیل کا دورہ کیا۔ اُسی سال انہوں نے راولپنڈی سنٹرل جیل کا بھی دورہ کیا۔ لامحالہ ایسے دوروں کا مقصد ان جیلوں میں بند قیدیوں کی حالت زار کو خود دیکھنا اور مناسب اقدامات اٹھانا تھا۔ بعدازاں ملک کی عدالت ہائے عالیہ نے اپنے حکم ناموں کے ذریعے ہدایات جاری کیں کہ ہر ضلع کے ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج صاحبان اور سب سے سینئر ایڈیشنل سیشن جج صاحبان اپنے دائرہ اختیار میں واقع جیلوں کا 15 روزہ دورہ کے دوران معمولی جرائم میں ملوث قیدیوں کی رہائی یقینی بنائیں اور دیت وغیرہ کی عدم ادائیگی کی بناء پر پابندِ سلاسل قیدیوں کی امداد مختلف سماجی تنظیموں کے

ذریعے کر کے قیدیوں کی مشکلات کا ازالہ کریں۔

قومی عدالتی پالیسی ساز کمیٹی کے احکامات کی روشنی میں جیلوں میں قیدیوں کی تعداد، غیر معیاری خوراک، عدالتوں میں قیدیوں کو پیش نہ کرنے سے متعلق دیگر مسائل کی ماہانہ رپورٹ بھی ملک بھر کے ضلعوں سے موصول ہو رہی ہیں۔ جیلوں کی زبوں حالی اور بالخصوص قیدیوں کی گنجائش سے زائد تعداد کو دیکھ کر جناب چیف جسٹس نے اسلام آباد میں جیل کی عمارت کی کمی کو محسوس کرتے ہوئے خصوصی دلچسپی لیتے ہوئے کمیٹی کے ایجنڈہ پر اسلام آباد ماڈل جیل کی تعمیر کا تصور پیش کیا اور اس منصوبہ کی تکمیل کے لیے وفاقی شرعی عدالت کے چیف جسٹس کو نگرانی پر معمور کیا۔ اس ضمن میں زمین کے حصول اور چاردیواری کی تعمیر کے لیے حکومتِ پاکستان نے 13.433 ملین روپے کے فنڈز بھی جاری کر دیے ہیں۔ 2.646 ملین پلاننگ ڈویژن نے اسلام آباد ماڈل جیل کے ڈیزائن کے لیے جاری کیے ہیں۔ اسلام آباد ماڈل جیل کے ڈیزائن کو حتمی شکل دینے پر کام جاری ہے۔ ضلعی عدلیہ کی باقاعدگی سے قید خانوں کے دوروں کی وجہ سے ایک طرف تو جیل کے مجموعی انتظام میں تبدیلی دیکھنے کو آئی اور دوسری جانب جیل حکام کا رویہ بھی بہتر ہوا۔ اسی طرح معمولی نوعیت کے جرائم میں ملوث قیدیوں کے لیے تو یہ دورے نوید بن کر سامنے آئے۔ سال 2010ء سے تا حال جناب چیف جسٹس کی زیرِ ہدایات جیلوں کی باقاعدہ نگرانی سے لاکھوں قیدی جیل سے رہا ہو چکے ہیں۔

میری بحیثیت سیکرٹری قانون و انصاف کمیشن پاکستان تعیناتی کے فوراً بعد محترم چیف جسٹس نے میانوالی جیل کا دورہ کیا اور ہر قیدی کا فرداً فرداً انٹرویو کیا جس سے ان پر اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ ضلعی عدلیہ کے جیلوں میں قیدیوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے ماہانہ معائنوں اور مثبت کردار کے باوجود بہت سے مسائل ابھی موجود ہیں اور بہت کچھ مزید کرنا ابھی باقی ہے خاص طور پر قیدیوں کے آئینی حقوق اور جیل خانہ

کے قوانین کے مکمل نفاذ کیلئے آگاہی کی شدید ضرورت ہے۔

میانوالی جیل کے متذکرہ بالا دورہ کے فوراً بعد چیف جسٹس نے مجھے قیدیوں کے مسائل کی نشاندہی اور اس بابت آگاہی کی خاطر ورکشاپ منعقد کرانے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس ضمن میں قانون وانصاف کمیشن نے ایک روزہ ورکشاپ بعنوان **"قیدیوں کی زبوں حالی: آگاہی کا فقدان"** مورخہ 2 نومبر 2013 کو وفاقی جوڈیشل اکیڈمی اسلام آباد میں منعقد کرائی جس کا مقصد متعلقہ اداروں کے نمائندوں کے تجربات سے استفادہ کرتے ہوئے جیل خانہ جات کی صورت حال کو بہتر بنانے، قیدیوں کو ان کے حقوق سے آگاہی اور ان کی دوبارہ بحالی کے لیے عملی اقدامات کے لیے مربوط نظام ترتیب دینا تھا۔

ورکشاپ میں عدالت عظمیٰ کے جج صاحبان، اسلام آباد و صوبائی عدالت ہائے عالیہ کے چیف جسٹس اور جج صاحبان، وفاقی شرعی عدالت، سپریم کورٹ آزاد جموں وکشمیر اور سپریم اپیلٹ کورٹ اور چیف کورٹ گلگت بلتستان کے چیف جسٹس، جج صاحبان، ضلعی عدلیہ، صوبائی انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات، صوبائی بار کونسلز کے وائس چیئرمین، سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر اور عہدیداران، ہائی کورٹس اور ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشنز کے نمائندگان، غیر سرکاری معائنہ کاربرائے، سول سوسائٹی کے ممبران اور میڈیا کے افراد نے شرکت کی۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اس ورکشاپ میں محترم چیف جسٹس کی خصوصی دلچسپی کی وجہ سے جیلوں سے سزا شدہ اور پیرول پر رہا قیدیوں کو بھی مدعو کیا گیا تاکہ ان کے ساتھ دوران قید جیل میں روا سلوک کے بارے میں معلومات حاصل کی جا سکیں اور ان کے تجربات سے استفادہ حاصل کر کے جیل خانہ جات میں اصلاحات کو ممکن بنایا جا سکے۔

افتتاحی نشست کے بعد ورکشاپ کے شرکاء کو حسب ذیل چار موضوعات پر تفصیلی غور و خوض کر کے سفارشات مرتب کرنے کے لیے الگ الگ گروپس میں بٹھایا گیا۔

1۔ قیدیوں کے حقوق و مراعات

2۔ جیل خانہ جات کی نگرانی اور ضلعی عدلیہ کا کردار

3۔ جیل اصلاحات ۔ وقت کی اشد ضرورت

4۔ قیدیوں کی بحالی ۔ ایک نظرانداز پہلو

اختتامی نشست میں سفارشات کو پیش کیا گیا جو کہ اتفاق رائے سے منظور کی گئیں۔ ورکشاپ میں پیش کردہ اہم مقالہ جات اور سفارشات لف کی جا رہی ہیں۔

راجہ اخلاق حسین

سیکرٹری قانون و انصاف کمیشن آف پاکستان

جناب چیف جسٹس آف پاکستان

افتخار محمد چوہدری

کا

ورکشاپ بعنوان

''قیدیوں کی زبوں حالی : آگاہی کا فقدان''

کی افتتاحی تقریب سے خطاب

میرے برادر جج صاحبان، سپریم کورٹ؛
فاضل چیف جسٹس، سپریم کورٹ آزاد جموں وکشمیر؛
فاضل چیف جسٹس صاحبان، صوبائی ہائی کورٹس اور آزاد جموں وکشمیر ہائی کورٹ؛
فاضل چیف جج، سپریم ایپلیٹ کورٹ، گلگت بلتستان اور چیف جج، چیف کورٹ، گلگت بلتستان؛
وفاقی شرعی عدالت اور ہائی کورٹس کے فاضل جج صاحبان؛
فاضل اٹارنی جنرل پاکستان اور فاضل صوبائی ایڈووکیٹ جنرلز؛
فاضل وائس چیئرمین پاکستان اور صوبائی بار کونسلز اور عہدیداران؛
فاضل صدر اور سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے عہدیداران؛
ضلعی عدلیہ کے فاضل ممبران؛
فاضل صدور اور عہدیداران، ہائی کورٹ اور ضلعی بار ایسوسی ایشنز؛
سول سوسائٹی اور میڈیا کے قابل احترام اراکین؛
معزز مہمانان گرامی؛

خواتین وحضرات

اسلام علیکم!

یہ میرے لیے اعزاز کی بات ہے کہ مجھے **''قیدیوں کو لاحق خطرات اور آگاہی کے فقدان''** کے موضوع پر منعقدہ ایک روزہ ورکشاپ کے معزز شرکاء سے خطاب کا موقع ملا۔ میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر ملک کے کونے کونے سے اس ورکشاپ میں شرکت کی۔ آپ کی اس ورکشاپ میں شمولیت اس بات کی عکاس ہے کہ آپ قیدیوں کی فلاح و بہبود کے لیے موثر اقدامات اٹھانے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ اس ورکشاپ کے مہمانوں میں آج ہمارے درمیان وہ افراد بھی موجود ہیں جو جیلوں میں سزائیں گزار چکے ہیں اور ایسے قیدی بھی ہیں جو پیرول پر ہیں اور ورکشاپ میں شرکت کے لیے لائے گئے ہیں اور جنھیں جیلوں کے ماحول کا بہتر اندازہ ہے مجھے یقین واثق ہے کہ ان کو پیش آنے والے تجربات اور مسائل آج کی سفارشات مرتب کرنے کے لیے مشعل راہ ہونگے۔

میں آپ کو یہ بات بتاتے ہوئے انتہائی خوشی محسوس کر رہا ہوں کہ آج کا دن اس حوالہ سے بھی

ایک تاریخی دن ہے کہ آج ہم نے فیڈرل جوڈیشل اکیڈمی کے فیز دوئم کا افتتاح بھی کیا ہے۔ یہ ہمارے لیے اور بھی باعث فخر ہے کہ ہم اس عمارت میں منعقد ہونے والی پہلی ورکشاپ کے شرکاء ہیں اور طرۂ امتیاز یہ کہ ہم نے اس اکیڈمی کی سلور جوبلی کی تقریب بھی ورکشاپ کے اختتام پر منائی ہے۔

خواتین وحضرات!

قیدیوں کے ساتھ ناروا اور غیر انسانی سلوک کا جواز ان کے جرم کے تناظر میں کیا جاتا ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین تمام انسانوں کے شخصی وقار اور آزادی کی ضمانت دیتا ہے اور آئین کے محافظ ہونے کے ناطے ہم پر لازم ہے کہ ہم قیدیوں کے لیے ایسے ماحول کی فراہم کو یقینی بنائیں جس سے ان کی اصلاح ممکن ہو سکے۔ اگر چہ اس حقیقت سے انکار نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے اندر پیدائشی طور پر اصلاحی خصوصیات رکھی ہیں مگر شرط ہے کہ اس کو اصلاح کیلئے سازگار ماحول فراہم کیا جائے اور اسلام کے اخلاقی اصولوں کی بنیاد پر اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہر ایک کے ساتھ مساواتی سلوک کیا جائے۔ اسی تناظر میں ورکشاپ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ہم ورکشاپ میں شریک ہوئے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ورکشاپ کی پیش کردہ سفارشات قیدیوں کے مسائل کا ٹھوس حل پیش کرنے میں مددگار ثابت ہوں گی۔

خواتین وحضرات!

اٹھارویں صدی میں سزا کے بعد جیل کو بحیثیت قید کی جگہ کے طور پر متعارف کرایا گیا۔ یہ پرانے دور کی سخت اور وحشیانہ سزا کے طریقوں کے متبادل کے طور پر معتدل اور مہذب طریقہ تھا۔ اصلاحاتی سزاؤں اور قیدیوں کی بحالی کے جدید نظریات انیسویں صدی میں متعارف کرائے گئے اور پہلی دفعہ جیل کے قیدیوں کی درجہ بندی، علیحدہ رکھنے، انفرادی سلوک اور قیدیوں کے لیے فنی تربیت کو اہمیت دی گئی۔ وقت کے ساتھ جیلوں کے اندر کی زندگی زیر بحث آئی اور سماج نے قیدیوں کے مسائل کا ادراک کر کے ہر سطح پر دوران قید اور رہائی کے بعد بحالی کے تناظر میں فلاحی اقدامات اٹھائے چنانچہ اس وقت سے جیلوں نے جدید معاشروں میں اصلاحی مراکز کے طور پر جگہ بنائی ہے۔

قیدیوں کے حقوق کو عالمی سطح پر بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی قرارداد 45/111 قیدیوں سے برتاؤ کے ضمن میں مستند دستاویز ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ

> **"تمام قیدیوں سے انسانی وقار کو ملحوظ خاطر رکھ کر برتاؤ کیا جائے اور بطور انسان انکا احترام کیا جانا چاہیے"۔**

لہٰذا ہمیں یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیے کہ قیدی سب سے پہلے انسان ہے اور بطور انسان اُسے تمام حقوق حاصل ہیں اگر چہ وہ جیل میں قیدی ہو۔ کیونکہ انسانی حقوق مذہب، رنگ و نسل اور ذات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے آفاقی حیثیت رکھتے ہیں اور یہ ناقابل منقسم ہیں اور یہ کسی بھی شخص بشمول قیدی سے چھینے نہیں جا سکتے۔ بلا شبہ زیر ساعت قیدیوں یا سزایاب قیدیوں کے کچھ حقوق مثلاً آزادی کا حق سلب ہو جاتا ہے لیکن ان کو دیگر انسانی حقوق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ جرم کی نوعیت کچھ بھی ہو انسانی وقار کا حق ناگزیر ہے انھیں تشدد، ظلم اور غیر انسانی سلوک کا نشانہ نہیں بنایا جا سکتا۔ میں یہاں پر عالمی انسانی حقوق کی قرارداد کی ایک شق کا حوالہ دینا چاہوں گا جو قیدیوں پر تشدد اور کسی بھی قسم کی خلاف ورزی انسانی حقوق کی نفی کرتی ہے جس کے مطابق

''کسی کو بھی تشدد، غیر انسانی یا ہتک آمیز سلوک یا سزا کا نشانہ نہیں بنایا جا سکتا''

اسی طرح اقوام متحدہ کا معاشرتی اور سیاسی حقوق کا اقرار نامہ اس بات کی نشاندہی اس طرح کرتا ہے کہ

''تمام لوگ جو آزادی سے محروم ہو گئے ہوں ان سے انسانی عزت و وقار کے ساتھ سلوک کیا جائے''۔

خواتین و حضرات!

اسلام رواداری، ہم آہنگی اور امن کا مذہب ہے۔ اسلام ہماری زندگی کے ہر پہلو میں رہنمائی کرتا ہے اور انسانیت کے ہر نظم و نسق میں منطقی حل پیش کرتا ہے۔ اسلام قید اور جیل خانہ جات کے نظام کے سوال کے متعلق اپنا ایک فلسفہ پیش کرتا ہے۔ اسلام قید کی سزا کو آخری حل کے طور پر پیش کرتا ہے اور بعض حالات میں قید کو سزا کے طور پر استعمال نہیں کیا جاتا۔ تاہم کچھ جرائم ایسے ہیں جسکے لیے قید کی سزا مقرر کی گئی ہے لیکن قیدیوں پر تشدد اور ان کے ساتھ غیر انسانی سلوک ہمارے مذہبی احکامات کے خلاف ہے۔ اسلام میں یہ تاکید کی گئی ہے کہ قیدی کے ساتھ ایک آزاد فرد کی طرح سلوک کیا جائے ماسوائے یہ سلوک قید خانے کی حد تک محدود رہے، یہ مقصد انھیں تجارت اور کاروبار کے مواقع فراہم کر کے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح وہ درس و تدریس کی خدمات سرانجام دے سکتے ہیں۔ انھیں پڑھنے کا مواد فراہم کیا جائے اور انھیں اپنے خاندانوں تک رسائی دی جائے۔ انھیں تفریحی سہولیات کی بھی اجازت دی جائے۔

قیدیوں سے حسن سلوک کے متعلق اسلامی تصور بالکل واضح ہے۔ یہاں میں اسلامی تاریخ کے ایک واقعے کا حوالہ دینا چاہتا ہوں۔ حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے بستر مرگ پر پڑے ہوئے، موقع واردات سے فرار اپنے قاتل کے بارے میں فرمایا تھا۔"

اس قیدی کو محبوس رکھیں، اسے اچھا کھانا کھلائیں اور اچھا سلوک کریں۔ اگر میں زندہ رہا تو میں خود اس کے ساتھ معاملہ کروں گا، اگر میں چاہوں گا تو اس کے ساتھ مصالحت کر کے اس سے معاوضہ لے لوں گا یا معاف کردوں گا لیکن اگر میں وفات پا گیا تو تمہیں اختیار ہے کہ اسے قتل کردو لیکن اس کا مثلہ (Mutilate) نہیں کرنا"۔

یہ واقعہ قیدیوں کے بارے میں اسلامی تعلیمات کی اعلیٰ مثال ہے۔

خواتین وحضرات!

پاکستان نے جیلوں کا نظام ورثہ میں پایا جسے اُس وقت عوام کو زیر دباؤ رکھنے اور انتقامی کاروائیوں کیلئے بنایا گیا تھا۔ پاکستان بننے کے وقت سے جیلوں کی نظام کی اصلاح حکومتوں کی ترجیح نہیں رہی یہی وجہ ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ جیلوں کی تعداد میں اضافہ نہیں کیا جا سکا جس کے نتیجہ میں جیلوں کے اندر قیدیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ آبادی اور جرائم کی شرح میں اضافہ کے ساتھ قیدیوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ قیدیوں کی تعداد میں اضافہ کے ساتھ ساتھ ناکافی عملہ سیکورٹی کے معاملات بھی بری طرح متاثر ہو رہے ہیں اور یہ جیلوں میں تشدد کے واقعات کا سبب بن رہے ہیں۔ قیدیوں کو پیشی پر عدالت یا بخشی خانے لے جانے کیلئے ٹرانسپورٹس کا نظام بھی پریشان کن صورتحال کی عکاسی کر رہا ہے۔ جیلوں کی پرانی اور مخدوش عمارات مطلوبہ مقاصد کے حصول میں رکاوٹ ہیں۔ اسلئے میرے خیال میں جیلوں کی اصلاح کیلئے فوری اقدامات عمل میں لانا وقت کا تقاضا ہے۔ یہاں میں دوبارہ باور کروانا چاہتا ہوں کہ عدلیہ ریاست کے تیسرے ستون کی حیثیت سے قانون کی حکمرانی اور آئین کی بالادستی کے ذریعہ پاکستان کے شہریوں کے حقوق کا تحفظ کر رہی ہے۔ ملک میں 3 نومبر کی ایمرجنسی کے نفاذ کے بعد (جبکہ کل 3 نومبر کا دن ہی ہے) جاری ہونے والی تحریک ملک میں غیر دستوری حکمرانی کے مقابلہ میں قانون کی حکمرانی کا قیام تھا۔ عدلیہ نے وکلاء اور معاشرہ کے دیگر طبقات کی معاونت سے آمریت کے خلاف مضبوط دفاعی کردار ادا کیا، یہ بلاشبہ ہماری دستوری تاریخ میں ایک نیا موڑ تھا کیونکہ 3 نومبر کے امتناہی حکم بلکہ پارلیمنٹ کی طرف سے اس غیر آئینی اقدام کی عدم توثیق نے ایک مضبوط اور پائیدار جمہوری ڈھانچے کے قیام کیلئے میدان ہموار کیا

اورجسکی اشد ضرورت تھی۔ سپریم کورٹ آف پاکستان آئین میں دیے ہوئے انسانی حقوق بشمول قیدیوں کے حقوق کے نفاذ کیلئے پوری طرح کمربستہ ہے۔

میں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ عدلیہ قیدیوں کی بہتری کیلئے ہر ممکن اقدامات اُٹھانے کی خواہاں ہے۔ سپریم کورٹ نے ازخودنوٹس کیس میں جیلوں میں قیدیوں کے ناگفتہ حالات کے بارے میں قراردیا کہ

> **"مختلف جیلوں میں رکھے گئے قیدی خواہ وہ حوالاتی ہوں یا سزا یافتہ انہیں آئین کے آرٹیکل 9 کےتحت زندگی کے تحفظ کا یکساں حق حاصل ہےاسلئے یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ انہیں یکساں سہولتیں مہیا کرے،اور جیلوں کی تعداد میں گنجائش سے زیادہ قیدی رکھے گئے ہوں تو ان کے لئے جیلوں اور بارکوں کی تعمیر کیلئے اقدامات اٹھائے جائیں اور یہ بھی یقینی بنایا جائے کہ انکے مقدمات کی کاروائی کو تیز کرنے کیلئے تفتیشی ایجنسیوں کو ہدایات جاری کی جائیں."**

مزید برآں کراچی بدامنی کیس کی سماعت کے دوران میں نے ذاتی طور پر ان بدترین حالات کا مشاہدہ کیا جس سے قیدی دوچار ہیں۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ حوالاتی قیدیوں کوانسانی وقاراوراخلاقی معیاراورآئین کےآرٹیکل 14 کے خلاف مویشیوں کیلئے بنائے گئے چھپڑ میں رکھا گیا تھا۔

خواتین وحضرات!

قیدیوں کےحوالے سے قومی عدالتی پالیسی ساز کمیٹی نےمتعدداقدامات کی سفارشات کیں۔ ان سفارشات میں بچوں اورخواتین کیلئے الگ رہائش کا انتظام،اچھی خوراک اورصاف پانی کی فراہمی اور مطالعہ کیلئےلٹیریچر کی فراہمی اورقیدیوں کی حفاظت کیلئےطبی معائنہ کرانا تاکہ متاثرہ مریضوں کودوسروں سے الگ رکھاجاسکےاوران کا مناسب علاج کیا جاسکے۔اس کمیٹی نےسیشن ججز اورایڈیشنل سیشن ججز کے ذریعے جیلوں کے باقاعدہ معائنے کا نظام بھی وضع کیا تاکہ جیلوں کے حالات کا جائزہ لیا جاسکے اورموقع پر انکی شکایات کاازالہ کیا جاسکے۔قیدی بھی ہمارے معاشرے کا حصہ ہیں اور بہترسہولیات کے حقدار ہیں۔وہ اپنی بعض غلطیوں کی سزا بھگت رہے ہیں لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ انہیں انکے بنیادی حقوق سےمحروم کیاجائے۔ اسلئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ریاست کے تمام ادارے قیدیوں کو معاشرے کا ایک حصہ تسلیم کرتے ہوئےان کی آبادکاری اوربہبود کیلئےعدلیہ کے ساتھ تعاون کریں۔

میں اُمید کرتا ہوں کہ جیلوں اور قیدیوں کے متعلق مسائل پر غور کیلئے تشکیل دیے گئے چاروں ورکنگ سیشن آپ کو یہ موقع فراہم کریں گے کہ قیدیوں کے مسائل کے حل کیلئے جیلوں کے نظام میں اصلاح کیلئے بہتر تجاویز پیش کرسکیں۔

(آپ کا بہت شکریہ)

گروپ اوّل

قیدیوں کے حقوق ومراعات

جسٹس جواد ایس خواجہ، جج سپریم کورٹ آف پاکستان، گروپ اول کی صدارت
کرتے ہوئے

گروپ اول کے شرکاء

"قیدیوں کی مشکلات، ایک ہمدردانہ پس منظر"

جسٹس آصف سعید خان کھوسہ، جج سپریم کورٹ آف پاکستان

زیر نظر مقالہ میں قیدیوں کی مشکلات کا ہمدردانہ جائزہ پیش کیا گیا اور قیدیوں کے شخصی تشخص کے تحفظ پر زور دیتے ہوئے مجرم سے نفرت کی بجائے جرم کو قابل نفرت گردانتے ہوئے کہا کہ قیدی اس وجہ سے قابل نفرت نہیں کہ انہوں نے جرم کا ارتکاب کیا بلکہ وہ جیل میں سزا کیلئے قید کئے جاتے ہیں یہ ان کو انسانیت کے رتبہ سے گرا نہیں دیتی۔ وہ بطور اشرف المخلوقات انسانیت کے اعلیٰ رتبہ پر ہمیشہ فائز رہتے ہیں۔ یہ تجویز ہے کہ مجرمان کو سزا سناتے ہوئے جج صاحبان کو قید کے دورانیہ کا تعین کرتے ہوئے جیل میں قیدیوں کی تکالیف کا خیال رکھنا چاہیے اور محض قید کی مدت یا سالوں کو نہیں گننا چاہیے۔ نیز اگر وکلاء اور جج صاحبان مشاہدے کی غرض سے کچھ وقت جیلوں میں گذاریں تو شاید وہ مجرمان کو قید کی سزا دیتے ہوئے وقت کی اہمیت کو بہتر سمجھ پائیں گے۔ قید میں مجرمان کی سزا سے متاثرہ ان کے اہل خانہ کی کسمپرسی پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے کہ گھر کے سربراہ کے جیل چلے جانے سے وہ تباہ ہو جاتے ہیں یا وہ بھی جرم کی دلدل میں دھکیل دیئے جاتے ہیں۔ اس معاشرتی مسئلہ کے حل کیلئے سزا یافتہ مجرمان کے اہل خانہ کیلئے حکومت کی جانب سے معقول وظیفہ کا بندوبست اور اس نظرانداز شدہ مسئلہ کے حل پر توجہ دینے کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ مقالے میں سزاؤں کے اجراء میں امتیازی رجحانات کی بھی نشاندہی کی گئی ہے اور سزاؤں کے یکساں معیارات مقرر کرنے کی ضرورت پر بھی زور دیا گیا ہے۔ مجرمان کی سزاؤں میں تخفیف اور سازگار حالات میں پیرول پر قیدیوں کی رہائی کے قوانین پر نظرثانی کی ضرورت کا اعادہ کیا گیا ہے اور جیل میں بند قیدیوں کے مسائل کو زیر بحث لاتے ہوئے حاضرین سے گزارش کی گئی کہ ان قیدیوں کے متعلق فیصلہ کرتے ہوئے حتی الامکان رحم دلی، ہمدردی اور خدا ترسی کا مظاہرہ کریں۔

بہت سے نظریات وضاحت کرتے ہیں کہ مجرم کو قید کرنے کا کیا مقصد ہے؟ کچھ کے مطابق اس کا مقصد سزا اور تلافی ہے جبکہ دیگر اسے اصلاح اور آبادکاری پر معمور کرتے ہیں۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کا جواب ان دونوں نظریات کے درمیان ہے مثلاً مجرم کو احساس دلانا کہ اس نے کچھ غلط کیا ہے اور اُسے طرزِ عمل کو بہتر بنانے کا موقع دینا اور معاشرہ میں مقام بنانے کے قابل کرنا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ ہم قید میں مجرم کو ویسا ہی ریاست کا شہری سمجھیں جیسے ہم خود ہیں۔ سب سے بڑھ کر وہ ہماری طرح انسان ہیں لہذا آئینی، قانونی اور انسانی حقوق کے حقدار بھی ہیں۔ کسی قیدی سے برتاؤ کرتے ہوئے ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ جیل کی سخت اور مضبوط دیواریں اتنی سخت اور مضبوط نہیں کہ قیدیوں کے آئینی، قانونی اور انسانی حقوق دور رکھ سکیں۔ یہ اہم ہے کہ تمام آئینی، قانونی اور انسانی حقوق جو عام شہریوں کو حاصل ہیں یہی حقوق مستثنیات کے علاوہ جیل کے اندر افراد کیلئے بھی موثر اور مفید ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ایک قیدی کے حقوق کی نفی اور اس سے غیرانسانی اور تحقیر آمیز رویہ نہ تو تلافی مقصود رہتا ہے نہ ہی اصلاح کا مقصد اس سے حاصل ہوسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں آج کچھ ایسے پہلوؤں کا احاطہ کرنا چاہتا ہوں جو قید میں مجرمان کی ابتری کی وجہ سے ہمدردی کا تقاضا کرتے ہوئے توجہ کے طالب ہیں۔

جرم سے نفرت کریں نہ کہ مجرم سے:

میں جب لاہور ہائیکورٹ کا جج تھا تو مجھے قیدیوں کی مشکلات کا ادراک اس وقت ہوا جب میں نے ایسے قیدیوں کا مشاہدہ کیا جو اپنے سرزد جرم کی سزا تو کاٹ چکے تھے مگر اب بھی جیل میں تھے کیونکہ وہ ریاست کی جانب سے دیت، ارش یا ضمان کی صورت میں عائد جرمانہ ادا کرنے کی مالی استطاعت نہیں رکھتے تھے جو مقتولین کے ورثاء یا مجرمان کو ادا کی جانی تھی۔ میں اس ضمن میں مقدمہ عابد حسین ہمراہ دیگر بنام چیئرمین پاکستان بیت المال اور دیگر (پی ایل ڈی ۲۰۰۲ لاہور ۴۷۱) میں کئے گئے فیصلہ کا ابتدائی حصہ ذیل میں دے رہا ہوں:۔

> "اللہ تبارک تعالیٰ کی بہترین تخلیق انسان (القرآن سورۃ 95 آیت 4) کو آہنی سلاخوں کے پیچھے زندگی بھر کیلئے ڈال دینا صرف اس وجہ سے کہ وہ غریب ہے، اس کے شخصی وقار کی تذلیل ہے جو اس (انسان کو) خالق نے عطا کی ہے (سورۃ 17 آیت 70) جب قرآن معتقدین کو قیدیوں، غلاموں اور قرضے میں جکڑے ہوئے لوگوں پر خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے تا کہ ان کی گردنوں کو بچایا جا

سکے اور ان کی خلاصی کر کے ان کا بوجھ ہلکا کیا جا سکے۔ (سورۃ 76 آیت 8، سورۃ 2، آیت 177 اور سورۃ 9 آیت 60) یہ ایک واضح درس ہے کہ جس چیز سے نفرت کی جانی چاہیے وہ جرم ہے نہ کہ مجرم اور اس انسان کی بدقسمتی کو ہمدردی اور صلہ رحمی کی ضرورت ہوتی ہے جو جب بھی ممکن ہوا سے دینی چاہیے، یہی وجہ ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آرٹیکل بنیادی حقوق کی ضمانت دیتے ہوئے انسانی وقار کے حق کو واجب التعظیم قرار دیتا ہے۔ بحوالہ مقدمہ جواز خود نوٹس کی آئینی درخواست تھی (ایس سی ایم آر ۱۹۹۴ء۔ ۱۰۴۸) میں عدالتِ عظمیٰ پاکستان نے قرار دیا کہ بدترین مجرم بطور انسان شخصی عزت کا حقدار ہے اور جرم کا ارتکاب اسے اپنے حق سے محروم نہیں کرتا جو کہ اسے انسان ہونے کے ناطے حاصل ہے نہ کہ مجرموں کے قبیلے سے تعلق رکھنے کی وجہ سے"

یاد رکھیئے کہ ایک قیدی چاہے اپنے سماجی رویوں اور تعلقات میں مختلف ہو مگر وہ پھر بھی انسان ہی رہتا ہے اور بے رحمی اور نفرت سے زیادہ ہمدردی کا حقدار ہے اور یہ رویہ اس کی کردار سازی میں اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔

سزائے قید کے سال صرف اعداد نہیں:۔

ایک عام دن میں تین اراکین پر مشتمل بنچ ہائیکورٹ یا سپریم کورٹ میں عام فوجداری اپیل کی سماعت میں مجرم کیلئے مناسب قید کی سزا تجویز کرتے ہوئے ایک جج کو مشورہ دیتا ہے کہ چھ سال کی قید دی جائے دوسرا جج 8 برس تجویز کرتا ہے اور تیسرا جج پورا دن لگا کر باقی دو ججوں کو درمیانی راستہ چننے پر تیار کرتا ہے اور مجرم کو سات سال قید کی سزا دے دی جاتی ہے۔ بدقسمتی سے یہ سب کچھ عام انداز میں کیا جاتا ہے اور معاملہ کی نزاکت کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ ایک سال اور وہ بھی جیلوں کے دگرگوں ماحول میں کس قدر لمبا ہوتا ہے۔

میں یہاں آپ کو دو مثالیں دیتا ہوں تا کہ یہ سمجھا سکوں کہ خاندان، دوستوں اور گھر سے ایک برس کی دوری کیا معنی رکھتی ہے؟ لاہور ہائیکورٹ لاہور کا جج بننے سے قبل جناب محمد رستم کیانی ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج تھے اور اپنی ایک کتاب میں انہوں نے ڈیرہ غازی خان میں اپنے تبادلہ کو "جلاوطنی" قرار دیا۔ ان کی جانب سے لفظ "جلاوطنی" کا استعمال یہ ظاہر کرتا ہے کہ اپنے گھر سے دوری کے دوران انہوں نے اپنے

خاندان اور دوست احباب سے دور رہ کر کس تکلیف اور دکھ کا تجربہ کیا۔

دوسری مثال بھی لاہور ہائیکورٹ کے قابلِ قدر جج کی ہے جو میرے ساتھی اور عزیز دوست بھی ہیں۔ (کچھ ناگزیر وجوہات کی بناء پر میں ان کا نام نہیں لوں گا) ان کو پورے ایک سال کیلئے بہاولپور بینچ میں خدمات سرانجام دینے کیلئے بھیج دیا گیا تھا مجھے علم ہے کہ دو ماہ کے دوران ہی وہ غریب الوطنی کے احساس سے مغموم ہو گئے اور اس قدر اداس و مضمحل ہوئے کہ وہ اکثر زاروقطار گریہ زاری کرتے اور ان کے چہرہ پر آنسو کی لڑیاں بہہ نکلتیں۔ انہوں نے عالم پریشانی میں شعر و شاعری میں پناہ ڈھونڈی اور کتابوں میں پھول رکھ کر ان کے خشک ہونے کا انتظار کرنا شروع کر دیا جو شاید ان کی اپنی خشک ہوتی ہوئی روح کی عکاسی کرتے تھے۔

بلا اختلاف میں کہتا ہوں کہ اگر ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج یا لاہور ہائیکورٹ کے بینچ میں خدمات دیتے ہوئے ایک جج اپنا وقت مراعات اور سہولیات میں گزارتا ہے اور اسے تمام ممکن سہولیات اور رتبہ عوام اور انتظامیہ کی جانب سے پیش کیا جاتا ہے تا ہم پھر بھی خاندان، دوست احباب اور گھر سے دوری بہت محسوس ہوتی ہے۔ میں اپنے تجربہ کی بنیاد پر آپ کو بتا سکتا ہوں کہ کچھ ہفتوں اور مہینوں کے بعد اس برس کا ہر دن ہی ایک برس کی مانند ہی محسوس ہونے لگتا ہے۔ اس کے برعکس ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج اور ہائیکورٹ کی مراعات بھری زندگی جب پریشان حالی میں بدل سکتی ہے تو برائے مہربانی ایک قیدی کی مشکلات کا اندازہ لگائیں کہ جیل کے بے رحم ماحول میں ایک سال گزارنا اس کے لئے کس قدر مشکل ہوگا۔ آپ کو یہ جان کر محظوظ ہوں گے کہ قیدیوں کی ان مشکلات کو آسکر وائلڈ نے اپنی "قید خانہ کے مطالعہ کی رزمیہ نظم "The Ballad of Reading Gaol" میں درج ذیل الفاظ میں عام فہم بنا دیا:۔

"میں نہیں جانتا قوانین درست ہیں،
یا قوانین غلط ہیں،
جو میں جانتا ہوں فقط یہ کہ جو قید خانوں میں رہتے ہیں،
اسیرانِ جیل،
ایسے ہیں جیسے مضبوط دیواریں،
اور ہر دن ایک برس جیسا ہے
ایسا برس جس کے دن بہت لمبے ہیں"

میں اس کمرے میں اور اس سے باہر موجود ججوں کو یاد دلانا چاہوں گا کہ رحم دلی کے ساتھ انصاف کرنے سے مراد صرف مشکل الفاظ یا فرسودہ اور دقیانوسی زبان استعمال کرنا نہیں بلکہ یہ ایک مذہبی فریضہ ہے۔ لہٰذا میں یہ امید کرتا ہوں کہ اب کسی مجرم کی سزا تجویز کرتے ہوئے قید کی سزا کے ایک سال کو جج سرسری انداز میں محض عدد کے طور پر نہیں لیں گے اور قیدی کو آج کے بعد خصوصی توجہ، ضروری حساسیت اور ہمدردانہ سوچ کے ساتھ حل کیا جائے گا۔

میری یہ تجویز ہے کہ اگر تمام وکلاء اور جج صاحبان جو فوجداری مقدمات لیتے یا سنتے ہیں ان کیلئے لازمی کر دیا جائے کہ وہ جیل کی چار دیواری میں چند دن مناسب وقفوں کے ساتھ گزاریں تاکہ انہیں جیل کے قیدیوں کی مشکلات کا آنکھوں دیکھا تجربہ حاصل ہو جائے۔ یہ بات شاید آپ کیلئے دلچسپی کی حامل ہو کہ یونیورسٹی آف کیمبرج میں بطور قانون کا طالبعلم مجھے اپنے دیگر ہم جماعتوں کے ہمراہ چیلمسفورڈ جیل لے جایا گیا تھا جہاں ہم نے ایک پورا دن قیدیوں کے ساتھ گزارا تھا، یقینی طور پر ملزمان کی طرح نہیں بلکہ مشاہدہ کار کے طور پر۔

قید کا مطلب مجرم کو صرف معاشرہ سے دور رکھنا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں:۔

مجرم کو دی جانے والی سزا کی مدت کا مطلب صرف یہ ہے کہ غلط جُرم کی سزا کے طور پر اسے مقررہ مدت تک معاشرے سے دور رکھا جائے گا۔ اور قرونِ وسطیٰ میں مجرمان کو دی جانے والی قید کا مقصد بھی یہی ہوتا تھا۔ یہاں تک موجودہ دور میں ہمارے کچھ دیہاتوں میں پنچائت بھی اس مقصد کے تحت غلط کار کو مقررہ اور غیر مقررہ مدت کیلئے گاؤں بدر کرنے اور دیگر گاؤں والوں سے ہم کلام نہ ہونے کی سزا دیتی ہے اور اب جو ہم نے قیدیوں کو رکھنے کے لئے جیلیں تعمیر کی ہیں، اس کا مقصد بھی یہی ہے یعنی مجرم کو معاشرہ سے علیحدہ رکھ کر سزا دینا۔ یہ سمجھنا انتہائی ضروری ہے کہ جرم کی سزا اسے معاشرہ سے دور رکھنا ہے اس کی زندگی کے روزمرہ امور کو محدود کرنا اور اسے جیل کی چار دیواری میں بند رکھنا ہے لیکن قانون میں ایسی کوئی شق نہیں جو اس کے ساتھ بحیثیت قیدی غیر انسانی، اذیت ناک اور ہتک آمیز سلوک کا کوئی جواز پیش کرتی ہو۔

میرا اشارہ اس طرف کہ ایک دفعہ جیل جانے کے بعد قیدی کو جیل انتظامیہ کی دی گئی سزا سے زیادہ اور سزا نہیں دی جا سکتی جب تک وہ جیل کے نظم و ضبط میں کوئی خلل نہ ڈالے یا غیر قانونی حرکت کا ارتکاب کرے جس کیلئے اسے قانون میں درج سزا ہی دی جائے گی۔ قیدیوں کے ساتھ صرف اس بناء پر انسانیت سوز رویہ رکھنا، ان کی تذلیل کرنا اور نا روا سلوک روا رکھنا کہ وہ قیدی ہیں نہ تو قانون کے مطابق ہے نہ ہی

آئین کی رو سے درست ہے۔حقِ زندگی (آرٹیکل 9)، غلامی کی ممانعت (آرٹیکل 11)اور انسانی تشخص کا اقرار (آرٹیکل 14)بنیادی انسانی حقوق ہیں، جن کی ضمانت آئین میں دی گئی ہےاور یہی حقوق ایک قیدی کو بھی حاصل ہیں۔اس کا مطلب ہے کہ ریاست کو ہرممکن اقدامات کرنے چاہئیں کہ وہ بنیادی سہولیات قیدیوں کوبھی بہم پہنچائے۔ان کے ساتھ غلاموں جیسا سلوک نہیں کیا جانا چاہیے۔مختصراًایک مجرم کوجیل میں رکھ کرسزادی جانی چاہیےمگر اسےصرف قیدی ہونے کی سزانہیں دینی چاہیے۔عدالتِ عظمیٰ پاکستان نےاس مسئلہ کا احاطہ متذکرہ **بالا مقدمہ بحوالہ ازخودنوٹس آئینی درخواست 1994 SCMR 1018** میں کچھ اس طرح کیا ہے:۔

> "اس شق کے مطابق (آرٹیکل 14 آئینِ پاکستان) ہرفرد کا شخصی وقاراورعزتِ نفس واجب التعظیم ہوتے ہیں اور یہ ضمانت قانون کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ ایک غیرمشروط ضمانت ہے۔اس طرح ہر حال میں ہرشخص کا وقار نا قابلِ تنسیخ ہےاور عوامی طور پر تسلیم کردہ یہاں تک کہ خطرناک ترین مجرم کواس سے محروم رکھنا انسانی وقار کی کھلی خلاف ورزی ہوگی۔لہذا آرٹیکل 14 میں دیئے گئے حق کی خلاف ورزی متصور ہوگی"۔

قیدی مجرمان کےاہلِ خانہ، بیوی بچے وغیرہ بھی کسی جرم کے بغیرسزا بھگتتے ہیں:۔

میں نےتقریباًاپنی زندگی کے 34سال قانون کے پیشہ سے وابستہ رہ کرگزارے ہیں میں آج تک کوئی ایسا جج نہیں دیکھا جومجرم کوسزا سناتے ہوئےیااس کی سزا قائم رکھتے ہوئے یہ احساس کرتا ہوکہ ایک قیدی کوسزائے قید دینے سےاس کے ساتھ وابستہ افراداس کے بیوی بچوں اور دیگرلواحقین پرایک طرح کی سزاعائد ہوجاتی ہےجنہوں نےکوئی قابلِ سزاجرم بھی نہیں کیا ہوتا۔ ہمارے جیسےملکوں میں ہمیشہ غریب قیدی ہی آخر تک جیلوں میں رہتے ہیں اوراس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اچھےاور تجربہ کار وکیلوں کی صورت میں مناسب قانونی معاونت حاصل نہیں ہوتی اور میں یہاں بہت ادب سے عرض کروں گا کہ قانون کے باعزت پیشہ میں زیادہ سے زیادہ پیسہ کمانے کا رجحان جڑیں پکڑ رہا ہے۔ جومجرم شخص بااثر مالی پس منظر رکھتا ہو وہ کامیابی سے یا تو جیل جانے ہی سے بچ نکلتا ہےیاپھر جلدازجلد جیل سے باہرآجاتا ہے۔ایک مجرم جوغریب طبقہ سےتعلق رکھتاہو، اوراپنے بیوی بچوں اور دیگرلواحقین کاایک ہی کمانے والا ہو،اس کو جب جیل بھیجا جاتا ہےتواس کے بیوی بچوں اور دیگر لواحقین کے پاس کوئی دوسرا ذریعۂ آمدن ومعاش نہیں رہتا۔ ان ناگفتہ بہ

حالات میں ابتدائی طور پر انہیں کسی دوسرے عزیز کی کمائی پر انحصار کرنا پڑتا ہے اور جب وہ رشتہ دار بھی انہیں بوجھ سمجھنے لگتا ہے تو قیدی کی بیوی بھیک مانگنے اور دیگر سماجی وا خلاقی گراوٹ کے کام کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے بلکہ اس کے بچے یتیموں جیسی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، ان کی تعلیم متاثر ہو جاتی ہے۔ الغرض قیدی کے تمام لواحقین جرائم کی دنیا کے رحم و کرم پر رہ جاتے ہیں۔ یہ سوچنے کا مقام ہے کہ اگر ایک ملزم کی سزائے قید مزید مجرمان کی پیدائش کا باعث بنتی ہے جبکہ اس سزا کا اصل مقصد اس کے برعکس ہو تو سمجھا جا سکتا ہے کہ نظام میں کچھ ایسا ہو رہا ہے جو درست نہیں ہے۔

اس مسئلہ کا حل اور سنہری حکمتِ دستور میں موجود ہے اور آرٹیکل (8)10 کے مطابق جب کسی شخص کو حراست میں رکھا جاتا ہے تو اس کی حراست کا ابتدائی دورانیہ بڑھانے اور اس دورانیے کا تعین نظر ثانی بورڈ کرے گا جو حراست کی جگہ کا تعین کرے گا اور زیر حراست شخص کے خاندان کیلئے معقول وظیفہ بھی مقرر کیا جائے گا۔ اس میں ایک مسئلہ ہے کہ خاندان کیلئے وظیفہ کا مقرر کیا جانا صرف حراست میں اس صورت حال میں قابلِ قبول ہے کہ

"جب کوئی شخص بدنیتی سے پاکستان کے تحفظ، دفاع، سلامتی اور پاکستان کے بیرونی معاملات اور نقصِ امن اور نقل و حمل اور خدمات کے انتظام و انصرام میں حائل ہو"۔

قابلِ تنقید ہے کہ اگر ایک شخص کسی دوسرے کو زبانی دھمکی دیتا ہے یا قلیل مداخلت بے جا یا چوری کرتا ہے تو ان جرائم کیلئے اسے قید ہوتی ہے اور ریاست اس کے خاندان کی اعانت کی ذمہ داری نہیں اٹھاتی جبکہ اگر وہی شخص امتناعی طور پر زیر حراست آ جائے، انتہائی خطرناک جرم یعنی ملکی سلامتی، دفاع اور تحفظ کے برخلاف قدم اٹھائے، پاکستان کے بیرونی معاملات اور نقصِ امن اور نقل و حمل میں رکاوٹ ڈالنے کے جرم میں مجرم کے خاندان کو ریاستی کفالت اور نگہداشت ملتی ہے۔ ان انوکھے حالات میں ایک سمجھدار شخص ایک غریب مجرم کو یہی مشورہ دے گا کہ اگر اس نے کوئی جرم کرنا ہے تو کسی ایسے خطرناک جرم کی جانب جائے جیسے پاکستان کی سلامتی، تحفظ اور دفاع کو نقصان پہنچانا اور کسی معمولی جرم کا ارتکاب نہ کرے ورنہ اس کا وسائل سے محروم خاندان بھوکا مر جائے گا۔

میرے الفاظ یاد رکھئے گا کہ وہ دن زیادہ دور نہیں جب کسی قیدی کی نابالغ بچیاں اور بوڑھی بیوی عدالتِ عالیہ اور عدالتِ عظمیٰ میں آئینی درخواستیں دائر کریں گی کہ گو انہوں نے کوئی جرم نہیں کیا مگر چونکہ ان

کے واحد کفیل کو اس کے جرم کی بناء پر نذرِ زندان کر کے اس سے بھی اس کا حقِ زندگی، جس کی ضمانت آرٹیکل 9 میں دی گئی ہے، چھین لیا یا سبوتاژ کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا اسے بھی جیل بھیج دیا جائے۔ مجھے امید ہے کہ ریاست اس اہم مسئلہ پر توجہ دے گی اس سے پہلے کہ ایسی درخواستیں عدالتوں میں آنے لگیں اور ان حالات میں ریاست کیلئے ایسی درخواستوں کا دفاع کرنا مشکل ہو جائے۔

سزاؤں کا ہدایت نامہ امتیازی سلوک کا سدِ باب:

20 گرام چرس رکھنے کے جرم میں جیل میں ہر سال قید کی سزا گزارنے والا شخص کسی دوسرے قیدی سے اس کی سزا کے متعلق پوچھتا ہے تو یہ جان کر انتہائی حیران ہوتا ہے کہ دوسرا قیدی چرس کی وہی مقدار رکھنے پر صرف دو سال کی سزا کاٹ رہا ہے تو اس بات کا احتمال ہے کہ وہ اس امتیازی سلوک کو ضرور محسوس کرے اور اس عمل کو ناجائز گردانے۔ **مقدمہ غلام مرتضٰی اور دیگر بنام ریاست PLD 2009 Lahore 362** میں لاہور ہائیکورٹ کے فل بینچ نے اس مسئلہ کو اٹھایا ہے اور سزاؤں کا ہدایت نامہ جاری کیا ہے جس کا اعادہ عمومی طور پر منشیات کے مقدمات سے نمٹتے ہوئے کیا جانا ضروری ہے۔ مجھے اس فیصلہ کو تحریر کرنے کا اعزاز حاصل ہوا اور اس فیصلہ کے ابتدائیہ میں مَیں نے قرار دیا کہ:۔

" قانون کے میدان میں تہذیبی ارتقاء اور ترقی کا لُبِ لباب دراصل انصاف، برابری اور اچھی اقدار کے اصول اور قانون کے مطابق انصاف کی بنیاد پر انصاف کی فراہمی ہے۔ اس تحریک کا استدلال اور جواز بہت آسان فہم ہے اور وہ یہ ہے کہ انصاف کی ترویج کسی ایک جج کی اپنی سوچ کے موضوعاتی نکات پر نہیں کی جا سکتی بلکہ انصاف ہمیشہ مروّجہ اور وضع کردہ معیارات کی بناء پر فراہم کیا جاتا ہے۔ کسی شخص کے عمل کے عدالتی ردِعمل کا جواز اس لئے اہم ہے کہ عوام معاشرے کا حصہ ہیں اور وہ اپنے طرزِ عمل کو قوانین کے مدِنظر اپناتے ہیں اور وہ اپنے ذہنوں میں اپنے اعمال و افعال کے عدالتی ردِعمل کا ادراک بھی رکھتے ہیں۔ حاصل مطالعہ یہ ہے کہ انصاف چانسلر کے جوتے کے ناپ کے حساب سے تبدیل نہیں ہوتا بلکہ جو قانونی مداخلت کو دعوت دیتا ہے تو اسے پتہ ہونا چاہیے کہ جج اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ پس کہیں ایک جیسی صورتحال میں عدالتی ردِعمل کی یکسانیت اور معیار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

اس عدالت نے یہ ادراک کیا ہے کہ منشیات کے مقدمات میں سزائیں دیتے ہوئے مختلف جج دونوں درجات پر چاہے سماعتِ مقدمہ ہو یا اپیل یکساں حالات میں مختلف سزائیں دیتے ہیں جو یا تو بہت زیادہ نرمی برتتے ہوئے دے دی جاتی ہے یا حد درجہ سخت نظریہ رکھتے ہوئے دی جاتی ہے۔ کسی یکساں

صورتحال میں اس قسم کا غلط عدالتی ردعمل نہ صرف غلط فہمی پیدا کرتا ہے بلکہ وکلاء اور سائلین پسند کا جج حاصل کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں"۔

ہم نے بہت سے قانونی جرائد میں شائع شدہ تمام مقدمات کا جائزہ لیا تا کہ ملک میں موجود مختلف ججوں کے رجحانات جو منشیات کی برآمدگی کے مقدمات کے متعلق ہیں قانون برائے انسداد منشیات مجریہ 1997 اور معلومات جو اس جائزہ سے حاصل ہوئیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ سزاؤوں کے معیارات ہر منشیات کے مقدمات میں یکساں نہیں ہیں، ان حالات میں ضروری ہے کہ اس ضمن میں یکساں اور معیاری سزاؤوں میں مسابقت پیدا کی جائے لہذا سزاؤوں کی پالیسی اپنائی جانی ضروری ہے۔ سزاؤوں کے معیار اور ہدایت نامے جو اعلیٰ عدلیہ یا وزارت قانون وانصاف یا کسی دوسرے اداروں کی جانب سے جاری کردہ معیارات بین الاقوامی نظاموں کا بھی حصے ہیں، مختلف مہذب معاشروں مثلاً برطانیہ اور کینیڈا میں بھی اس ضمن میں اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ ان ہدایات کی رُو سے ایک جج کسی مجرم کو سزا دیتے ہوئے آسانی اور معیار کے مطابق یکساں سزا تجویز کرے گا جو امتیاز کے مواقع کم سے کم کردے گا۔ اسی طرح میں یہ سفارش کرونگا کہ سزاؤوں کے ہدایت نامے تیار کئے جانے چاہئیں اور ان کو ملک بھر میں رائج کرنا چاہیے تا کہ قیدیوں کے بنیادی حقوق کا تحفظ آئین کے آرٹیکل 25 کے مطابق کیا جا سکے۔

سزا میں کمی اور سازگار حالات میں پیرول پر قیدیوں کی رہائی پر نظر ثانی کی ضرورت:۔

یہ سمجھنا جائز ہے کہ اگر قید میں رکھے جانے کا مقصد قیدی کی اصلاح اور بحالی ہے تو قید کے دوران اسے ثابت کرنے کا موقع دیا جانا چاہیے کہ وہ اپنی اصلاح میں دلچسپی لیتا ہے اور معاشرہ کا مفید رکن بننا چاہتا ہے۔ سزا میں تخفیف اور پیرول پر رہائی کا نظریہ فوجداری قوانین کا حصہ ہے۔

یہ قرار دیا جانا بے معنی ہے کہ ہر قسم کے جرم کیلئے، قید کی سزا پوری کرنا ضروری ہے اور مجرم کی اصلاح اسی طرح ہوگی۔ ایسے بہت سے چھوٹے جرائم ہیں جن میں بار بار یا دوبارہ جیل جانے کی سزا مجرم کی اصلاح کرے یا اسے خوفزدہ کرے۔ اسی طرح سے ایسے مقدمات جو سنگین نوعیت کے ہیں، جن میں زیادہ سزائیں دی جاتی ہیں۔ مجرم کو پیرول پر بھی رہا کیا جا سکتا ہے اگر وہ دوران قید یہ ثابت کردے کہ اس میں اصلاح کا رجحان ہے اور بحالی کی جانب اپنی رغبت دکھائے کسی مُجرم کو دیئے جانیوالے ایسے موقعوں سے انکار شیکسپیئر کے الفاظ میں "**انسانیت کو پامال کرنے کے مترادف ہے**" اور میں اس کی سفارش نہیں کرونگا۔ یہ آفاقی اہمیت کا حامل ہے کہ ایک جج کو کبھی بھی اپنے آپ کو یہ موقع نہیں دینا چاہیے کہ وہ ضرر رسیدہ اشخاص یا

ان کے خاندان جو شاید اپنا بدلہ لینے کی غرض سے یا کسی اور مقصد کے تحت مجرم کو سزا دلوانا چاہتے ہوں کی ہی طرفداری کرے بلکہ اسے غیر جانبدار ثالث کا کردار ادا کرتے ہوئے سزا واصلاح اور پچھتاوہ و بحالی کے مابین توازن قائم کرنا چاہیے۔

میں اپنے مقالہ کا اختتام باسانیو کا تذکرہ کرتے ہوئے کروں گا، جو شیکسپیئر کے ڈرامے **"وینس کے سوداگر"** کا ایک کردار تھا، جب وہ فرمانروا کی عدالت میں ایک قیدی کی رہائی کی التجا کر رہا تھا، باسانیو قیدی کا قرضہ کئی گنا بڑھا کر ادا کرنے کو بھی تیار تھا۔ وہ کہتا ہے کہ:۔

"ہاں! یہاں میں اس عدالت میں اس کیلئے ادائیگی کروں گا؛
ہاں، دگنی رقم دونگا: اگر وہ ناکافی ہوئی،
تو میں دس گنا اضافی رقم ادا کرونگا،
اور اپنے ہاتھوں، سر اور دل کو ضبط بھی کروا دونگا؛
اور اگر یہ بھی ناکافی ہوا تو یہ ظاہر ہوگا
کہ کینے نے سچائی کو مات دے دی
اور میں آپ سے یہ منت کرتا ہوں،
ایک دفعہ اپنے اختیار سے قانون میں لچک پیدا کردیں
ایک عظیم نیکی کیلئے ایک چھوٹا گناہ سرزد کردیں
اور خواہش کے اس بے رحم عفریت کو قابو کرلیں"

میں آپ کو ایک چھوٹا گناہ سرزد کرنے یا عظیم نیکی کرنے کیلئے نہیں کہوں گا میں صرف آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ جب آپ کے روبرو کسی بے یار و مددگار انسان کی مشکلات کا تذکرہ آئے جو جیل کی بلند و بالا اور مضبوط دیواروں کے پیچھے سبزیوں کی طرح گل سڑ رہا ہو تو جذبۂ رحم، ہمدردی اور خدا ترسی کا مظاہرہ کریں۔

قیدیوں کے حقوق ومراعات

جسٹس (ریٹائرڈ) غلام ربانی

اس مقالے میں سزا یافتہ قیدیوں اور زیر سماعت ملزمان کو دوران قید حاصل حقوق و مراعات کا جائزہ اور قیدیوں کے حقوق و مراعات سے متعلق اقوام متحدہ کی جانب سے مرتب شدہ مختلف بین الاقوامی قراردادوں اور دستاویزات کا تجزیہ کیا گیا ہے اور ان میں انسانی حقوق کی قرارداد مجریہ 1948 قیدیوں کے ساتھ روا رکھے جانے والے کم از کم معیار قواعد (SCMR)، جنگی جرائم کی روک تھام اور مجرموں سے سلوک سے متعلق پہلے جنیوا اجلاس کی سفارشات اور بین الاقوامی معاہدہ برائے شہری و سیاسی حقوق کی دستاویزات بھی شامل ہیں۔ قیدیوں کو حاصل حقوق "برابری و مساوات کا حق" "ملاقات اور خط و کتابت کا حق" اور "جلد اور منصفانہ مقدمے کا حق" قیدیوں سے متعلق نافذشدہ ملکی قوانین کا بھی جائزہ لیا اور قانون جیل خانہ جات مجریہ 1894 اور اس قانون کے تحت رائج قواعد کا تذکرہ بھی کیا نیز پروبیشن آف آفینڈرز آرڈیننس 1960 ان کے قواعد نظام انصاف برائے کمسن مجرمان آرڈیننس مجریہ 2000، پنجاب بورسٹل ایکٹ اور سندھ چلڈرن ایکٹ مجریہ 1955 کا احاطہ کیا گیا ہے۔ پاکستان میں رائج قوانین اور مختلف قواعد کی رو سے قیدیوں کو حاصل ہونے والے حقوق ومراعات کا خاطر خواہ تجزیہ کرکے ان قواعد کے نفاذ پر زور دیا ہے۔

ایک قیدی جو جیل میں قید ہو چا ہے وہ سزا یافتہ ہو یا زیرِ سماعت مقدمہ کا قیدی، سول قیدی ہو یا زیرِ التوا مقدمہ میں قانون کے تحت تحویل میں ہو یا کسی قانونی حکم کے تحت عارضی تحویل میں ہو۔ یہ سچ ہے کہ تمام قیدیوں کو وہ حقوق اور استحقاق حاصل نہیں ہوتے جو ایک آزاد شہری کو حاصل ہیں پھر بھی گذشتہ سالوں

سے شہری حقوق اور آزادیوں کی بڑھتی ہوئی سوچ اور انسانی حقوق کے کلچر سے مزید واقفیت کی وجہ سے بین الاقوامی اور قومی سطح پر یہ موضوع زیر بحث رہا ہے۔ نتیجتاً رہنمائی کیلئے قوانین بنائے گئے ہیں اور قیدیوں کے قانونی حقوق اور استحقاق کو مزید محفوظ بنانے پر توجہ دی گئی ہے۔

میں نے اس پس منظر میں قیدیوں کے حقوق و استحقاق کے متعلق اقوام متحدہ کی ہدایات کے مطالعہ کی کوشش کی جس سے مختلف دستاویزات میرے سامنے آئی ہیں۔ ان دستاویزات میں بین الاقوامی انسانی حقوق کی قرارداد اور جنرل اسمبلی کی بین الاقوامی قرارداد نمبر 217, (iii) مورخہ 10 دسمبر 1948 قابل ذکر ہیں۔ معیار کے قواعد اقوام متحدہ کی پہلی کانگرس بابت جرائم کی روک تھام اور مجرموں کے ساتھ سلوک کی روشنی میں تشکیل دیئے گئے۔ اس کانگرس کا اجلاس جنیوا میں 1955 میں ہوا اور اس کی منظوری معاشی اور سماجی کونسل نے اپنی قرارداد (xxiv) 31 جولائی 1957 اور LXII of 13-5-1977,2076 جو کہ کم سے کم معیاری قواعد کی بابت جانی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں بین الاقوامی معاہدہ برائے "شہری اور سیاسی حقوق برائے شخصی تحویل یا قید" جنرل اسمبلی قرارداد نمبر 9/173 دسمبر 1988 جو کہ (اصولوں کا منبع) ایک دستاویز ہے جو کہ قیدیوں سے ساتھ روا سلوک کے بنیادی اصول "جنرل اسمبلی قرارداد نمبر 45/111 14 دسمبر 1990 کے نام سے جانی جاتی ہے۔ اسی طرح میں نے اپنے ملک میں نافذ کئی قوانین کا حوالہ دیا ہے۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی رہنمائی جہاں قیدیوں کے عام اور مخصوص حقوق کے رہنما اصول درج ذیل ہیں۔

1 برابری کا حق اور امتیازی سلوک سے آزادی

کم از کم معیاری قواعد کے قاعدہ نمبر (i) (6) کے تحت نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب، سیاسی یا دیگر قومی ورثے یا سماجی اصلیت، ملکیت، پیدائش یا کسی درجے کی بنیاد پر امتیاز نہیں کیا جائیگا۔ قاعدہ (2)(6) کے مطابق دوسری طرف عقائد پر یقین رکھنا ضروری ہے یا کسی گروہ کے اخلاقی (Precepts) جس سے کسی قیدی کا تعلق ہو۔

بین الاقوامی قرارداد (Declaration) کا آرٹیکل (2) کہتا ہے کہ سیاسی، اختیار حدود یا ملک کی بین الاقوامی حیثیت یا ایسی حدود جس سے اس شخص کا تعلق ہو، چاہے وہ آزاد ہو (trust) خودمختار ہو کی بنیاد پر امتیاز نہیں کیا جائے گا۔

2 انسانی سلوک روا رکھنے کا حق

شہری اور سیاسی حقوق کے معاہدے کے آرٹیکل (1)(10) میں کہا گیا ہے کہ آزادی سے محروم لوگوں سے انسانیت اور انسانی وقار کی عظمت کے مساوی سلوک کیا جائے گا۔

بنیادی اصول نمبر (1) کے مطابق تمام قیدیوں سے انسانی حیثیت و پیدائشی عظمت کا سلوک کیا جائے گا۔ اسی طرح (اصولوں کا منبع) کہتی ہے کہ تمام وہ لوگ جو کسی بھی قسم کی حراست یا قید میں ہیں ان سے انسانی تکریم کے مطابق سلوک کیا جائے گا اور ان کے ساتھ انسانی وقار کے تحت سلوک روا رکھا جائے گا۔

3 تشدد سے تحفظ کا حق

قواعد کے مجموعہ کا قاعدہ 21 یہ کہتا ہے کہ " جب زیر حراست شخص سے پوچھ گچھ کی جائے کہ اس کو تشدد کا نشانہ نہ بنایا جائے اور نہ ہی دھمکیاں دی جائیں یا پوچھ گچھ کے ایسے طریقے جو اس کے فیصلہ کرنے کی قوت کو متاثر کریں آزمائے نہیں جائیں گے۔

بین الاقوامی معاہدہ کے آرٹیکل 5 کے مطابق کسی بھی شخص کو ظالمانہ تشدد، غیر انسانی یا تضحیک آمیز رویہ یا سزا نہیں دی جائیگی۔

اسی آرٹیکل اور شہری اور سیاسی حقوق کے معاہدہ کے آرٹیکل 7 کے مطابق کسی شخص سے بھی تشدد یا کسی اور ظالمانہ، غیر انسانی یا تضحیک آمیز رویہ یا سزا نہیں دی جائے گی اور خاص طور پر اس شخص کی مرضی کے خلاف کسی بھی طرح کا طبی یا سائنسی تجربہ نہیں کیا جائے گا۔

4 خواتین کے حقوق/قیدیوں کو الگ رکھنا

معیاری قواعد کے قاعدے (8-9) کے مطابق مرد اور خواتین کو ہر ممکن طریقہ سے الگ ادارہ یا اس کے کسی اور حصہ میں رکھا جائے۔ ایسا ادارہ جہاں مرد اور خواتین کی آمد ہو تو وہاں خواتین کیلئے ایک مخصوص حصہ ہونا چاہیے۔ شہری اور سیاسی حقوق کے معاہدہ کے آرٹیکل (2b)10 کے مطابق ،کم عمر ملزمان کو بالغ ملزمان سے الگ رکھا جائے گا اور ان کے مقدمہ کا تصفیہ جلد از جلد کیا جائے گا۔

اسی طرح کم از کم معیار کے قواعد کے آرٹیکل (2) 859 کے مطابق نوجوان قیدی جن کے مقدمہ کی کارروائی ابھی تک شروع نہ ہوئی ہو ان کو بالغ ملزمان سے الگ رکھا جائے گا اور ان کو الگ جیل میں رکھا جائے گا۔

شہری اور سیاسی حقوق کے معاہدہ کے آرٹیکل (10(2a کے مطابق " ملزمان اشخاص کو ماسوائے ناگزیر حالات کے سزایافتہ قیدیوں سے الگ رکھا کیا جائے گا اور ان سے غیر سزایافتہ قیدیوں کا سلوک کیا جائے گا۔ قیدیوں سے سلوک کے کم از کم قواعد آرٹیکل (1)85 کے مطابق، " ایسے ملزمان جن کے مقدمات کی کارروائی شروع نہ ہوئی ہو انہیں قیدیوں سے الگ رکھا جائے گا۔ "

5 قانونی مشورے اور مدد کا حق

اصولوں کے منبع کے اصول نمبر 17 میں کہا گیا ہے کہ زیرِ حراست شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کو وکیل کی مدد حاصل ہو اور گرفتاری کے بعد مجاز اتھارٹی اس کو اس حق سے مطلع کرے گی اور اس حق کے استعمال کیلئے مناسب سہولیات فراہم کی جائیں گی۔

6 ملاقات اور خط و کتاب کا حق

اصولوں کے منبع کے اصول 19 کے مطابق کسی بھی زیرِ حراست یا قیدی مجرم کو خصوصاً اپنے خاندان سے ملاقات اور خط وکتابت کا حق حاصل ہوگا اور اس کو مناسب موقع دیا جائے گا کہ وہ باہر کی دنیا سے رابطہ میں رہے ماسوائے مناسب پابندیوں کے جو کہ قانون میں موجود ہوں۔

7 جلد اور منصفانہ مقدمہ کا حق

شہری اور سیاسی حقوق کے معاہدہ کے آرٹیکل (4)(3)9 کے مطابق، " کسی بھی زیرِ حراست جس شخص پر ضابطہ فوجداری کے تحت الزامات ہوں تو اس کو جج یا مجاز افسر کے رُوبرو پیش کیا جائے گا اور ایسے شخص کے مقدمہ کا فیصلہ مناسب وقت میں یا اسے رہا کیا جائے گا"۔ اور کسی شخص کو گرفتار یا حراست میں لیکر اس کو آزادی سے محروم کیا گیا ہو تو اس کا یہ حق ہے کہ اس کی سماعت عدالت کے رُوبرو کی جائے اور اگر ایسی حراست قانونی نہیں ہے عدالت بغیر کسی تاخیر کے اس کی حراست کی قانونی حیثیت کا فیصلہ کرے یا اسے رہا کرے۔

قرارداد برائے انسانی حقوق کے آرٹیکل 10 کے مطابق، ہر ایک شخص کا یہ حق ہے کہ اسکے خلاف فوجداری الزامات کی کارروائی کیلئے ایک آزاد اور غیر جانبدار ٹربیونل کے ذریعے اس کو ایسی کارروائی کا برابر اور منصفانہ موقع دیا جائے۔

مندرجہ بالا کے علاوہ اقوام متحدہ کے رہنما اصول (iii۔ قیدیوں کے حقوق اور سلوک) میں قیدیوں کو جسمانی ماحول اور رہائش، تعلیم، پیشہ ورانہ تربیت اور کام، صحت اور طبی نگہداشت، تفریح، مذہب اور قید کے

دوران زندگی کے دیگر پہلوؤں کی بابت سہولتوں کی بات کی گئی ہے۔ مزید یہ رہنما اصول کم سن بچوں کے حقوقِ انصاف، فاطر العقل اور ذہنی طور پر معذور قیدیوں کے ضمن میں بھی تفصیل فراہم کرتے ہیں۔

ہمارے ملک میں قیدیوں کے حوالے سے کئی قوانین بنائے گئے ہیں جیسا کہ قیدیوں کیلئے قانون 1894 اور اس ضمن میں پروبیشن آف آفینڈرز آرڈیننس 1960 اور قواعد، 1961 کے قواعد، کمسن بچوں کیلئے نظامِ انصاف کا آرڈیننس 2000 اور قواعد، صوبائی قوانین جیسا کہ پنجاب بورسٹل ایکٹ، سندھ چلڈرن ایکٹ 1955، قیدیوں کے قانون 1894 کے تحت قواعد جن میں 1250 قواعد شامل ہیں، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ میرے اندازہ کے مطابق یہ قیدیوں کے حقوق اور استحقاق کا احاطہ کرتے ہیں اور ان قواعد میں قیدیوں سے سلوک کے علاوہ درج ذیل بھی شامل ہے۔

1 قیدیوں کو الگ رکھنا

مرد اور خواتین (سزا یافتہ اور زیر ساعت قیدیوں کو الگ حصوں میں اس طریقہ سے قید رکھا جائے کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھ یا بات نہ کرسکیں، کسی بھی طریقہ سے کوئی رابطہ مردوں کی جانب سے نہ ہوسکے۔ قیدی بچوں کو دیگر قیدیوں سے الگ رکھا جائے گا۔ اسی طرح زیر ساعت قیدیوں کو سزا یافتہ قیدیوں سے الگ رکھا جائے گا۔

دیوانی مقدمات کے قیدیوں کو فوجداری مقدمات سے سیاسی قیدیوں کو دیگر قیدیوں سے الگ رکھا جائے گا۔ (بحوالہ قواعد 231 اور 305)

2. خواتین قیدی

خواتین قیدیوں کو حفظانِ صحت کی سہولیات مثلاً صفائی، بیت الخلاء اور غسل خانہ وغیرہ ان کے وارڈ میں مہیا کیا جائے، علاوہ ازیں صابن، تیل، گدا اور کپڑے بھی دیے جائیں گے۔ قاعدہ نمبر 317 کے تحت ان کو اپنے ساتھ بچے رکھنے کی اجازت ہوگی جب تک کہ ان کی عمر 6 سال ہوجائے اور ان بچوں کو بھی کپڑے اور کھانا دیا جائے گا۔ (قواعد 328-326)

کسی بھی قیدی کو ہتھکڑیاں، بیڑیاں یا کوڑے لگا کر سزا نہیں دی جائے گی مگر شرط ہے کہ اگر انتہائی ضروری ہو تو خاتون قیدی پابند رکھنے کے مقصد سے ایسا کیا جا سکتا ہے۔ (قاعدہ نمبر 313)

3 نابالغان اور نوجوان ملزمان

نابالغ سے مراد اگر مرد قیدی ہو تو سزا کے وقت اس کی عمر 18 سال ہو اور اس میں نوجوان ملزمان

بھی شامل ہیں جب کہ نوجوان ملزمان سے مراد ایسے ملزم ہیں جن کی عمر 15 سال تک کی ہو (قاعدہ 280)۔

مزید یہ کہ قواعد کے باب XII کی شرائط کے مطابق ایسی صورت حال میں ان کو تین ماہ یا زائد سزا ہوئی ہو تو ان کو کمسن ملزمان کے ادارہ یا بچوں کے فلاحی سکول میں بھیجا جائے گا۔ (قاعدہ 281)

تمام قیدی بچوں پر انفرادی توجہ دی جائے گی تا کہ وہ کوئی کام، جسمانی، دماغی اور اخلاقی تربیت تا کہ زندگی میں نظم وضبط سیکھ سکیں اور نوجوان ملزمان جن کا ذہن اور کردار ناپختہ ہوتا ہے ان کیلئے ایسی تربیت اچھا سماجی رویہ پیدا کرتی ہے۔ (قاعدہ 295)

اگر ایک قیدی کو ایک سال یا زائد کی سزا ہوئی ہو تو اس کو حصولِ تعلیم کی سہولت مہیا کی جائے گی یعنی پڑھنا، لکھنا اور حساب و کتاب کا علم روزانہ دو گھنٹے سکھایا جائے گا۔ (قاعدہ 298)۔

ایسے قیدیوں کو جسمانی مشق، ورزش کا طریقہ اور معمول کے میدانی کھیل اور خدمت خلق کا جذبہ پیدا کرنے والی تربیت دی جائے گی اور ان کو فوری طبی امداد اور صفائی ستھرائی کی بابت ہدایات بھی تواتر سے دی جائیں گی۔ (قاعدہ 299)۔

4 خط اور انٹرویوز

زیرِ سماعت اور دیوانی مقدمات کے قیدی

انٹرویو دینے یا رشتہ داروں، دوستوں اور قانونی مشیروں سے زبانی یا تحریری رابطہ کی مناسب سہولیات قیدیوں کو دی جائیں گی۔ مزید برآں زیرِ سماعت قیدیوں کی اپنے وکلاء سے ملاقات کھلے عام ایسے ہو کہ جیل اہلکار سن نہ سکیں۔ (قاعدہ (566-564)

اگر مناسب ہو تو زیرِ سماعت قیدی کو ہفتہ میں ایک بار سرکاری خرچ پر خط لکھنے کی اجازت ہو گی اور اپنے دفاع میں لکھے گئے مزید خط بھی سرکاری خرچ پر ہوں گے۔ (قاعدہ 565)

دیوانی مقدمات کے قیدی اپنے دوستوں اور عزیزوں سے ملاقات مقررہ اوقات اور پابندیوں کے مطابق کر سکتے ہیں۔ (قاعدہ 570)

سزا یافتہ قیدی۔

ہر سزا یافتہ قیدی کو اپنے رشتہ داروں، دوستوں اور قانونی مشیروں سے اپیل نظر ثانی یا ضمانت کی درخواست کے متعلق مناسب رابطہ اور ملاقات کی اجازت دی جائے گی۔ اس کو ایک یا دو مرتبہ اپنے عزیزوں اور دوستوں کو خط لکھنے کی ایک یا دو دفعہ اجازت ہو گی۔ اگر ضروری سمجھا جائے تو اپنی ملکیت کی دیکھ بھال یا

دیگر گھریلو معاملات کیلئے بھی اہل ہوسکتا ہے(قاعدہ 538)

خصوصی ملاقاتیں۔

قواعد کے تحت ان استحقاق کے علاوہ ایسا قیدی جس کو پانچ سال سے زائد سزا ہوئی ہو کو اجازت ہوگی کہ اپنی زوجہ اور چھ سال سے کم عمر بچے کو جیل کے احاطے میں رکھ سکتا ہے اور اس مقصد کیلئے احاطہ مخصوص ہوگا مگر شرط ہے کہ کوئی قیدی سال میں تین مرتبہ تین دن مسلسل اور دیگر شرائط کے تحت اس حق کو استعمال کرسکتا ہے(قاعدہ 545-A)

حکومت یا حکومتی افسران کو درخواست دینا۔

قیدی (دوسروں کی طرف سے نہیں) حکومت یا حکومتی افسران کو ان کی سرکاری حیثیت میں ایسی تکلیف یا شکایت کو دور کرنے کیلئے رجوع کرسکتا ہے لیکن ایسا رابطہ اس تکلیف تک محدود ہوگا تاکہ کوئی متنازع یا غیر ضروری بات نہ ہو۔ (قاعدہ 542)

5 **اپیلیں اور درخواستیں۔**

جیل سپرنٹنڈنٹ جیل میں پہلی بار داخل ہونے والے ہر قیدی کو اپیل داخل کرنے کے بارے میں مطلع کرے گا اور قیدی کی خواہش پر اپیل داخل کرنے کی کو سہولت بھی دی جائے گی۔ (قاعدہ 90)

سزا یافتہ قیدیوں کو مناسب موقع دیا جائے گا کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کے ساتھ ملاقات کرسکیں اور اپیل دائر کرنے کیلئے قانونی مشیر سے ملاقات کرسکیں۔ تاہم ایسی ملاقات نظروں کے سامنے ہوگی اور اس بات کو یقینی بنایا جائے گا کہ جیل انتظامیہ کے نگہبان اہلکار گفت وشنید نہ سُن سکیں۔ (قاعدہ 92)

مندرجہ بالا کے علاوہ حقوق اور استحقاق کے دیگر قواعد کے تحت سہولتیں مثلاً جسمانی ماحول ،خوراک کی فراہمی، صحت کی نگہداشت، تعلیم، رہائش، تربیت اور قیدیوں کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے متعلق قانون کے مطابق مہیا کی جائیں گی۔

چونکہ قواعد کی تعداد مجموعی طور پر کافی (1250) ہے لہٰذا موضوع کی مناسبت سے ان کا حوالہ دیا گیا ہے۔

کمسن مجرمان کو انصاف کی فراہمی کا آرڈیننس 2001 ایک خاص قانون ہے جو کہ اُن کم سن مجرمان سے متعلق ہے جن کی عمر جرم کے ارتکاب کے وقت 18 سال تک کی نہیں ہوتی۔ قانون کے تحت کم

سن بچوں کی عدالتیں قائم ہونی چاہیں جن کو کم سن مجرمان کے حوالے سے اختیار سماعت حاصل ہے۔ (دفعہ 4)

ہر وہ بچہ جس پر جرم کے ارتکاب کا الزام ہے یا وہ جرم سے متاثرہ ہے، اس کو ریاستی خرچ پر قانونی مدد کا حق حاصل ہے۔ (دفعہ 3)

ایسے نابالغان جن پر جرم کے ارتکاب کا الزام ہو ان کی گرفتاری اور ضمانت پر رہائی کے حوالہ سے حقوق کی بابت قانون کی شقوں میں ذکر ہے۔ (دفعہ 10) تا کہ اس کو پروبیشن پر رہا کیا جا سکے (دفعہ 11) اور کسی بھی بچے کو سزائے موت یا اصلاحی سکول یا کسی دوسرے ادارہ میں سزا گزارتے ہوئے مشقت کی سزا نہیں دی جائے گی اور اسے ہتھکڑیاں یا بیڑیاں نہیں پہنائی جائیں گی یا تحویل کے دوران کوئی بھی جسمانی سزا نہیں دی جائے گی۔ ماسوائے اگر یہ خدشہ ہو کہ وہ کم سن قیدی حراست سے کہیں فرار ہو جائے گا۔ (دفعہ 12)

اس آرڈیننس کی دفعات کسی بھی دیگر قانون کے علاوہ ہیں نہ کہ اس کے برخلاف جو کہ اس وقت نافذ العمل ہے۔ (دفعہ 14)

اس موضوع پر سندھ میں "بچوں کا قانون 1955" پہلے سے نافذ العمل ہے۔ یہ قانون موجودہ عدالتوں کو خصوصاً اختیار دیتا ہے کہ وہ 16 سال سے کم عمر کے بچوں کے معاملات کی سماعت کر سکیں۔

کسی بچہ کا مقدمہ بالغ ملزم کے ساتھ نہیں چلایا جائے گا۔ علاوہ اس قانون کے تحت بچوں کیلئے دیگر کئی حقوق اور استحقاق بھی دیئے گئے ہیں۔

قیدیوں کے حقوق و مراعات

جسٹس میاں فصیح الملک، جج پشاور ہائی کورٹ

زیر نظر مقالہ میں قید کو سزا کے علاوہ اصلاح کا ذریعہ قرار دینے اور قیدیوں کے شخصی استحقاق، پاکستان کی جیلوں میں سہولیات کے فقدان، قیدیوں کے حقوق کے تحفظ کیلئے رائج بین الاقوامی قوانین اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کو بہترین مثال قرار دیتے ہوئے اور ملک میں ان قوانین کے فوری نفاذ کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ پاکستان ان قراردادوں کا توثیق کنندہ ہونے کی حیثیت سے، ریاست میں ان قراردادوں کے نفاذ کا پابند بھی ہے۔ انسانی حقوق کی قرارداد مجریہ 1948 کے آرٹیکل 5 کا تذکرہ کیا گیا، جو تشدد، ظلم، غیر انسانی اور تضحیک آمیز سلوک سے روکتا ہے۔ بین الاقوامی قرارداد برائے شہری و سماجی حقوق مجریہ 1966 کی دفعہ 9(4) کا بھی اعادہ کیا گیا، جو آزادی سے محروم افراد سے انسانی سلوک کا درس دیتی ہے۔ پاکستان میں قیدیوں کے خاص حقوق کا تجزیہ ان کے دوران قید سامان کی تفصیلات اور قیدی کو چیک کے اجراء کے حق کی وضاحت کی اور اپیل دائر کرنے کے حق، ضمانت پر رہائی، سزا کی تکمیل پر سفر کے اخراجات کی ادائیگی کے حق کو بیان کیا گیا ہے۔ مزید، آں سزاؤں میں تخفیف کے اصول اور دیگر رعایات کا اعادہ کیا گیا۔ جیل مینول کے تحت حفظانِ صحت کے اصولوں پر عملدرآمد، ذہنی مریض قیدیوں کو الگ رکھنے اور عمر اور جنس کے حساب سے قیدیوں کی درجہ بندی کو بھی موضوع بحث بنایا گیا۔ ترقی یافتہ ممالک میں قیدیوں کے حقوق اور جیلوں کی مراعات کا ترقی پذیر ملکوں میں قیدیوں کو حاصل سہولیات اور درپیش مشکلات کا تقابلی جائزہ بھی لیا گیا ہے اور قیدیوں کے حالات میں بہتری لانے اور حکومت پاکستان کو ان مسائل کے حل کیلئے چند تجاویز دی گئی ہیں، جن میں مجرم کی گرفتاری، عدالتی کارروائی کا دورانیہ کم کرنا اور جیلوں پر بوجھ کم کرنے کیلئے فوجداری مقدمات میں جلد از جلد فیصلہ کرنے کی کوشش پر زور، سزاؤں کے متبادل ذرائع کے استعمال اور سزاؤں میں تخفیف کیلئے مناسب قانون سازی اور قیدیوں کو منظم رکھنے، کرپشن کے پھیلاؤ کی وجہ سے بے چینی، بدعنوانی اور رشوت ستانی کا خاتمہ شامل ہیں۔ مزید تجاویز میں قیدیوں کو مناسب سہولیات

> ہم پہنچانے کیلئے حکومت کی طرف سے مناسب مالی معاونت فراہم کرنے، پروبیشن اور پیرول افسران کی کمی کو دور کر کے اصلاح احوال کے بہتر پروگرام تشکیل دینے، جیل میں جرائم کی سزائیں جیسے کوڑے لگانا اور قیدیوں کو بیڑیاں پہنانا وغیرہ کو بذریعہ مبہم قانون ختم کرنا اور جیل سپرنٹنڈنٹ کی جانب سے دی گئی سزا کے خلاف اپیل کی شق شامل قانون اور جیل میں دی گئی سزاؤں کے حوالے سے مناسب قانون سازی کرنا شامل ہیں۔ خواتین قیدیوں اور ان کے چھوٹے بچوں کے متعلق مناسب قانون سازی کر کے بنیادی سہولیات مہیا کرنے، قیدیوں کو جیل قواعد سے روشناس کروانے، اور جیلوں میں صحت سے متعلق بہتر انتظامات کرنے پر زور دیا۔ نیز ایسے قیدی جو HIV ایڈز جیسے مرض میں مبتلا ہوں کی صحت کی معلومات کو راز میں رکھنے اور امتیازی سلوک سے تحفظ دینے کی تجویز دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں ہر جیل میں میڈیکل آفیسر تعینات کرنے اور جیلوں میں مناسب طبی سہولیات فراہم کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔

ریاستی جیلوں میں قیدی کسی فوجداری یا دیوانی الزام میں سزا یافتہ ہوتے ہیں یا مقدمات کا سامنا کرتے ہیں۔ جدید دور میں کسی جرم میں سزا اٹھارویں صدی کے فلسفہ جہالت کے دور کی سخت اور پرتشدد سزاؤں کے طریقہ کا مناسب نعم البدل ہے۔ قید کی سزا کا ایک مقصد ہے کہ مجرم کو دوبارہ اصلاح کی جانب راغب کیا جاسکے تاکہ وہ مفید اور قانون کی پاسداری کرنے والا اچھا شہری بن سکے جو کہ ہنرمندانہ تربیت اور اخلاقی تعلیمات کے ذریعے ہوسکتا ہے۔ جیل کا بنیادی مقصد اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ کوئی شخص معاشرہ میں واپسی پر جرم کا اعادہ نہ کرے۔ سزا یافتہ قیدی کو جب معاشرے سے الگ کیا جاتا ہے تو اس میں دوبارہ غلط کام کرنے کی استطاعت نہیں رہتی۔

دوسرے لوگوں کیلئے سزا ایک سبق آموز چیز ہے اور معاشرہ میں سزا کی روک تھام اور اصلاح واحوال کا ایک ذریعہ ہے۔ قیدی بھی انسان ہونے کے ناطے اچھے سلوک اور توجہ کے مستحق ہیں علاوہ ازیں ان کو علم حاصل کرنے اور طبی نگہداشت پہنچانے کیلئے کوشش کرنی چاہیے۔ ان سب کی بنیادی ضروریات ویسی ہی ہیں جیسا کہ دیگر افراد کی جو ان حقوق اور استحقاق کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان حقوق میں مناسب آرام و آسائش، مناسب خوراک طبی نگہداشت، تکنیکی تربیت، علیحدگی، قانونی مدد، مناسب غذا اور رشتہ داروں کے ساتھ ملاقات وغیرہ کے حقوق شامل ہیں۔ عدم مساوات اور فرق، جیلوں کیلئے ناکافی منصوبہ بندی، صحت اور فلاح پر کم خرچ، مفت قانونی مدد کی کمی، قیدیوں کی جسمانی جذباتی اور نفسیاتی اذیت، وغیرہ پاکستان کی جیلوں کے بڑے مسائل ہیں۔ ان جیل دھوکہ دہی، بدعنوانی اور لاقانونیت کا مرکز بن گئی ہے اور تحویل کے دوران تشدد اور اموات معمول بن گیا ہے۔

بین الاقوامی قانون اور جیلوں کیلئے معیارات

عالمی طور پر ریاستوں کیلئے جیلوں کا معیار وضع شدہ ہے۔ جس کا مقصد قیدیوں کے حقوق کا تحفظ ہے۔ یہ قواعد یا اقدامات قانونی طور پر عائد نہیں ہیں۔ لیکن بین الاقوامی سطح پر ان کو تسلیم کیا گیا ہے اس ضمن میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اختیار کردہ قواعد اور اقدامات ایک اچھی مثال ہیں۔ اس حوالے سے قابل ذکر پہلی دستاویز بین الاقوامی معیار کی اصلاح سے تعلق رکھتی ہے اور اس کو قیدیوں کے ساتھ روا سلوک کے قواعد "**کم سے کم معیار کے قواعد**" (Standard Minimum Rules) کے طور پر جانا جاتا ہے۔ یہ قواعد پہلی بین الاقوامی کانفرنس جو برائے انسدادِ جرم اور قیدیوں سے سلوک سے متعلق اور 1955 کے مرہونِ منت ہیں۔ ان معیاری قواعد کو مزید ایسے معیارات سے اقوام متحدہ کی کانفرنس نے جوڑا ہے جیسا کہ بیجنگ قواعد 1985، ریاض رہنمائی کے اصول 1990 اور بنکاک قواعد 2010 قابل ذکر ہیں۔ یہ قواعد کچھ ایسے معیارات مہیا کرتے ہیں جس کی بنیاد پر بین الاقوامی منشیات اور قانون کا نفاذ کرنے والا ادارہ آئی این ایل (INL) کسی ملک کی اصلاحی نظام کا تجزیہ کرتا ہے۔ بین الاقوامی قاعدہ جو کہ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کی قرارداد 1948 میں مذکور ہے کہ " کسی بھی شخص پر تشدد یا ظلم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی غیر انسانی یا تضحیک آمیز سلوک والی سزا دی جائے گی (آرٹیکل 5)

بین الاقوامی قرارداد برائے شہری اور سیاسی حقوق 1966 میں بیان کیا گیا ہے کہ "تمام وہ لوگ جو آزادی سے محروم کئے گئے ان سے انسان اور بنیادی انسانی عظمت والا سلوک رکھا جائے گا۔ (آرٹیکل 9(4))۔

پاکستان نے بین الاقوامی قرارداد برائے شہری اور سیاسی حقوق 1966 کی توثیق کی ہے لہٰذا اس معاہدہ کی شقوں کے تحت پابند ہے کہ وہ قیدیوں کے معیار زندگی کو بہتر بنائے اور بین الاقوامی معیار کے مطابق لائے۔ پاکستان نے تشدد کے خلاف قرارداد کی بھی توثیق کی ہے جس کے مطابق ایسے قوانین کو ختم کرنا ضروری ہے جو کہ جیل کے اندر اور باہر جسمانی تشدد کی اجازت دیتے ہیں۔ ان بین الاقوامی قراردادوں پر عمل پاکستان پر لازم ہے اور عوام قیدیوں کے بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ کرے۔ چند بنیادی حقوق جیسا کہ آزادانہ نقل و حرکت کا حق، اجتماع کا حق، اظہار آزادی کا حق، گھر والوں کو ساتھ رکھنے کے حق پر قید کے دوران پابندی ہو سکتی ہے کیونکہ یہ حق ہمیشہ یکساں نہیں ہو سکتے لیکن چند حقوق قیدی کیلئے بھی لازم ہیں جیسے:

عظمت انسانی کا حق؛

زندگی کا حق، (ماسوائے موت کی سزا پانے والا قیدی)؛

مساوات اور امتیازی سلوک کا حق؛ اور

تشدد نہ کرنے یا ظالمانہ یا غیر انسانی رویہ کا حق۔

پُر تشدد، ظلم اور نسلی بنیادوں پر ہراساں کرنے اور قانونی مشیر سے رابطہ کرنے کا حق بین الاقوامی سطح پر تسلیم شدہ ہے۔

ایک دلیل یہ بھی ہے کہ قیدِ مشقت ایک جبری مشقت ہے جو کہ غلامی کے زمرے میں آتی ہے اور آئینِ پاکستان کے منافی ہے۔

معاہدہ برائے محاصل اور کاروبار (GATT 1947) کے تحت جیل میں بنائی گئی اشیاء سے استثنائی سلوک رکھا گیا ہے۔ قیدیوں کے ہاتھوں بنائی جانے والی چیزیں کو عالمی منڈی میں کاروباری مقابلہ میں کم فائدہ نہیں اٹھائیں گی۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد حکمرانوں نے سوچا کہ قیدیوں کے ہاتھوں بنائی جانے والی چیزوں کا استعمال بین الاقوامی کاروباری منڈیوں کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس وجہ سے انہوں نے اس معاہدہ میں استثناء مہیا کیا کہ دیگر ممالک کو قیدیوں کے ہاتھوں بنی چیزیں کی سستی فروخت پر پابندی عائد ہوگی۔

قیدیوں اور جیل انتظامیہ کو کئی مشکلات کا سامنا ہوسکتا ہے لیکن یہی لمحے قانون قیدیوں کیلئے حقوق اور استحقاق بھی متعین کرتا ہے۔

پاکستان میں قیدیوں کا استحقاق

پاکستان کا جیل مینوئل قیدیوں کے درج ذیل استحقاق کی ضمانت دیتا ہے:۔

1۔ جیل مینوئل کے قاعدہ 68 کے مطابق، تمام نقدی، زیورات، کپڑے اور دیگر ملکیت اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ یا کوئی آفیسر اپنی تحویل میں لے گا جو قیدی کے جیل میں داخلہ کے وقت انچارج ہوگا اور اس چیز کو داخلہ رجسٹر میں درج کر کے محفوظ تحویل میں رکھا جائیگا۔

2۔ **بنیادی چیزیں**

جیل مینوئل کے قاعدہ 75 کے مطابق، قیدیوں کو اپنے ساتھ بنیادی اشیاء رکھنے کی اجازت ہوگی جیسا کہ دانتوں کا برش، چمچ، تولیہ، جرسی، مگ، پلیٹ، شیونگ کا سامان، پڑھنے کا سامان وغیرہ اور یہ فہرست

33 اشیاء پر مشتمل ہے۔

3۔ **قیدی کو چیک جاری کرنے کا حق**

جیل مینوئل کے قاعدہ 84 کے مطابق، قیدی جیل سے چیک جاری کر سکتا ہے۔

4۔ **اپیل دائر کرنے کا حق**

جیل مینوئل کے قاعدہ 90 کے مطابق، سپرنٹنڈنٹ جیل قیدی کو اپیل دائر کرنے کیلئے ہر ممکن سہولت فراہم کریگا اور اپیلیٹ کورٹ میں اس کی اپیل دائر کرنے میں کوشش کرے گا۔

5۔ **ضمانت پر رہائی یا قیدی کی سزا کا مکمل ہونا**

جیل مینوئل کے قاعدہ 124 کے مطابق رہائی کا حکم ملتے ہی اسی دن قیدی کو رہا کرنا چاہیے اور قاعدہ 135 کے مطابق، ایسے قیدی کو ریل کے ٹکٹ درجہ سوئم یا بس کا کرایہ دیا جائے گا اگر اس کا گھر جیل سے 8 کلومیٹر سے زائد فاصلہ پر ہے۔

6۔ **سزاؤں میں تخفیف/رعایت**

جیل مینوئل کے قاعدہ 198 میں رعایت کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے۔ رعایت والا نظام ایک تکنیکی موضوع ہے اور اس کو جامع اور منطقی طور پر سمجھنے کیلئے عام فہم بنانے کی ضرورت ہے۔ اس وقت رعایت کا نظام عام اور خاص رعایت پر مشتمل ہے، جس کا قید کی نوعیت پر انحصار ہے۔ ایک قیدی اچھے رویے اور خدمات کی وجہ سے ایسی رعایت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ جیل قواعد کے قاعدہ 202 کے تحت ایسی رعائتیں منسوخ بھی کی جا سکتی ہیں۔

7۔ **قیدیوں کے درمیان تفریق کرنا**

جیل مینوئل کے باب نہم کے مطابق، ہر قیدی کا حق ہے کہ متعلقہ قواعد کے مطابق اس کی درجہ بندی بالحاظ عمر، قید کی نوعیت، سزا یافتہ یا قیدی زیر سماعت مقدمہ کی جائے اور دیگر اسباب جیسا کہ کم سن بچے، دیوانی مقدمات والے قیدی، سیاسی قیدی، سخت گیر قیدی وغیرہ۔ (بحوالہ قواعد 225, 227, 228, 229 اور 331)

ایسی درجہ بندی کا مطلب ہے کہ نرم خو قیدی کو سخت مزاج والے قیدیوں سے الگ رکھا جائے تا کہ ان کے درمیان کسی بھی قسم کی تشدد یا تفریق کو ختم کیا جا سکے۔ ایسے درجہ بندی والے قیدیوں کے حقوق اور استحقاق کا ذکر جیل مینوئل کے باب 10 اور 11 میں مذکور ہے۔

8۔ ذہنی طور پر بیمار قیدیوں کو الگ رکھنا

چند قیدی دماغی بیماری میں مبتلا ہوں گے عموماً وہ خطرناک یا سخت گیر ہوں گے۔ جیل مینوئل کے قاعدہ 442 کے مطابق خطرناک، شور اور گالم گلوچ کرنے والے قیدی کو الگ سیل میں مسلسل سخت نگرانی میں رکھا جائے گا اور قاعدہ 444 کے تحت اس کو علاج کیلئے نفسیاتی علاج گاہ بھیجا جائے گا۔ اس کا مقصد دیگر قیدیوں کو محفوظ کرنا ہے۔

9۔ قیدیوں کی دیگر ساتھی قیدیوں کے ذریعے نگہبانی کرنا

قیدیوں کو حق حاصل ہے کہ ان کا خیال ان کے ساتھی قیدی کرے جو کہ وارڈر، لمبر دار، مقدم یا شین پوش ہونے کا اہل ہو۔ ایسے قیدیوں کی اہلیت جیل مینوئل کے قاعدہ 459 میں درج ہے۔

10۔ جیل میں مناسب خوراک

جیل مینوئل کے قاعدہ 260,469 اور 471 کے تحت قیدیوں کو حق حاصل ہے کہ ان کو متعین مقدار خوراک مہیا کی جائے۔

11۔ صفائی ستھرائی

قیدیوں کا حق ہے کہ قاعدہ 623 کے تحت ان کو مناسب تعداد میں بیرکس مہیا کی جائیں اور جن میں زیادہ ہجوم نہ ہو۔ اور ان میں صفائی ستھرائی اور نہانے کے مناسب انتظامات ہوں تاکہ انسانی رتبہ اور ذاتی خوراک کا کم از کم معیار برقرار رکھا جائے۔

12۔ بیڑیاں پہننے سے استثناء

جیل مینوئل کے قاعدہ 649 کے تحت عورتوں، بچوں، بیمار، کمزور، دیوانی نوعیت کے مقدمات والے قیدی، سزا یافتہ قیدی یا دیگر ایسے قیدی جو بیڑیاں پہننے کیلئے موزوں نہ ہو یا جن کو طبی آفسر نے احتیاط بتائی ہو ان کو بیڑیاں پہننے سے استثناء حاصل ہے۔

13۔ نظم وضبط اور حرکات وسکنات

قاعدہ 656 کے تحت قیدیوں کا یہ حق ہے کہ ان کو سونے کا مناسب وقت دیا جائے اور صبح اور دوپہر کا کھانا قاعدہ 661 کے تحت دیا جائے اور قاعدہ 668 کے تحت لنگر پر مناسب کام کی تقسیم ہو۔ قاعدہ 670 کے تحت دوپہر اور شام کا کھانا تقسیم کرتے وقت ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ موجود ہوگا۔

14۔ کپڑے دھونے کی سہولت

قاعدہ 276 کے تحت کپڑے دھونے کیلئے صابن اور مناسب وقت دیا جائے گا۔

15۔ کھیل اور ورزش

قاعدہ 678 کے مطابق موت کی سزا پانے والے قیدی کو صبح اور شام کی چہل قدمی کیلئے 30 منٹ تک کا وقت دیا جائے گا۔ جب کہ دیگر قیدیوں کو بھی اندرونی اور بیرونی کھیل اور صحت مند مصروفیات کیلئے سہولت دی جائیگی۔

16۔ تعلیم

قاعدہ 679 کے مطابق تمام ان پڑھ قیدیوں کو پرائمری کے معیار کی تعلیم دی جائیگی جو کہ تقریباً روزانہ دو گھنٹے تنخواہ دار استاد دے گا اور پڑھے لکھے قیدی اس ضمن میں اس کی مدد کریں گے۔ قیدیوں کو روزانہ اخبار دی جائے گی اور ان کیلئے کتابوں سے بھری لائبریری بھی موجود ہوگی۔

17۔ مزدوری

قید با مشقت کی سزا کا ہر قیدی مناسب مزدوری کرے گا چاہے وہ صنعتی یا غیر صنعتی کام ہو (قاعدہ 810)۔ جب کہ جیل ایکٹ 1894ء کی دفعہ 35 کے تحت کسی قیدی سے دن میں آٹھ گھنٹے سے زائد مشقت نہیں لی جائے گی۔ قیدیوں کا حق ہے کہ ان کو ہنر سیکھنے کیلئے وقت دیا جائے اور ان کو تکنیکی آلات کا استعمال اور تربیت دی جائے گی۔ قیدی جیل کے اندر اور باہر سبزیاں وغیرہ بھی کاشت کریں گے۔ قاعدہ 854۔

18۔ عدالتی افسر کا معائنہ کرنا

جیل مینوئل کے قاعدہ 907 کے مطابق ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ (سیشنز جج) معائنہ اور نظم وضبط کا جائزہ لینے کیلئے باقاعدگی سے مقررہ اوقات پر جیل کا دورہ کریں گے اور قیدی ان سے اپنی شکایات بھی کر سکتے ہیں۔

19۔ قیدیوں کو عدالتی پروانوں کی تعمیل کروانا

قیدیوں کے قانون 1900 کی دفعہ 47 کے تحت ہر قیدی عدالتی سمن (پروانے) کی تعمیل کا مستحق ہے۔

20۔ عدالت میں پیشی

قیدیوں کے قانون 1900 کی دفعہ 41 کے تحت جیل انتظامیہ کی ذمہ داری ہے کہ زیرِ تحویل ملزم

کو طلب کرنے والی عدالت کے رُوبرو پیش کرے۔ یہ ملزم کا بنیادی حق ہے وگرنہ اس کی حراست غیر قانونی تصور کی جائے گی۔

21۔ خاندان کے افراد سے ملاقات

قاعدے کے مطابق مقررہ معیاد کے اندر ہر ایک قیدی کا حق ہے کہ وہ اپنے گھر والوں سے ملاقات کرے۔ قیدیوں کے قانون 1900 کا باب نہم ملاقات کرنے والوں کیلئے چند شرائط وضع کرتا ہے۔

22۔ مناسب لباس اور سازوسامان

جیل مینوئل کے باب 21 میں قیدیوں کے کپڑوں اور دیگر اشیاء کا ذکر ہے۔ اس باب کے مطابق ہر قیدی کو حق حاصل ہے کہ اُسے مناسب لباس مہیا کیا جائے اور لباس کا معیار جیل مینوئل کے قاعدہ 518 کے مطابق ہوگا۔

ترقی یافتہ ممالک میں قیدیوں کا معیار

دنیا بھر میں جیل قواعد کے مطابق، حالات معمولی فرق کے علاوہ تقریباً ایک جیسے ہیں اور ایسے حقوق مہیا کرنا ملک کے معاشی حالات پر منحصر کرتا ہے۔ امریکہ میں ایک لاکھ کی آبادی پر 350 افراد قیدی ہیں اور ان کی اصلاح پر 31 ارب سے بھی زیادہ خرچ کیا جاتا ہے۔ روس میں ایک لاکھ کی آبادی میں سے 565 افراد قیدی ہیں جو کہ امریکہ کے قیدیوں کے قریب تر ہے۔ پاکستان میں ایک لاکھ کی آبادی میں سے 409 قیدی ہیں۔ عیاں ہے کہ امریکہ میں اس طرح کے اخراجات کی وجہ سے معیارِ زندگی بھی متاثر ہوتا ہے۔ مشرقی اور مرکزی یورپ کے ممالک امریکہ کے طرز پر اپنے آپ کو ماڈل بنانے کی امید نہیں رکھتے کہ جیلوں پر اتنا خرچ کیا جاسکے اور ہمہ وقت اپنے ملک کو معاشی ترقی بھی دے سکیں۔ امریکہ نے جیلوں میں آبادی کے مسئلہ کو ایونٹ مینجمنٹ سسٹم کے ذریعہ کنٹرول کیا ہے۔ جہاں ہر قیدی کو درجہ کے مطابق یعنی بالغ، کم سن بچے، عورتیں وغیرہ ایونٹ منیجر، سماجی کارکن، اصلاحی مشیر، سیکرٹری اور ماہر نفسیات کی نگرانی مہیا کی جاتی ہے۔ ایونٹ مینجمنٹ کے نفاذ کا یہ تبدیل شدہ طریقہ کار ادارہ میں بہت مئوثر اور کم خرچ ثابت ہوا ہے۔ امریکہ میں وہ قیدی جو قواعد پر عمل کرتے ہیں استحقاق کے مستحق ہوسکتے ہیں۔ اس کو استحقاق حاصل کرنے اور رغبت کی اسکیم کہا جاتا ہے۔ ہر ایک لیول مختلف استحقاق پر مشتمل ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

(الف) خاندانی افراد اور دوستوں کی زیادہ بہتر ملاقاتیں؛

(ب) جیل کی نوکری میں زیادہ سے زیادہ کمانا اور زیادہ خرچ کرنا؛

(ح) بیرک میں ٹیلی ویژن تک رسائی دینا؛
(د) ذاتی کپڑوں کو پہننے کا موقع فراہم کرنا؛
(ذ) نجی نقدی اور ذرائع کا استعمال اور رسائی کی اہلیت؛ اور
(ر) میل وملاقات کے زیادہ اوقات کار دینا۔

اس اسکیم کے مقاصد درج ذیل ہیں۔

- قیدیوں کی طرف سے ذمہ دارانہ رویہ کی حوصلہ افزائی کرنا؛
- قیدیوں کی طرف سے کام کرنے کی کوششوں اور دیگر تعمیری مصروفیات کی حوصلہ افزائی کرنا؛
- سزایافتہ قیدیوں کی حوصلہ افزائی کرنا کہ وہ اپنی سزا کے دوران منصوبہ بندی کریں اور ایسی مصروفیات جو ترتیب دی گئی ہوں جن کا مقصد دوبارہ جرم کرنے سے باز رکھنا ہو، کی حوصلہ افزائی کرنا؛ اور
- قیدیوں اور عملہ کیلئے مزید منظم، بہتر ضابطہ اور محفوظ ماحول پیدا کرنا۔

برطانیہ میں جیلوں کو انہی مسائل کا سامنا ہے۔ خصوصاً غیر قانونی تارکین وطن کی بڑھتی ہوئی گرفتاریاں اور پناہ لینے والے لوگوں کی تعداد، تاہم مقررہ استحقاق جس میں ذاتی نقدی، بیرکوں میں ٹیلی ویژن اور گھر والوں سے زیادہ ملاقاتوں تک رسائی، گھریلو کپڑے پہننے کا موقع اور اچھی تنخواہ والی نوکریاں اور جیل کی بیرکوں سے باہر وقت گزارنے کے مواقع شامل ہیں۔ قیدی اپنے اچھے رویے کی بنیاد پر معیاری یا زائد استحقاق حاصل کرتے ہیں۔ ان میں سے دو فی صد قیدی ایسے ہیں جو کہ بنیادی لیول پر پہنچتے ہیں جہاں ان کو ٹی وی نہیں ملتا، کم کماتے ہیں اور جیلوں میں رہتے ہوئے زیادہ خرچ کرتے ہیں۔ ایسی ترغیبات نظم وضبط کی مد میں اچھا اثر دکھا رہی ہیں اور ان کو واپس لینا یا تبدیل کرنا غصہ کی وجہ بن سکتا ہے اور منظم طور پر قیدیوں کا اختلاف دنگا وفساد کی وجہ بن جاتا ہے۔

مشرقی اور مرکزی یورپ کے تقریباً ہر ملک میں 1991 کے شروع میں قیدیوں کی تعداد میں اضافہ ہوا اور نتیجہ میں اصلاح کے پہلے سے کمزور ڈھانچے کی وجہ سے مزید مطالبات کئے گئے۔ ان باتوں کا زیادہ سے زیادہ وقوع بیلا رس، کروشیا اور چیک ریپبلک میں ہوا۔ اس کے علاوہ رومانیہ اور سلوواکیہ میں 50 فی صد سے بھی زیادہ قیدیوں کی تعداد جیلوں میں 1991 سے بڑھ گئی۔ ان مسائل کے باوجود مشرقی اور مرکزی یورپ کے ممالک میں فوجداری نظامِ انصاف کی اصلاحات میں وسیع پیمانے پر ترقی ہوئی۔ ان ممالک میں سفید فام، سیاہ فام اور ایشیائی لوگوں کے درمیان نسلی امتیاز بھی ایک مسئلہ رہا ہے۔

ترقی پذیر ممالک میں قیدیوں کا معیار

انسانی حقوق دراصل عالمی حقوق ہیں جو کہ دنیا بھر میں تمام قیدیوں کو حاصل ہیں۔ مختلف صرف ان کو تسلیم کرنا اور نافذ کرنا ہے۔ ترقی پذیر ممالک کے پاس کم ذرائع ہیں جس کی وجہ سے جیلوں کی حالت ابتر ہے ان مسائل میں ایک عام مسئلہ جو درپیش ہے وہ جیلوں میں حد سے زیادہ قیدیوں کا ہونا ہے۔ غریب ممالک میں قیدیوں کو ضروری سہولیات جیسا کہ کھانا، پانی اور صفائی ستھرائی کی صورتحال، بنیادی ضروریات جیسا کہ صابن، سرف اور رہن سہن کی مناسب سہولیات کی کمی ہے۔ خوراک اور پانی کی کمی ایک مسئلہ ہے جو کہ کئی ممالک کو درپیش ہے۔ مثال کے طور پر زومبا (Zomba) کی مالاوی جیل میں موت کی سزا پانے والے قیدیوں کو دن میں ایک بار کھانا دیا جاتا ہے۔ خوراک کی کمی زمبابوے، زومبا اور بینن (Benin) میں عام مسئلہ ہے اور اس طرح سے موت پانے والے قیدی انہی مسائل کا شکار ہیں۔ میانمار کی جیلوں میں خوراک اور پانی سے محروم کرنا سزا کی ایک قسم ہے۔ یہ بھی سامنے آیا ہے کہ کانگو، زمبیا اور زمبابوے میں خوراک کی کمی کی وجہ سے قیدی فوت ہوئے ہیں۔

انتہائی سخت اور زندگی کو نقصان دینے والے خطرناک اور تضحیک آمیز طریقے تیسری دنیا کے ممالک کی جیلوں میں آزمائے جاتے ہیں۔ کئی ممالک میں جیسا کہ بنگلہ دیش، بینن، گھانا، گوئٹے مالا، جمیکا، لبنان، مراکو، نائجیریا، ساؤتھ سوڈان، تنزانیہ، ترینیداد، ٹوباگو، تونیسیہ، یوگنڈا اور زمبیا کی جیلوں میں حد سے زیادہ قیدیوں کا ہونا ایک خاص مسئلہ ہے۔ جیل کے اہلکاروں نے یہ رپورٹ کیا کہ گھانا کی ایک جیل میں 104 موت کی سزا پانے والی قیدیوں کو ایسی بیرک میں رکھا گیا جہاں پر صرف 24 قیدیوں کی گنجائش تھی۔ نائجیریا میں جہاں چھ قیدی رکھے جا سکتے تھے وہاں 18 سے 24 قیدی رکھے گئے۔ زمبیا کی موکوبیکو جیل جو 400 قیدیوں کیلئے بنائی گئی تھی وہاں 1907 میں 1678 قیدی رکھے گئے، ان میں سے 296 موت کی سزا پانے والے قیدی تھے۔ ایری ٹیریا کی جیلوں میں گنجائش سے زیادہ قیدیوں کی وجہ سے ان میں سے کچھ قیدیوں کو جہازوں کے کنٹینرز، زیرزمین بنکرز اور اسی طرح کی دوسری جگہوں جہاں محدود روشنی اور ہوا تھی میں رکھا گیا۔ بنگلہ دیش میں گنجائش سے زیادہ قیدیوں کو باری باری سونا پڑتا ہے۔ (بحوالہ رپورٹ 2005)۔ کانگولیز جیلوں میں گنجائش سے زیادہ قیدیوں کی وجہ سے کثیر تعداد میں قیدیوں کی موت واقع ہو چکی ہے۔ حالات کو مزید ابتر بنانے کیلئے گنجائش سے زیادہ قیدیوں والی جیلوں میں عملے کی بھی کمی ہے۔ یہ ایک اہم معاملہ ہے جو ہر ملک کو متاثر کر رہا ہے اور نتیجہ میں انتظامی حالات ابتر ہوتے جا رہے ہیں۔ دواؤں کی کمی کی

وجہ سے انفیکشن یا بیماری قیدیوں کی زندگی کو نقصان پہنچاتی ہے اور پھیل رہی ہیں۔ کئی علاقوں میں جیسے گوانیا جہاں قیدیوں کو ٹی بی کا انفیکشن ہوا وہاں مریضوں کو ان قیدیوں کے ساتھ رکھا گیا جن کو یہ بیماری لاحق نہیں تھی۔ کانگو اور کینیا میں طبی سہولیات کی کمی کی وجہ سے بڑے پیمانے پر اموات واقع ہو رہی ہیں۔ طبی سہولیات کی کمی کئی ملکوں کا ایک اہم مسئلہ ہے جس پر موت کی سزا ہے۔ مثال کے طور پر برکینہ فاسو، جمیکا اور کویت میں قیدیوں کو طبی سہولیات تک رسائی نہیں ہے کیونکہ متعلقہ اہلکاروں کی کمی ہے۔ جمیکا کی جیلوں میں طبی سہولیات تقریباً نہ ہونے کے برابر ہیں جہاں صرف تین ڈاکٹر ایک ماہر نفسیات اور ایک فل ٹائم نرس بارہ یونٹس میں پھیلے ہوئے ہیں پانچ ہزار قیدیوں کیلئے مختص ہیں۔

موازنہ اور تجاویز

جو ہو چکا ہے اور جو کیا جاتا ہے اس کے درمیان بہت بڑا خلاء ہے۔ پاکستان انہی مسائل سے دوچار ہے جن کا ترقی یافتہ اور کم ترقی یافتہ ممالک سامنا کر رہے ہیں۔ لیکن درج ذیل تجاویز قیدیوں کی زندگی میں بہتری لانے میں کردار ادا کر سکتی ہیں۔

1۔ اقوام متحدہ کے معیارات اور قیدیوں سے انسانی سلوک روا رکھنے کے مقصد کے تحت اشد ضرورت ہے کہ تفتیش مکمل ہونے کے بعد عدالتی کارروائیوں اور ملزم کے خلاف فرد جرم عائد کرنے کے وقت کو کم کیا جائے۔ گرفتاری اور عدالتی کارروائی کے درمیان مختلف اوقات کار کے مراحل کو محدود کیا جائے تاکہ جیلوں کا بوجھ کم ہو۔ لہٰذا اس ضمن میں قانون سازی کی ضرورت ہے۔

2۔ بغیر تحویل کے متبادل ذرائع کو استعمال کرنے اور کم سنگین جرائم میں سزا یافتہ مجرمان کی سزا میں کمی کرنے کیلئے بھی قانون سازی کی جا سکتی ہے۔

3۔ قیدیوں میں منوثر نظم وضبط کے قیام کیلئے ضروری ہے کہ حفاظتی اقدامات، کنٹرول اور انصاف کے درمیان توازن ہو۔ 2011 میں تشدد کے خلاف اقوام متحدہ کی کمیٹی نے مڈغاسکر اور بنگلہ دیش میں قیدیوں کے ساتھ تضحیک آمیز سلوک کے خلاف سخت رائے کا اظہار کیا اور ارکان ریاست کو یہ ہدایت جاری کی کہ وہ جیلوں میں کرپشن کا خاتمہ کریں کیونکہ اس وجہ سے قیدیوں میں تفریق اور بے چینی پائی جاتی ہے۔ ناجائز طریقہ کار یا ایسا رویہ جو شائستگی کے معیار سے ہٹ کر ہو، ایسے حالات پیدا کرتے ہیں جس میں قیدی زیادہ مزاحمت کرتے ہیں اور ذمہ داری سے پیش آنے کی صلاحیت کم ہو جاتی ہے اور وہ اپنے آپ کو مزید خطرے میں ڈال دیتے ہیں۔ پس جیلوں کے انتظام کیلئے ایک جوابدہ نظام قائم کیا جائے۔

4۔ حالانکہ قیدیوں کی زندگی کیلئے بین الاقوامی معیارات موجود ہیں جیسا کہ جیل انتظامیہ اور روا رکھے جانے والے سلوک کے متعلق اقوام متحدہ اور یورپین یونین کے معیارات موجود ہیں۔ لیکن وسائل کی کمی کی وجہ سے ان پر عمل درآمد کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ حکومت کو ہر صوبے کی وزارت جیل کیلئے زیادہ رقم مہیا کرنی چاہئے تاکہ قیدیوں اور اہلکاروں کیلئے بنیادی سہولیات مہیا ہو سکیں، جیسے فی الوقت قیدیوں کیلئے چارپائیاں اور غسل خانے دستیاب نہیں ہیں۔

5۔ پروبیشن اور پیرول افسران کی شدید کمی ہے جس کی وجہ سے آزاد قیدیوں کیلئے اصلاح واحوال اور بہتری کیلئے کوئی منظم پروگرام موجود نہیں ہے۔

6۔ جیل مینوئل میں سزاؤں میں رعایت کا تذکرہ موجود ہے لیکن دیگر فوائد جیسے مزید ملاقاتیں، کم مشقت اور جیل میں مشقت کر کے پیسے کمانے کی اہلیت کے بارے میں کوئی ذکر نہیں ہے۔

7۔ جیل مینوئل کا باب 23 قیدیوں کے جیل کے اندر جرائم کی درجہ بندی کا ذکر کرتا ہے اور ایسے قیدیوں کیلئے سزا کا طریقہ کار بھی وضع کرتا ہے۔ جیل سپرنٹنڈنٹ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ معمولی یا کسی بڑے جرم کی صورت میں سزا دے۔ ان سزاؤں میں کوڑے مارنا اور قیدیوں کو بیڑیاں لگانا شامل ہے۔ حکومت نے کوڑے لگانے کی سزا کا قانون 1994 سے پہلے ختم کیا ہے جس کے تحت کوڑوں کی سزا ختم کر دی گئی۔ لہٰذا یہ سفارش کی جاتی ہیں کہ متعلقہ جیل قواعد کو بھی ختم کیا جائے۔ خیبر پختونخواہ کی حکومت نے جیل ترمیم ایکٹ 1994 کے تحت یہ سزا ختم کی ہے جو کہ خیبر پختونخواہ کی صوبائی اسمبلی کی طرف سے بنائی گئی کمیٹی کی سفارش پر پیش کیا گیا تھا۔

8۔ ایک ایسا فورم تشکیل دیا جائے جہاں قیدی جیل سپرنٹنڈنٹ کی طرف سے دی جانے والی سزا کے خلاف اپیل کر سکیں۔

9۔ جیل انتظامیہ کے اہلکاروں کو تربیت دی جائے کہ وہ قیدیوں کے حقوق جان سکیں اور ان کو تسلیم کریں اور ان کو پورا کریں اور بین الاقوامی نصاب بھی سکھایا جائے۔

10۔ جیل اہلکاروں کیلئے پرکشش ملازمت اور ترقی موشن کا طریقہ کار متعارف کروایا جائے۔

11۔ جیل انتظامیہ ایسا ضابطہ لاگو نہیں کر سکتی جس کے تحت سزا ہونے سے قبل قیدی کو سزا دی جائے لیکن سیکیورٹی اور نظم و نسق کیلئے مناسب طریقہ کار استعمال کر سکتی ہے۔ اس حوالے سے لازماً قانون سازی ہونی چاہئے جس کے تحت نظم و نسق کے تناظر میں تشدد سے قیدیوں کو تحفظ فراہم کیا جا سکے۔

12۔ پاکستانی قیدی عام اور مقامی حکومتوں کے انتخابات میں ووٹ ڈال سکتے ہیں جبکہ ایسا امریکہ میں نہیں ہے، البتہ دور دراز کے ضلعوں میں قیدیوں کو پوسٹل بیلٹ تک رسائی نہیں ہے۔ جبکہ یہ ایک حق ہے پس اس کو پورا کیا جانا چاہئے۔

13۔ ترقی یافتہ ممالک کی جیلوں میں ہسپتال، آگ بجھانے کا نظام، ٹرانسپورٹ، لانڈریز، کھانے پکانے کے ہال، جسمانی ورزش کی جگہ، آرام کرنے والے میدان وغیرہ ہیں۔ جبکہ ان کے ہاں بھی یکساں جیل قواعد ہیں۔ البتہ ہم ان سہولیات کے بارے میں خواب ہی دیکھ سکتے ہیں، اس کے باوجود ہم کم سے کم قیدیوں کو موجودہ وسائل میں دیکھ بھال اور عزت دے سکتے ہیں۔

14۔ امریکہ میں قیدیوں کو کام کی اجرت نہیں دی جاتی۔ عدالتوں نے بھی قیدیوں کی طرف سے دائر کئے گئے مقدمات جن میں جائز مشقت کی مزدوری کا مطالبہ کیا گیا، میں فیصلہ دے دیا ہے کہ قیدیوں کو کچھ بھی ادا نہیں کیا جائے گا۔ قیدیوں کا جب تک وہ جیل میں ہوں اپنی مزدوری یا دیگر فوائد پر کوئی حق نہیں اور اپنی مزدوری کا کوئی حق نہیں ہے۔ ہمارے ملک میں یہی صورتحال ہے لیکن رعایت لینے کیلئے زیادہ کام کرنا چاہئے۔

15۔ بین الاقوامی قانون کے تحت اگر کوئی خاتون قیدی اپنے کم سن بچہ کے ساتھ جیل میں داخل ہو تو ایسے کم سن بچہ کیلئے کپڑے اور دیگر ضروری اشیاء حکومت مہیا کرے گی جب تک وہ بچہ دو سال کا نہیں ہو جاتا۔ اس ضمن میں بچوں کے حقوق کے تحفظ کے قواعد میں قانون سازی ہونی چاہئے۔ اگر کوئی خاتون قیدی کے ہاں چھوٹا بچہ ہے تو اس بچہ کے سکول جانے کے انتظامات بھی کئے جائیں۔

16۔ رویہ کی مد میں قواعد کی ہر قیدی کے سامنے وضاحت کی جائے بشمول تحریری قواعد کی فہرست کے جب وہ اصلاحی ادارہ میں داخل ہو۔ ان پڑھ قیدیوں کو ان قواعد کے متعلق آگاہی اجتماعات مثلاً نماز وغیرہ میں دی جانی چاہیے اور خطاب وغیرہ میں نظم وضبط کے قواعد جو سیکورٹی، امن وامان اور گھر کو بہتر رکھنے کے قواعد کو اُجاگر کیا جانا چاہئے۔ قیدیوں کو سزا دینے کیلئے جیل حکام چند استحقاق کو واپس لے سکتے ہیں جیسا کہ ملاقاتیں کرنا، چیزیں خریدنا یا مزدوری کمانا اور سزا میں رعایت حاصل کرنا۔ قیدیوں کو بنیادی انسانی ضروریات فراہم کرنے سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ درجہ بندی کرنا سزا کی ایک عام قسم ہے جس کا جیل میں استعمال کیا جاتا ہے۔ قواعد کی خلاف ورزی کی صورت میں قیدی اپنی بات بیان کرنے کیلئے ایک موقع ضرور دینا چاہیے۔

17۔ قیدیوں کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی صحت کی صورتحال کو صیغہ راز میں رکھیں۔ جیل اہلکار صرف صحت کی معلومات کو ظاہر کریں گے بشمول ایچ آئی وی (HIV) ٹیسٹ کے نتائج جو کہ قیدی کی رضامندی سے ہی

ظاہر کئے جا سکتے ہیں۔اگر جیل انتظامیہ کے لوگ قیدی کے ایچ آئی وی کے بارے میں جانتے ہیں تو وہ کسی کو ایسی صورت بتا سکتے ہیں جبکہ متعلقہ قیدی نے ان کو ایسا کرنے کی اجازت دی ہو۔ بین الاقوامی صحت کی تنظیم ڈبلیو ایچ او (WHO) کی یہ سفارش ہے کہ قیدی کی فائل یا سیل جو کہ ایچ آئی وی ظاہر کرے اس پر کسی بھی قسم کا نشان یا کوڈ لگانے کی ممانعت ہونی چاہئے۔اس کا مقصد کسی بھی قسم کی تفریق سے بچنا ہے۔ایسے قیدی کو دوسروں سے الگ کرنا دراصل اس قیدی کے خانگی اور صیغہ راز کے حق کے خلاف ہے جو کہ ایچ آئی وی والے قیدیوں کے خلاف ایک تفریق تصور کیا جائے گا۔قیدیوں کو صرف طبی یا کسی دوسری تسلیم شدہ بنیاد پر جو کہ قیدیوں کے قانون کے تحت ہو ایک دوسرے سے الگ کیا جا سکتا ہے۔

18۔ جیل قانون کے تحت ہر جیل میں ایک میڈیکل آفیسر کو تعینات کیا جائے گا۔ یہ میڈیکل آفیسر کی ذمہ داری ہے کہ وہ قیدی کو صحت مند رہنے میں مدد کرے اور اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کو طبی امداد فراہم کرے۔لہٰذا قیدیوں کا یہ حق ہے کہ ان کا طبی علاج کیا جائے۔کسی بھی جیل انتظامیہ سے توقع کی جاتی ہے وہ طبی ادویات کا انتظام کرے۔اس میں ایڈز (HIV) کی ادویات شامل ہیں۔ بین الاقوامی صحت کی تنظیم کے رہنما اصول 1993 میں کہا گیا کہ " تمام قیدیوں کا حق ہے کہ وہ طبی سہولیات بشمول احتیاطی اقدامات جو کہ بلا تفریق عام لوگوں کو میسر ہیں حاصل کر سکتے ہیں "۔ایسے لوگ جو جیل میں ہوں کو صحت کا حق ہے اور بین الاقوامی قانون، قواعد، رہنما اصول اور معاہدوں نے اس کی ضمانت دی ہے۔

19۔ موثر فوجداری نظامِ انصاف جرائم میں کمی اور ملازمین کی اہلیت مجرموں اور قیدیوں کی تعداد کو کم کر سکتا ہے۔ پاکستان میں عدالتوں میں مقدمات چلانے کیلئے ایسے چالان پیش کئے جاتے ہیں جن میں کوئی شہادت نہیں ہوتی۔اور جس کا نتیجہ ملزموں کی بریت ہو سکتا ہے۔ پس استغاثہ ایسے مقدمات کو کم کرنے میں مدد کر سکتا ہے اور عدالتوں اور جیلوں کا بوجھ کم کیا جا سکتا ہے۔

جیل اصلاحات کے تناظر میں سارک کے ممبران ممالک کے 107 نمائندوں نے 6 اور 7 اکتوبر 2010 کو ڈھاکہ، بنگلہ دیش میں خطہ کی جیلوں میں گنجائش سے زیادہ قیدیوں، جیل کے حوالے سے قانون سازی اور فوجداری نظامِ انصاف میں قانونی مدد کے ضمن میں جنوبی ایشیاء کے تناظر میں بحث کی۔اس بات پر زور دیا گیا کہ بغیر تحویل کے اقدامات کو جتنا بھی ممکن ہو سکے ریاستیں اس کو استعمال کریں اور اس کی بہتری کیلئے رقوم جاری کریں۔اب ریاست پر منحصر ہے کہ وہ کانفرنس کی ان سفارشات پر عمل کرے تاکہ مطلوبہ معیار پر پورا اترا جس سکے اور پاکستان بین الاقوامی برادری میں ذمہ دار اور باعزت ملک بن سکے۔

اسیرانِ جیل کے حقوق ومراعات

جسٹس ایم تبسم آفتاب علوی، جج، ہائی کورٹ آزاد جموں وکشمیر

اس مقالہ کا لب لباب یہ ہے کہ قیدیوں کے انسانی حقوق کو تسلیم کیا جائے اور ایک قیدی سے ویسا سلوک کیا جائے جیسا کسی آزاد شخص کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ دورانِ قید وہ ایک حق کھوتا ہے اور وہ اس کا حق آزادی ہے۔ قیدیوں کو جسمانی و اخلاقی سالمیت کا حق، کاروباری معاہدوں اور تجارت کی آزادی ہوتی ہے۔ دورانِ قید انہیں رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے اور گواہی دینے کے حقوق حاصل ہیں، درس وتدریس میں مشغول ہو سکتے ہیں، فنی مہارت حاصل کر سکتے ہیں، کھیلوں اور دیگر مشاغل میں حصہ لے سکتے ہیں۔ بیماری میں طبی معائنہ اور علاج کی سہولیات کا حق بھی قیدیوں کو حاصل ہے۔ نفسیاتی بیماریوں کے شکار قیدیوں کو علاج معالجے کی سہولیات بہم پہنچانا جیل انتظامیہ کی ذمہ داری ہے۔ مقالے میں خواتین قیدیوں کے حقوق پر بھی روشنی ڈالی گئی۔ جیلوں میں جرائم کی روک تھام کے اقدامات کرنے، قیدیوں کو دفاع کیلئے قانونی مدد فراہم کرنے، قیدیوں کے باہمی تعلقات کو بہتر بنانے، تشدد کی روک تھام، مذہبی فرائض کی ادائیگی اور مذہبی رسومات ور تہوار منانے کی آزادی، ابلاغ عامہ تک رسائی، بیرونی دنیا سے مثبت رابطہ، تعلیم و تربیت، روزگار کی فراہمی کیلئے جنگی بنیادوں پر اقدامات اٹھانے کی ضرورت پر زور دیا گیا۔ مقالہ میں کہا گیا کہ جیلوں کی عمارات جدید اور مضبوط ہونی چاہئیں۔ جیل کا عملہ بہت باتربیت ومستعد اور تجربہ کار ہونا چاہیے اور جیل انتظامیہ کو قیدیوں کی بہترین فلاح کو مدنظر رکھتے ہوئے مختلف شعبہ جات میں ماہرین کی خدمات بھی لینی چاہئیں تاکہ قیدیوں کی دیکھ بھال اور نگرانی کا کام موثر انداز میں کیا جا سکے۔

قیدی انسان ہے اور عزت اور آزادی اسے اللہ نے دی ہے۔ عام طور پر قید کی سزا چاہے کم مشقت والی ہو پھر بھی قید کی سزا ہے کیونکہ یہ فیصلہ کے مطابق ضروری ہے کم سزا کے حامل مقدمات کے قانون پر عمل کے دوران مجاز اتھارٹی یقینی بنائے کہ قیدی سے عظمتِ انسانی کا سلوک کیا جائے۔ یہ ضروری ہے کہ قیدی سے ویسا ہی سلوک کیا جائے جیسا آزاد شخص سے کیا جاتا ہے بجز اس کے کہ اس کو قید میں رکھا جائے۔

جسمانی واخلاقی سالمیت کا حق

تمام انسان آزاد پیدا ہوئے ہیں اور حقوق اور عظمت کے لحاظ سے برابر ہیں۔ انسانی حقوق دراصل انسانی عظمت سے اخذ کئے گئے ہیں۔ کسی قیدی کو اس کی اپنی مرضی کے بغیر باعثِ نقصان طبی اور سائنسی تجربات کا ہدف نہیں بنایا جائے گا۔

کاروباری معاہدوں اور تجارت کی آزادی

قیدی اگر چاہے تو جیل کے اندر اور باہر ذاتی حیثیت میں یا کسی ایجنٹ یا ٹیلی فون کے ذریعہ کاروباری لین دین کاروبار کرسکتا ہے۔ ایسا لین دین کسی بھی نوعیت کا ہوسکتا ہے جیسا کہ بیچنا ،خریدنا ،قرض،سرمایہ کاری،زراعت اور کفالہ جو کہ کسی شخص کو ضمانت دینے پر تحویل سے رہا کیا جائے جیسے کہ ممکن ہو۔

شادی

قیدی رشتہ ازدواج میں منسلک ہوسکتا ہے یا طلاق دے سکتا ہے یا جیل کے اندر یا باہر کسی دیگر کا نمائندہ یا سرپرست بھی ہوسکتا ہے۔ وہ کسی وقف یا خیراتی ادارہ وغیرہ کا ایجنٹ یا امین بھی ہوسکتا ہے۔

گواہ ہونا

کوئی بھی قیدی گواہ ہوسکتا ہے یا جیل کے اندر یا باہر لوگوں کیلئے ٹیلی فون کے ذریعہ گواہ ہوسکتا ہے۔

لکھنا، پڑھانا اور درس وتد ریس دینا

قیدی عوامی تقریریں،لکھنا پڑھنا/درس وتد ریس،اخبار کے ذریعہ لکھنا،جیل کے اندر یا باہر،مختلف ٹی وی چینلز، ریڈیو وغیرہ پر دوسروں کی طرف سے اداکاری اور نمائندگی بھی کرسکتا ہے۔

مہارت

قیدی کسی بھی کاروبار میں مہارت حاصل کرسکتا ہے جیسا کہ کاروبار مینوفیکچرنگ، پینٹنگ وغیرہ اور مطالعہ کرسکتا ہے یا کتابیں وغیرہ بھی لکھ سکتا ہے۔

کھیل

قیدیوں کو کھیلوں کی خاطر جیل سے باہر مناسب جگہ اور سہولیات مہیا کی جائیں۔

مشاغل

قیدی بیرک کی سجاوٹ رنگوں کے ذریعے کرسکتا ہے اور وہ گھریلو یا جنگلی پالتو جانور بھی رکھ سکتا ہے۔

خاندان کی ملاقات

قیدی کے خاندان کے افراد کسی وقت قیدی کو مل سکتے ہیں۔قیدی کی بیوی جب چاہے کچھ وقت کیلئے ملاقات کرسکتی ہے۔ روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے قیدی کے گھر والوں کو اس کے ساتھ رہنے کی اجازت دی۔ یہ بھی روایت ہے کہ ایک عورت نے حضرت علیؓ سے اپنے شوہر کی بابت شکایت کی اور ان کی

مدد چاہی کیونکہ شوہر بیوی کو تکلیف دینے کی نیت سے اس کو نان ونفقہ نہیں دیتا تھا۔ حضرت علیؓ نے اسے قید کرنے کا حکم دیا۔ شوہر نے یہ التجا کی کہ اس کی بیوی اس کے ساتھ ہونی چاہیے حضرت علیؓ نے اس کی اس درخواست پر اجازت دی۔

حفظانِ صحت

قیدیوں کو ایک صحت مند ماحول دینا چاہیے جیسا کہ جگہ، تازہ ہوا، روشنی، گرمی، آب ہوا کا گذر، پینے کا صاف پانی نیز قیدیوں کو نہانے دھونے کیلئے موسم کی مناسبت سے ٹھنڈا اور گرم پانی دستیاب ہونا چاہیے۔

خوراک

قیدیوں کو سال بھر مناسب خورات، مناسب لباس اور ساتھ ہی طبی سہولیات اور ادویات مہیا کی جائیں۔ یہ سب کچھ قیدی کے آرام کیلئے ہو۔

قیدیوں کے شاگرد

پڑھانے والے قیدیوں سے ان کے شاگردوں کو باقاعدگی سے ملنے کی اجازت ہوتا کہ وہ درس و تدریس میں شریک ہوکر مختلف معاملات پر بحث ومباحثہ کرسکیں۔

نفسیاتی بہتری وخوشحالی

اگر قیدی ذہنی بیماری کا شکار ہوتو اسے مناسب علاج معالجہ دورانِ قید یاحسبِ ضرورت خصوصی ہسپتال میں مہیا کیا جائے اور دماغی صحت کی بہتری میں معاون ماحول دینا بھی ضروری ہے۔

خواتین قیدی

خواتین کی جیلوں میں مخصوص رہائش، دیگر سہولیات اور طبی علاج معالجہ فراہم کیا جائے جیسا کہ جیل سے باہر دی جاتی ہے۔ اسی طرح زچگی سے قبل قیدی عورت کو طبی سہولیات کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ سہولیات جیل میں میسر نہ ہوں تو ایسی صورت میں ان کو زچہ و بچہ ہسپتال کیلئے بھجا جائے اور زچگی سے پہلے اور بعد تمام ضروری سہولیات فراہم کی جائیں۔ ماں کو بچے ساتھ رکھنے کی اجازت ہو اور بچوں کیلئے تمام ضروریات بھی دستیاب ہوں اور بچوں کو آزادی جیسی کہ جیل سے باہر ہوتی ہے اور خواتین قیدیوں کو جیل سے باہر اپنے بچوں سے رابطہ کرنے کی بھی اجازت ہونی چاہیے۔

جیل انسپکٹرز

جیل میں خود مختار انسپکٹرز ہوں جو قیدیوں کی فلاح کے اقدامات کریں اور یہ بھی جانچ سکیں کہ ان سے قانون کے مطابق سلوک کیا جارہا ہے؟ یہ اہم ہے کہ جیل کے انسپکٹرز کا تعلق جیل انتظامیہ یا کسی اور سے نہ ہو۔ کسی قسم کا مسئلہ یا نقص وغیرہ کی نشاندہی جیل انتظامیہ کے سامنے لائی جائے اور مناسب اقدامات کی سفارش بھی کی جائے تاکہ ان مسائل کا تدارک کیا جاسکے۔ اگر ان معاملات میں پیش رفت نہ ہو تو ایسی صورتحال حکامِ بالا کے سامنے لائی جائے۔

جیلوں کے اندر جرائم

اگر قیدی جیل میں جرم کرتا ہےتو اس کو پولیس کی تفتیش،عدالت کے رُوبرو پیشی وغیرہ کے مراحل سے گزرنا ہوگا جیسا کہ جیل سے باہر کوئی دوسرا شخص ان مراحل سے گزرتا ہے۔ قیدیوں کے جیل کے اندر جرم کی وہی سزا ہے جو کہ باہر جرم کرنے والوں کی ہےاور قیدیوں پر بھی آزاد ملزموں کی طرح قانون لاگو ہوتا ہے۔

دفاع کیلئے وکیل کی سہولت

قیدی دفاع میں وکیل کی خدمات لے سکتے ہیں اور اگر ضرورت ہو تو کسی مترجم کی خدمات بھی حاصل کرسکتے ہیں اگر قیدی ان کے اخراجات برداشت نہیں کرسکتا تو اس صورت میں متعلقہ مجاز حکام کو ان کی فیس ادا کرنی چاہیے۔

عدم تشدد یقینی بنانا

جیل انتظامیہ قیدیوں کے خلاف غیر انسانی اور پُرتشدد سزا استعمال نہیں کرسکتی چاہےایسا نظم وضبط سکھانے کیلئے کیا جائے۔ جیل انتظامیہ نہ تو قیدی کو قیدِ تنہائی اور نہ ہی اندھیری کوٹھڑی میں رکھ سکتی ہے یا اس میں پانی بھی چھوڑ نہیں سکتی یا دیوار کے ساتھ باندھ بھی نہیں سکتی یا ان کو زنجیروں میں باندھ نہیں سکتی، قصہ مختصر ان پر کسی دیگر ذریعہ سے تشدد نہیں کرسکتے۔

قیدیوں کے حقوق

ہر قیدی کو موقع ضرور ملے کہ وہ اپنی ضروریات یا شکایات متعلقہ جیل انتظامیہ مثلاً جیل انسپکٹرز وغیرہ سے بیان کرسکے۔ قیدیوں کو یہ علم ضرور ہو کہ وہ اپنے دوستوں اور گھر والوں سے رابطہ میں رہ سکتے ہیں یا گھر والوں سے ملاقات اور خط وکتابت وغیرہ کرسکتے ہیں۔ جب قیدیوں سے کوئی ملاقات کرنے آئے تو جیل انتظامیہ ان کی گفتگو کو ریکارڈ نہ کرے یا قیدیوں اور ملاقاتیوں کے درمیان شیشہ کی دیوار حائل نہ

ہو اس مقصد سے کہ ان کو ملاقاتی سے الگ رکھا جائے چاہے اس قیدی کی کوئی بھی قومیت ہو۔

اگر کوئی قیدی کسی وکیل، خیراتی یا دیگر ادارہ یا کسی فرد سے رابطہ رکھنا چاہے تو جیل انتظامیہ اس کی ایسی درخواست پر تعاون کرے۔ اگر کسی قیدی کو عدالت نے خطرناک قیدی قرار دیا ہو تو اس صورت میں جیل انتظامیہ اپنے قیدی کے رابطوں کو عدالت سے پیشگی تحریری اجازت لے کر محدود کر سکتی ہے۔

جیل قواعد

جیل کے قواعد وضوابط ہر خواندہ قیدی کو تحریری طور پر مہیا کئے جائیں اور ان پڑھ کو آڈیو کیسٹ فراہم کی جائیں۔

ابلاغ عامہ تک رسائی

قیدیوں کو ابلاغ عامہ کے ذرائع مثلاً اخبار، میگزین، ریڈیو اور ٹی وی وغیرہ تک رسائی ہونی چاہئے۔ اس مقصد کے لئے لائبریری بھی مہیا کی جائے۔ تمام قیدیوں، مرد، عورتوں اور بچوں میں سے اگر کسی قیدی کو کتاب کی ضرورت ہو، جو لائبریری میں موجود نہ ہو تو جیل انتظامیہ سے اس کتاب کی فراہمی یقینی بنائے۔ اگر قیدی کتاب کی قیمت ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہو تو وہ خود قیمت ادا کرے گا وگرنہ جیل انتظامیہ اپنے بجٹ سے کتاب خرید کر قیدی کو مہیا کرے گی۔

مذہب کی آزادی

ہر قیدی کو مذہبی فرائض مثلاً نماز روزہ ادا کرنے، قرآن پاک اور مذہبی کتابیں رکھنے کی اجازت ہو۔ اگر قیدی کو مذہبی رہنما کی خدمات درکار ہوں تو اس کو ضرور فراہم کرنی چاہئیں۔

قیدی مذہبی عبادات خود ادا کر سکتے ہیں اور باہر سے مذہبی سکالرز کی خدمات بھی حاصل کی جا سکتی ہیں۔ ماہ رمضان کے دوران روزہ دار قیدیوں کو اوقات سحری وافطاری کھانا مہیا کیا جانا چاہیے۔ حج کے مہینہ کے دوران جو قیدی مقدس فریضہ ادا کرنے کے خواہاں ہوں ان کیلئے مناسب اقدامات کئے جائیں یعنی اُن کی ضمانت پر رہائی اور انہیں حج ادا کرنے کی اجازت دی جانی چاہیے۔ اسی طرح اگر قیدی کسی مذہبی جگہ یا مزار پر جانا چاہتا ہو تو اس کو ضمانت پر رہائی دینی چاہیے۔ اگر قیدی کو مطالعہ یا عبادت کیلئے جگہ درکار ہو تو اس کو ایسی جگہ مہیا کرنی چاہئے اور اس کا اطلاق غیر مسلم قیدیوں پر بھی ہونا چاہیے اور اگر غیر مسلم قیدیوں کا خصوصی تہوار ہو تو ان کو تہوار منانے کی اجازت اور تعاون بھی ملنا چاہئے۔

مذہبی رسومات وتہوار

قیدیوں کو مذہبی تہوار اور تقاریب میں شرکت کی اجازت ہو جیسا روایت ہے کہ پیغمبروں اور امام صاحبان کی ولادت اور وفات کے تہوار وغیرہ۔ قیدیوں کو اپنے بیمار اہل خانہ کی تیمارداری یا ان کے جنازہ یا شادی وغیرہ پر ضمانت پر جانے کی اجازت ہونی چاہئے۔ یہ نقل ہے کہ حضرت علیؑ ایسے قیدیوں کو رہا کرتے جو مقروض یا قتل کے شبہ میں گرفتار ہوں اور ان کو جمعہ کی نماز ادا کرنے کی اجازت دیتے اور ان کے ضامن انہیں قید میں واپس لاتے تھے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ حکمران قیدیوں کی نماز کی ادائیگی کیلئے ضرور بندوبست کریں اور دیگر تہوار مثلاً عید وغیرہ اور اپنی عبادت کی ادائیگی کرنا چاہیں تو ان کو محافظوں کی نگرانی میں یہ سہولت ملنی چاہیے تاکہ محافظ ان کو واپس جیل لے آئیں۔

پسند کے مطابق علاقہ کی جیل میں رہنا

اگر مناسب ہو تو قیدی کا حق ہے کہ وہ ایک علاقہ کی جیل سے دوسرے علاقہ کی جیل میں منتقل ہونے کی درخواست کر سکتا ہے۔ یہ عام اصول ہے کہ کسی خاص مجرم کو لازماً قید میں رکھا جائے لیکن قید کی تفصیلات لچکدار ہیں۔

قیدیوں کے قبضہ میں اشیاء

قیدیوں کے قبضہ میں کپڑے، گھڑی، زیورات اور دیگر قیمتی اشیاء کی فہرست ہو جو قیدی کے پاس بھی ہو تاکہ قیدی کی جیل سے رہائی کے موقع پر واپس کر دی جائے۔

خط اور دیگر سامان کی وصولی

عموماً قیدی جیل کے باہر سے خطوط اور دیگر سامان حاصل کر سکتا ہے ماسوائے ممنوعہ اشیاء کے جیسا کہ منشیات وغیرہ جو جب تک کہ کسی طبی ماہر کی طرف سے تجویز نہ کی گئی ہوں۔

رشتہ داروں کو اطلاع

کسی فرد کی جیل میں قید کے فوری بعد اطلاع اس کے عزیزوں کو ضرور دینی چاہئے۔ اگر قیدی ایک جیل سے دوسری جیل منتقل کیا جا رہا ہو تو اس کے عزیزوں کو ضرور مطلع کرنا چاہئے۔ اگر قیدی سخت بیمار یا فوت ہو چکا ہو تو اطلاع رشتہ داروں کو اطلاع دینی چاہئے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا کہ قیدی کو بیمار یا فوت ہونے والے اپنے عزیزوں کے جنازہ میں شرکت کی اجازت ہونی چاہئے۔ مزید یہ کہ اگر قیدی دوسری جیل منتقل ہونے کی خواہش کرے تو مناسب سواری اور کرایہ قیدی کو برداشت کرنا چاہئے مگر درخواست کی صورت

میں جیل کے بجٹ سے اس کی ادائیگی ہونی چاہیے۔

قیدی کا بیرونی دنیا سے رابطہ ہونا

تمام قیدیوں کا بیرونی دنیا خصوصاً خاندان سے رابطہ بحال رہنا چاہیے۔ غیر ملکی قیدیوں کو اپنے سفارتی نمائندوں سے رابطہ کا حق ہونا چاہیے۔

مرد و خواتین قیدی

مرد قیدیوں کیلئے صرف مرد اہلکار تعینات ہونے چاہئیں اسی طرح خواتین قیدیوں کیلئے صرف خواتین اہلکار ہونی چاہئیں۔ مرد قیدیوں کیلئے خواتین اہلکار مقرر نہ کی جائیں اسی طرح خواتین قیدیوں کیلئے مرد اہلکار مقرر نہ کئے جائیں۔ مرد اور خواتین اہلکار شادی شدہ ہونے چاہئیں۔ جیل اہلکاروں میں سے کوئی اپنے گھر والوں کے ساتھ جیل کمپلیکس کی رہائش گاہ میں رہ سکتا ہے۔ کم سن قیدی جیل میں علیحدہ ہونے چاہئیں۔ لڑکے اور لڑکیوں کیلئے الگ جیل ہونے چاہیے۔

ذہنی بیماری میں مبتلا قیدی

اگر قیدی ذہنی بیماری میں مبتلا ہو جائے تو اس کا علاج ہونا چاہیے اگر بیماری نا قابل علاج ہو تو اس کو دماغی ہسپتال یا یونٹ میں رکھا جائے۔ اگر تشخیص ہونے پر ظاہر ہو کہ اس کا اختلال ذہنی یا ایسی دوسری بیماری میں اضافہ ہو رہا ہے (جو کہ قید کا نتیجہ ہو) تو اس کو جیل سے رہا کرنا چاہیے۔

پڑھنا

خواندہ اور نا خواندہ قیدیوں کیلئے تعلیمی پروگرام لازمی مہیا کرنا چاہیے تا کہ جو تعلیم حاصل کرنا چاہیں ان کا وقت ضائع نہ ہو۔

جیل میں روزگار کے مواقع

جیل انتظامیہ قیدیوں کی ذہنی اور جسمانی خصوصیات کے مطابق کام کرنے کیلئے تیار کرے۔ کام کرنے والے قیدیوں کیلئے مواقع پیدا کرنے چاہیے اور ان کو اپنے اور اپنے خاندان کیلئے باعزت روزگار کے ذرائع حاصل کرنے کیلئے حوصلہ افزائی کرنی چاہیے تا کہ وہ اپنے مخصوص ہنر کے ذریعہ خصوصاً نوجوان قیدیوں کو اپنے کام کرنے چاہئیں اور روزگار زبردستی نہ کروایا جائے۔

قانونِ مزدوری

کام کی شرائط وہی ہوں جو کہ جیل سے باہر مزدوروں کے ہفتہ وار کام کے اوقات کار مقرر

ہیں ۔۔اسی طریقہ سے جیلوں میں ایک دن کام کی چھٹی ہونی چاہئے اور تفریحی مصروفیات ہونی چاہئیں ۔

قیدی کی وفات

اگر قیدی کی موت جیل کی عمارت گرنے،سیلاب یا زلزلہ وغیرہ سے واقع ہوئی ہو اور جیل انتظامیہ نے قبل ازیں ایسے واقعات کا خدشہ ظاہر کیا ہو تو ایسی صورت میں جیل انتظامیہ کو (قصاص) ہرجانہ ادا کرنا چاہیے۔اسی طرح قیدی کسی جسمانی عضو سے معذور ہوا ہو یا اسے زخم آئے ہوں تو اس صورت میں ہرجانہ کا مستحق ہے لیکن اگر وہ قیدی کسی طبعی موت سے فوت ہوا ہو تو اس صورت میں ہرجانہ ادا نہیں کیا جائے گا۔

جیل کی عمارت

جیل کی عمارت مضبوط ہونی چاہیے تاکہ قیدی اس کو آسانی سے نقصان نہ دے سکیں۔جیل کے اندر ایسے آلات یا ذرائع نہیں ہونے چاہئیں جو جیل کی عمارت اور دیگر قیدیوں یا اپنے آپ کیلئے نقصان دہ ہوں جیسا کہ اپنے آپ کو پھانسی دینا۔

جیل عملہ

جیل عملہ مناسب دماغی اور شعوری استعداد کا حامل اور جسمانی طور پر اہل ہونا چاہیے۔جیل میں اپنا عہدہ سنبھالنے سے قبل ان کو متعلقہ تعلیم دینی چاہیے اور ترببتی پروگرام میں شمولیت کی ہو تاکہ عہدہ کے مطابق خدمات انجام دینے کیلئے تیار ہوں۔

مزید یہ کہ معیارات کو برقرار رکھ سکیں بلکہ اپنے بجا آوری کے دوران ان کو مزید ترقی دے سکیں۔ان کا رویہ ایسا ہو جو قیدیوں کیلئے اخلاقی اقدار کی اچھی مثال ہو۔جیل اہلکار اور عام لوگوں کو جیلوں اور جیل میں پیشہ ورانہ کردار اور اہمیت سے آگاہی ہونی چاہیے۔جیل کے اہلکاروں کی تنخواہیں قابلِ ذکر حد تک بہتر ہوں مزید یہ کہ محنت طلب کام کا مناسب معاوضہ دیا جائے۔جیل اہلکاروں کو بہترین خدمات کے صلہ میں عید پر بونس بھی دینا چاہیے۔

ماہروں کی خدمات

جیل انتظامیہ اور اہلکاروں کو خصوصی خدمات جیسا کہ ماہرینِ نفسیات، سماجیات،طبی، دماغی اور تکنیکی ماہرین کا مستقل بنیادوں پر تعاون حاصل ہونا چاہیے۔یہ قیدی کیلئے تعلیم وتربیت کا بہترین موقع ہوگا اور معاشرہ کو اصلاح شدہ افراد میسر ہوں گے۔

قیدی کی تعلیم

جیلوں کی انتظامیہ اور اعلیٰ مجاز حکام قیدیوں کو معاشرہ کا ایک حصہ سمجھیں۔ لہٰذا قیدی کو انسان اور معاشرہ کا ذمہ دار شہری بنانے کیلئے ایسے انتظامات کو یقینی بنانا چاہیے جن کی بناء پر قیدی جیل سے باہر آئے تو معاشرہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کر سکے۔ قیدی کا حق ہے کہ مناسب وقت میں مقدمہ کی سماعت ہو یا اسے آزاد کیا جائے۔ مزید یہ کہ کوئی شخص جس کو آزادی سے محروم کیا گیا اور اسے گرفتار یا حراست میں لیا گیا تو اس کا حق ہے کہ عدالت کے رُوبرو سماعتی کارروائی ہو تا کہ عدالت کسی تاخیر کے بغیر اس کی قانونی تحویل پر فیصلہ کرے اور اگر اس کی حراست قانون کے مطابق نہیں ہے تو اس کی آزادی کا حکم دے۔

علاوہ ازیں اقوام متحدہ کے رہنمائی کے اصول جن میں (قیدیوں کے حقوق اور ان سے روا سلوک) قیدیوں کے دیگر کئی حقوق اور استحقاق مثلاً جسمانی ماحول، رہائش، عام تعلیم، فنی تعلیم، کام، صحت، طبی نگہداشت، تفریح، مذہب اور قید کی زندگی کے بارے میں مختلف پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے کو بھی اس ضمن میں مدِنظر رکھنا چاہیے۔ یہ راہنما اصول عام طور پر کم سن قیدیوں، فاتر العقل اور دماغی پسماندہ قیدیوں کیلئے بھی مئوثر ہیں۔

قیدیوں کے حقوق ومراعات

بیرسٹر ظفر اللہ، سیکرٹری قانون

اس مقالہ میں کہا گیا کہ قیدیوں کے حقوق دنیا میں تسلیم شدہ ہیں اور یہ نظریہ کہ قیدیوں کو جو سہولیات حاصل ہیں وہ انتظامیہ کا احسان ہے، سراسر خام خیالی ہے۔ جیل انتظامیہ اور ارباب اختیار پر لازم ہے کہ وہ قیدیوں کے حقوق کو تسلیم کریں۔ نیز قیدیوں کے حقوق سے متعلق بین الاقوامی معیارات کا نفاذ اور ملکی قوانین کا جائزہ بھی لیا گیا۔ حق آزادی کا بجبر محروم سلب کرنا از خود بڑی سزا ہے اور کہا گیا کہ ایک فرد کو قید کرنا بہت سے انفرادی اور مجموعی نقصانات کا باعث بن سکتا ہے۔ قیدیوں کے معاشرتی اور انفرادی نقصان اور ان کی پیشہ ورانہ سرگرمیوں کی معطلی سے قومی خزانہ پر پڑنے والے معاشی نقصانات کی تفصیل بیان کی گئی۔ ایک فرد کے جیل جانے سے حکومت کو اس کے اخراجات کا بوجھ برداشت کرنا پڑتا ہے، ان میں پیشہ ورانہ سرگرمی کی معطلی، قید کے اخراجات اور جیل کے اخراجات شامل ہیں۔ اس کے علاوہ جو قیدی تعلیم حاصل کر رہا ہو اس کا تعلیمی نقصان، قیدی کے خاندان کا شیرازہ بکھرنے سے سماجی نقصان، قیدی کے جیل جانے سے نفسیاتی نقصان، قیدی کے خاندان کا اخلاقی نقصان اور فوجداری نقصان جیسے نقصانات شامل ہیں۔ جیلوں کو مجرموں کی افزائش کا مقام بنانے کی بجائے فوجداری نظام انصاف اس طرح تشکیل دینا چاہیے کہ جیل آنے والے افراد اپنی ذمہ داریوں سے روشناس اور اصلاح کے جذبہ سے سرشار ہوں۔ قیدیوں کے بنیادی حقوق کا اعادہ بھی کیا گیا ہے، جن میں ذاتی املاک کا حق، ضروری استعمال کی اشیاء پر تصرف کی آزادی کا حق اور قیدیوں کو سیاسی شمولیت کا حق شامل ہیں تاکہ وہ اپنی مرضی سے حکومتی نمائندے چن سکیں اور سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لے سکیں۔ قیدیوں کو خلوت میں عزیز و اقارب سے ملاقات کا حق حاصل ہونا چاہیے۔ قانونی امداد اور عدالت تک رسائی بھی قیدیوں کا جائز حق قرار دیا گیا۔

قیدیوں کے حقوق کو دنیا بھر میں تسلیم کیا گیا ہے۔ اس سے انکار نہیں کہ ان حقوق کو مناسب طریقہ سے نافذ کیا جاتا ہے لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ قید خانہ کی انتظامیہ اور جج صاحبان جو ان حقوق کی پاسداری کی پڑتال کیلئے جیل کی نگرانی کرتے ہیں، اپنا فرض ایسے ادا کرتے ہیں جیسا کہ قیدیوں پہ احسان کر رہے ہوں۔

وہ معاندانہ رویہ اختیار کرتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ قیدی کے جائز حقوق کا احترام جیل انتظامیہ پر واجب ہے۔ جیل حکام اور محافظین (گارڈز) کا یہ نظریہ قیدیوں کے حقوق آسانی سے غصب کرنے کا موجب بنتا ہے۔ اُن کا خیال ہوتا ہے کہ انہوں نے قیدیوں کے حقوق کو اپنی مہربانی سے تسلیم کیا ہے اور جب ضرورت ہو وہ ان حقوق کو آرام سے چھین سکتے ہیں۔ قیدیوں کے حقوق قانون میں پہلے سے واضح ہیں مگر حقوق کے موجد اور محافظ خود ان پر نہ یقین رکھتے ہیں اور نہ انہیں قیدیوں کا استحقاق سمجھتے ہیں۔ جیل کے ملازمین کے اس قسم کے استحقاق کے تصور کو رفع کرنے کے لیے اور انہیں تعلیم دینے کی خاطر ایک مخصوص قسم کی تربیت کی ضرورت ہے۔

قیدیوں کے حقوق کی اہمیت کے پیشِ نظر اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے اپنی قرارداد مورخہ 20 دسمبر 1971ء میں رُکن ریاستوں کی توجہ جیل میں قیدیوں کیلئے معیار کے قواعد (Standard Minimum Rules) کی طرف مبذول کرائی اور تجویز کیا کہ رُکن ریاستیں حتیٰ الامکان ان معیارات کے مطابق قیدیوں سے سلوک کریں اور ان قواعد میں صراحت کردہ معیارات کی پاسداری کریں گی۔ اس سے اقوامِ عالم قیدیوں کے حقوق کی پاسداری کی سنجیدہ کوششوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ان معیارات کے علاوہ، مندرجہ ذیل معاہدے بھی قیدیوں کے حقوق کے متعلق ہیں۔

1۔ انسانی حقوق کا عالمی اعلامیہ سال 1948ء۔

2۔ شہری اور سیاسی حقوق کا بین الاقوامی معاہدہ۔

3۔ معاشی، سماجی اور ثقافتی حقوق کا بین الاقوامی معاہدہ۔

4۔ قیدیوں سے سلوک پر اقوامِ متحدہ معیاری کم از کم قوائد مجریہ 1977ء۔

5۔ پاکستان میں، انتظامِ جیل کے قوانین مجریہ 1894ء (IX of 1894)

جیل کا مجموعہ قانون 1900، قیدیوں کے اچھے طرزِ عمل کی بنیاد پر عارضی رہائی کا قانون، (گڈ کنڈکٹ پریزنرز پروبیشنل ریلیز ایکٹ سال 1926) اور جیل قواعد (Prison Rules) 1978 کے تحت ہے۔ گو کہ قوانین قدیم ہیں مگر تسلی بخش معیار حاصل کرنے کیلئے ان کا نفاذ ہوسکتا ہے۔ اگر چہ ان انتظامی قوانین پر نظر ثانی کی ضرورت بہت لازم ہے۔ مگر ان قوانین پر نظر ثانی کے عدم نفاذ کا بہانہ نہیں بنائی جا سکتی۔

آزادی ایک بنیادی حق ہے اور اسکو روکنا بڑی سزا ہے۔ اگر اس سزا کے ساتھ کچھ دیگر استبدادی پابندیاں عائد کر دی جائیں تو یہ ناجائز ہوگا۔ یہ لازم ہے کہ ماسوائے، مخصوص حالات کے، سزا سے اجتناب

کرنا چاہیے کیونکہ اس سے درحقیقت مندرجہ ذیل نقصانات ہو سکتے ہیں۔

الف) **معاشی زیاں**

قیدی اپنی عام پیشہ وارانہ سرگرمیاں منقطع کر دیتا ہے اور اسکے اخراجات قومی خزانہ سے پورے ہوتے ہیں۔ مزید یہ کہ جیل اور اسکے عملہ کو چلانے کے لیے اضافی اخراجات درکار ہوتے ہیں لہٰذا ایک فرد کو سزا دینے کے نتیجہ میں معاشی اخراجات تین گنا بڑھ جاتے ہیں۔

الف) اسکی محنت / پیشہ وارانہ سرگرمی روکے جانے سے اخراجات۔

ب) اسکی قید کے دوران اُس پر ہونے والے اخراجات۔

ج) نظام جیل کو چلانے کے اخراجات۔

ب) **تعلیمی زیاں**

ایک نوجوان قیدی کا تعلیم حاصل کرنے کا جذبہ یا تو ماند پڑ جائیگا یا مطلوبہ معیار کے مطابق نہیں ہوگا۔

پ) **سماجی زیاں**

قیدی کا خاندان بے گھر یا معاشی اور سماجی مشکلات کا شکار ہو سکتا ہے۔ جس سے اسکے خاندان کا سماجی پہلو شدید متاثر ہو سکتا ہے۔

ج) **نفسیاتی زیاں**

ایک فرد عام طور پر متعدد نفسیاتی مسائل اور احساسِ کمتری وغیرہ کا شکار ہو سکتا ہے جو جیل کے اندر اور باہر بھی نظر آ جاتا ہے۔

ح) **خاندان کا اخلاقی زیاں**

اسکی قید خاندان کی اخلاقی روایات کو خطرہ میں ڈال سکتی ہے۔ محافظ یا ولی کی عدم موجودگی میں بیوی اور بچے مسائل و مصائب کا شکار ہو جاتے ہیں۔

د) **فوجداری زیاں**

فوجداری مقدمات کے قیدی مجرمانہ صلاحیتیں دوسرے قیدیوں کو بھی سکھاتے ہیں تاکہ جب وہ جیل سے رہا ہو جائیں تو وہ جیل کے اندر حاصل کردہ اور سیکھی گئی مشقیں اور تراکیب عام معاشرہ پر آزمائیں۔

ایک قیدی جب بعض حالات میں بوجہ عدم دستیابی حقوق تمام مشکلات سہتا ہے تو اُس میں نظام کے خلاف بغاوت کا احساس جڑ پکڑتا ہے اور اس مخالف ماحول، جس میں وہ اپنی سزا پوری کرتا ہے، یہ

احساس اور بھی نشو و نما پاتا ہے۔ لہٰذا یہ اہمیت کا حامل ہوگا کہ فوجداری انصاف کے نظام کو یوں وضع کیا جائے کہ یہ مجرموں کی جائے افزائش کی بجائے ایک ایسا مقام بن جائے جہاں کے رہائشی / سکونتی معاشرہ میں اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہو جائیں اور بعد از رہائی بھرپور اعتماد اور عزتِ نفس کے ساتھ مفید شہری بن سکیں۔

قیدیوں کو الگ الگ قید خانوں اور مقامات پر مندرجہ ذیل بنیادوں پر رکھا جائے:۔

1۔ مردوں اور عورتوں کو الگ الگ مقامات پر رکھا جائے۔

2۔ زیرِ سماعت اور سزا یافتہ قیدیوں کو بھی الگ رکھنا چاہیے۔

3۔ کم سن اور نوجوان ملزمان اور بالغ قیدیوں کو بھی الگ الگ رکھا جانا چاہیئے۔

4۔ اس قسم کی علیحدگی جیل کے نظام کو آسانی چلانے کیلئے اہمیت کی حامل ہے اور مزید بھی اہم ہے اس سے قیدیوں کا حق تصور کیا جا سکتا ہے بین الاقوامی اور مذہبی بالخصوص اسلامی نقطہ نظر سے قیدی تمام حقوق اور آسائشوں کے حقدار ہیں۔ قیدیوں کو دیے گئے چند اہم حقوق ذیل میں بیان کیے جا رہے ہیں؛۔

الف) **ذاتی ملکیت**

قیدیوں کو اپنی ملکیتی جائیداد اپنے قبضہ میں رکھنے کا حق ہونا چاہیے۔ بلاشبہ یہ حق شُتر بے مہار نہیں ہونا چاہیئے تاہم ایک عمومی قیدی کا اپنی ذاتی جائیداد میں اسی طرح کا حق ہوگا جس طرح کسی مطالعاتی مواد، گھڑی، کچھ زیبائش اور غسل سے متعلق اشیاء اور نقدی وغیرہ پر ہوتا ہے۔ اس حق کو جیل میں قیدی کے روّیہ اور حالت کے تناظر میں برقرار رکھا جانا چاہیے۔

ب) سیاسی شمولیت

آدمی کو دورانِ قید "انتخابات" میں ووٹ ڈالنے کا حق بھی ہونا چاہیے۔ انہیں سیاسی سرگرمی میں حصہ لینے کا احساس ہونا چاہیے اور مختلف سطحوں پر اپنے نمائندے چننے کے لیے کردار ادا کرنے کا حق ہونا چاہیے۔

ج) **خلوت**

خلوت ہر شہری کا ضروری حق ہے لیکن قیدیوں کو یہ حق بغیر احتیاط کے نہیں دینا چاہیئے انہیں اپنے خاندان کے ساتھ رازداری میں بات کرنے کا حق ضرور ہونا چاہیے تاہم جیل حکام کو ضروری پڑتال اور مداخلت کا حق ہونا چاہیے۔

(ی) **خاندان کے ساتھ رابطہ:-**

قیدی کو قریبی خاندان سے ملنے اور جیل میں ان سے ملاقات کا حق ہونا چاہیے۔ مگر اس حق کو زیر نگرانی ہونا چاہیے۔ قیدی کو اپنے خاندان کے ساتھ بذریعہ خط و کتابت، فون یا خود ملنے کی اجازت ہونی چاہیے تاہم اُسے اس حق کا دعویٰ مخصوص پابندیوں کے بغیر نہیں کرنا چاہیے۔ جیل کے عملہ کو اس حق کے استعمال پر مناسب وجہ کے بغیر قدغن نہیں لگانی چاہیے۔ غیر ضروری پابندیوں سے اجتناب کیا چاہیے۔

(ط) **عدالت تک رسائی:-**

دادرسی کی خاطر عدالت تک رسائی کے قیدی کے حق میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ جیل کا عملہ قیدی کی درخواست کی نظر ثانی اور اُنہیں عدالت میں پیش کرنے سے نہیں روک سکتا ہے۔ اگر ایک قیدی بے کس اور لاچار ہے تو اُسے عدالت تک رسائی کے لیے قانونی فیسیں وغیرہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہونی چاہیے۔ قانونی مشیروں تک رسائی قیدیوں کا بنیادی حق انتہائی توجہ کا طالب ہے۔ قیدیوں کو اپنے وکیلوں سے راز درانہ بات چیت کے لیے موزوں اوقات اور مقامات پر ملاقات کی اجازت دینی چاہیے۔

اسیرانِ جیل کے حقوق ومراعات

ڈاکٹر سید محمد انور، صدر، ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن، اسلام آباد

اس مقالہ میں بالخصوص اُلجھن، مایوسی و بے امیدی کی ذہنی کیفیات کا تذکرہ کیا گیا جو ہر ذی ہوش پر عملی زندگی میں مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے ضرور طاری ہوتی ہیں۔ قیدیوں پر بھی یہ کیفیات غالب ہوتی ہیں۔ قیدیوں کے حقوق مسلم ہیں۔ پاکستان کا پیچیدہ اور طویل فوجداری نظام ان حقوق کی فراہمی میں ناکام ہے اور یہ ناکامی اُلجھن کا باعث ہے۔ جیلوں کے دگرگوں حالات، قیدیوں پر مظالم، جرائم کی افزائش، بدعنوانی اور دیگر عمومی مسائل نے ہر پاکستانی کو مایوسی میں مبتلا کیا ہے۔ تاہم ان مسائل کے باوجود جیلوں کے حالات پر متفکر عوام اور متحرک عدلیہ کی بروقت کوششوں کی وجہ سے امیدیں ابھی زندہ ہیں اور جیلوں کے حالات مستقبل قریب میں بہتر ہوں گے۔ مقالہ میں فوجداری نظام کی کمزوریوں کا احاطہ کیا گیا اور اس کی خامیوں کے سدِباب پر زور دیا گیا۔ قیدیوں کے حقوق واستحقاق، قیدیوں کی درجہ بندی، زیرِ سماعت ملزمان کو سزا یافتہ مجرمان سے الگ رکھنے، عورتوں اور بچوں پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت پر زور دے کر قیدیوں کی ملاقات کے استحقاق، ازدواجی تعلقات، خط وکتابت اور سیل جوں کے ضمن استحقاق کو اُجاگر کیا گیا۔ قیدیوں کو بلاتفریق طبی سہولیات کی فراہمی اور انصاف تک رسائی کا حق یقینی بنانے کیلئے اصرار کیا گیا۔ قیدیوں کے حالات میں بہتری لانے کیلئے عدلیہ کی کوششوں کو سراہتے ہوئے حکومت پر زور دیا گیا ہے کہ وہ قیدیوں کے حقوق واستحقاقات کو مدِنظر رکھتے ہوئے ان کے بہترین نفاذ کیلئے کوششیں کریں۔

اُلجھن، مایوسی اور بے امیدی

ان کیفیات سے پاکستان کا ہر باشعور شخص گزرتا ہے جب بھی ملکی مسئلہ پر سنجیدگی سے سوچتا ہے اور قیدیوں کے حقوق اور استحقاق کا مسئلہ بھی اس اصول سے مبرا نہیں ہے۔ دلچسپ بات ہے کہ یہ مقالہ دماغی کیفیتوں کے متعلق ہے۔ حقوق اور استحقاق کا موضوع قانون کا شاید واحد پہلو ہے جہاں حقوق اور استحقاق کا ایک دوسرے سے تصادم ہوتا ہے۔ ایک آزاد دنیا میں شہری حقوق شہری آزادیوں سے جنم لیتے ہیں یا استحقاق بنیادی آزادی اور بنیادی حقوق کی نشوونما کرتا ہے لیکن جیل کی دیواروں کے اندر کی دنیا آزاد دنیا نہیں ہے، سزایافتہ اور ملزمان کیلئے ایک محروم دنیا ہے۔ قیدیوں کے حقوق اور استحقاق اسلامی قانون کے تحت فوجداری نظام کا زیادہ پیچیدہ شعبہ ہے۔ یہ زیادہ پیچیدہ ہوجاتی ہے جہاں فوجداری نظام انصاف ناکامی کے دھانے پر ہو اور اصلاح کے حصول میں ناکام رہا ہے۔ تفتیش کا کم تر معیار اور سزاؤں کی کم شرح پاکستان میں فوجداری نظام کی ناکامی کا اشارہ ہے۔ زیرِ بحث موضوع پیچیدہ ہے اور جس ملک کیلئے اس پر بحث ہو رہی ہے اس ملک کو سنگین منظم مسائل کا سامنا ہے جس سے موضوع خود بخود زیادہ پیچیدہ اور زیادہ اُلجھن زدہ ہوجاتا ہے۔

مایوسی

موضوع براہ راست زیر قید مجرموں، ملزموں، جیلوں، جیل کے منتظمین اور عملہ سے اور جیل کے اندرونی حقائق کے متعلق ہے کہ منتظم عملہ کے قیدیوں پر مظالم، جیل میں قیدیوں کیلئے غذائی قلت، بے یقینی، صحت کی سہولیات کا فقدان، منظم جرائم پیشہ افراد کی گہری جڑیں، جیل کے عملہ اور وارڈن میں بڑھتی ہوئی بدعنوانی، خطرناک مجرمان کی جیلوں میں اصل حکمرانی اور کنٹرول وغیرہ دراصل ہر پاکستانی کیلئے مایوسی کا سبب ہے۔

امید

فوجداری نظامِ انصاف میں کمزوریوں، جیلوں کے اندر اور باہر کی صورتحال اور گہری بدعنوانی کے باوجود بہتری کی امید اور کرن موجود ہے۔ بہتری کی امید، مضبوط، خوشحالی اور بدعنوانی سے پاک پاکستان ہر ایک کا خواب ہے اور ہمارا وطن ایسا ملک بنے گا جہاں ہر شہری، بشمول جیلوں میں قید افراد کے حقوق اور استحقاق کا تحفظ کیا جائے گا۔ اس امید کا مرکز ہماری آزاد عدلیہ ہے، یعنی ایسی عدلیہ جو آئین پر یقین رکھتی ہے۔

ہماری امیدیں مضبوط عدلیہ سے وابستہ ہیں۔ حالانکہ جیل اصلاحات حکومت کا بنیادی کام ہے لیکن حکومت کے ارادہ اور اہلیت کی عدم موجودگی کی وجہ سے عدلیہ سے امیدیں بندھی ہوئی ہیں۔ قیدیوں کو ایک دفعہ انصاف تک رسائی یا جیلوں کے اندر ظلم کے خلاف عدالتی نوٹس سے اس نظر انداز شدہ میدان میں بہتری ہوسکتی ہے۔ جمہوریت میں اس طرح کی ایک مثال امریکہ کی ہے جہاں قیدیوں کے حقوق اور استحقاق بتدریج حاصل کئے گئے اور ان کو معاشرہ نے بتدریج اور مسلسل جدوجہد کی بناء پر تسلیم کیا۔

قیدیوں کے حقوق اور استحقاق اصلاحی قانون کا موضوع آخر میں آتا ہے۔ فوجداری نظامِ انصاف میں پہلا قدم استغاثہ ہے جس کا زیادہ انحصار تفتیش پر ہے۔ غیر معیاری تفتیش اور استغاثہ اور سزا کے درمیان عدم توازن کافی ثبوت ہے کہ فوجداری نظامِ انصاف تباہ ہو چکا ہے۔ لہٰذا ملکی جیلوں کی موجودہ صورتحال اسی کا نتیجہ ہے۔

ایک مجرم الزام سے گرفتاری، پھر تفتیش سے استغاثہ اور آخر کار سزا کے مراحل سے گذر کر اپنی زندگی جیل میں ختم کر دیتا ہے اور ملزم گرفتاری کے بعد پولیس کے ہاتھوں تشدد اور غیر انسانی سلوک کا سامنا کرتا ہے۔ مزید یہ کہ اس نظام میں جیلیں سزا یافتہ اور زیر سماعت قیدیوں میں فرق نہیں کرتیں۔ دوسری طرف با اثر لوگ جیلوں میں تمام آسائشوں سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔ عدالتیں کم تر طبقہ سے تعلق والے زیر سماعت

مقدمات کے ملزمان سے مجرم کا سلوک کرتی ہیں اور جیلیں اپنے مقاصد کھو چکی ہیں۔

مزید یہ کہ جہاں قیدی، خواتین اور بچوں کو سنگین مجرموں، دہشت گردوں یا جرائم کے منظم گروہوں سے الگ رکھا جاتا ہے، وہاں فضا دیگر جرائم کیلئے موافق ہو جاتی ہے اور قیدیوں کو ایسے قوانین کے تحت رکھا جاتا ہے جو نوآبادیاتی حکمرانوں نے مقامی لوگوں کو سبق سکھانے، سدھارنے اور زیر دباؤ کیلئے بنائے تھے۔

اس پس منظر میں ایسے اصلاحی قانون کے تحت ضروری اقدامات ایک لاحاصل مشق ہوں گے۔

قیدیوں کے حقوق اور استحقاق کے ضمن میں پہلا حق سزا یافتہ ہونے کی وجہ سے معاشرہ سے الگ رکھے گئے افراد کا ہے۔ ان کو ایسے قیدیوں سے الگ رکھنا چاہیے جن سے معصومیت کا گماں ہو اور اُن کو آئین نے بھی تحفظ دیا ہو۔ ایسی علیٰحدگی خاص مسائل کے حل کے خاتمہ میں معاون ہے۔ نوآبادیاتی طرز کے وسیع وعریض جیلوں کی بجائے جدید جیل قیدیوں کی ضروریات اور گروہ بندی کے مدِ نظر تعمیر کئے جائیں، جہاں قیدیوں کے حقوق اور استحقاق کی الگ شناخت ہو۔

اسی طرز پر عورتوں اور بچوں کی ضروریات کے مدِ نظر ان کو الگ جیل میں رکھا جائے۔ مزید یہ کہ ملزم اور سزا یافتہ قیدیوں کی درجہ بندی سنگین جرائم کے قیدیوں، عورتوں اور بچوں وغیرہ سے الگ ہونی چاہیے تا کہ معاشرتی حقوق کا معیار برقرار رکھا جا سکے۔ نظریاتی طور پر یہ تکراری حق ہے کیوں کہ کوئی نہیں جانتا کہ معاشرہ کو جیل تک لانا چاہئے یا کوشش ہونی چاہئے کہ جیل کو معاشرہ کی طرح بنا دیا جائے۔ البتہ اس حق میں درج ذیل بھی شامل ہے۔

ملاقات کا استحقاق، ازدواجی تعلقات، خط و کتابت اور میل جول

ملاقات کا استحقاق متنازعہ حق ہے۔ کس کو ملاقات کی اجازت ہو اور قیدیوں سے ملاقات میں کتنے ملاقاتیوں کی فہرست ہو، کتنوں کو اجازت ہو اور کیا ان کو رُوبرُو ملاقات کی اجازت ہو؟ یہ بنیادی مسائل ہیں، جن کا قیدیوں میں درجہ بندی کے مطابق تدارک کی ضرورت ہے۔ ازدواجی ملاقات قابلِ بحث حق ہے جو کہ قیدیوں کے استحقاق کے فوائد اور نقصانات کو ظاہر کرتا ہے۔ جب والدین بسترِ مرگ پر ہوں تو اس وقت گھر جانے کیلئے اجازت دینا ایک قابلِ رحم بات ہے لیکن یہ موقع بھاگنے کے لئے ممکنہ خطرہ بھی ہے لہٰذا اس کو منصفانہ انداز سے استعمال کیا جا سکتا ہے یعنی کسی جج یا مجسٹریٹ کی زیرِ نگرانی یہ عمل کیا جائے۔ خط و کتابت کے حق کی اجازت پابندیوں اور چھان بین کے بغیر نہیں دی جا سکتی جبکہ "ریاستی حق" ہے۔ اس کے علاوہ رابطہ کے کسی ذریعہ کی اجازت دینا یا نہ دینا احتیاط کا معاملہ ہے۔

انصاف تک رسائی کا حق ہماری جیلوں کے معاملات کو رفتہ رفتہ اور مستقل بہتر بنانے میں اہمیت کا حامل ہے۔ شاید یہ قیدی کا واحد حق اور استحقاق ہے جو کہ غیر متنازعہ ہے۔ یہ وہ حق ہے جس نے قیدیوں کے حق میں مفید اور حق ساعت خصوصاً جدید دنیا میں بنیادی تبدیلی لائی ہے۔ سول سوسائٹی، غیر سرکاری تنظیموں، بار ایسوسی ایشنز اور وکلاء کی مفت قانونی امداد قیدیوں کو انصاف تک رسائی میں اہم اور موثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔

طبی علاج کے حق سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے لیکن اس میں سنجیدگی بھی ہے کیونکہ طبی معالج کا معیار اور بااثر قیدیوں کا اس حق کا غلط استعمال جیسا کہ عموماً ہسپتالوں میں داخل ہونا اور تمام سہولیات سے بہرہ مند ہونا قید کی سزا سے بچنے کا موثر طریقہ ہے۔ اس حوالہ میں رپورٹس، مقالے اور سفارشات کی لمبی فہرستیں موجود ہیں۔ ان میں سے کچھ عملی ہیں، کچھ بلاضرورت ہیں اور کچھ اغراض ومقاصد کی بناء پر ہیں۔ دنیا میں کہیں بھی ایسا اختیارِ ساعت نہیں جس کو بہترین اور قابل تقلید سمجھا جائے۔ ہر اختیارِ ساعت میں حقوق اور استحقاق رفتہ رفتہ آتے ہیں اور فروغ پاتے رہتے ہیں۔ ہر ملک اپنے مخصوص حالات اور فوجداری نظامِ انصاف کو مدِنظر رکھتا ہے۔

مقالہ کا حاصل یہ ہے کہ قیدیوں کے حقوق اور استحقاق کا موضوع فوجداری نظام انصاف کا ایک پیچیدہ مسئلہ ہے۔ مجرموں کو سزا کے طور پر اور معاشرہ کی حفاظت کیلئے قید کیا جاتا ہے، لیکن ان کو قانونی حقوق اور استحقاق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ جیل کے نظام کی بگڑتی صورتحال کا سبب اور قیدیوں کے حق سے انکار پاکستانی جیلوں کی انتظامیہ کی وجہ سے ہے لیکن ملک کے فوجداری نظامِ انصاف کی تباہی کی ذمہ داری کسی حد تک فوجداری نظامِ انصاف پر بھی ہے۔ کچھ معاملات کو انتظامیہ یا حکومت نے درست کرنا ہے جبکہ عدلیہ نے بھی فعالیت کے ذریعہ بہت کچھ کرنا ہے۔

حکومت کو جیلوں کیلئے مکمل ڈھانچہ ترتیب دینا ہے، جو مختلف اقسام اور درجہ بندی والے قیدیوں کیلئے ہو اور اُس کی بنیاد ایسے قیدی جن کو مقدمات کا سامنا یا جو سزا یافتہ ہیں، اسی طرح بچوں اور خواتین کیلئے الگ جیل ہونی چاہیے۔ ریاست نے قیدیوں کو انصاف تک رسائی کے حق کی ضمانت دینی ہے کیونکہ ریاست قیدیوں کو حقوق اور استحقاق مہیا کرنے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ ہماری امید عدلیہ ہے جو کہ اس موضوع سے جڑی الجھنوں اور مشکلات کو نظائر (precedents) سے دور کر سکتی ہے۔ ایسا دنیا میں ہر جگہ ہو چکا ہے اور یہی مثال پاکستان کی آزاد عدلیہ کیلئے سنگِ میل ہے۔

اسیرانِ جیل کے حقوق و مراعات

مس شاہینہ خان، سیکرٹری، خواتین امدادی ٹرسٹ، اسلام آباد

محترمہ شاہینہ خان خواتین قیدیوں کی ایک تنظیم کیلئے گذشتہ 17 برس سے خدمات سرانجام دے رہی ہیں زیر نظر مقالہ میں قیدیوں خصوصاً بچوں اور خواتین کے مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور مروجہ قوانین اور قواعد کا صحیح معنوں میں نفاذ اور جیلوں کی نگرانی کو لازمی قرار دے کر عدالتی نظام کو مستعدی سے جیلوں کی نگرانی کی تجویز پیش کی گئی۔ جیل حکام کے ناروا سلوک اور قیدیوں کو سہولیات سے محروم رکھنے کے واقعات کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ خواتین قیدیوں کو مرد قیدیوں اور جیل حکام سے الگ رکھنے کی ضرورت کو اجاگر کیا گیا۔ جیلوں کے دگرگوں حالات کی ذمہ داری، وسائل کی کمی اور جیل حکام کی بے حسی پر بات کی گئی ہے۔ نیز عوام الناس اور معاشرے کے تمام طبقات کو جیلوں کے اندرونی حالات اور قیدیوں کے مسائل میں دلچسپی لینے کی دعوت دی گئی تاکہ افراد معاشرہ قیدیوں کے اصلاحِ احوال کیلئے اہم کردار ادا کر سکیں۔

قید خانوں کو اصلاحی سہولیات دینے کی غرض سے قائم کیا جاتا ہے۔ معاشرہ میں اس نظام کو اس لئے ترویج دی جاتی ہے کہ جرائم کنندہ کو اس امید سے الگ مقام میں رکھنے کا بندوبست ہو جہاں اُن کے رویوں کو بہتر بنایا جا سکے اور انہیں آزادی کی قدر و قیمت کا احساس ہو سکے۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ قواعد و ضوابط کی تعمیل کے نکتہ نظر، ان قید خانوں پر مسلسل نظر رکھے اور اصلاح، قیدیوں کے کردار اور رویوں میں مثبت تبدیلی کے حقیقی مقصد کو حاصل کرنے کیلئے بھی نگرانی بہت ضروری ہے۔

اس مقالے میں قیدیوں کے حقوق کی موجودہ حالت اور قانون اور قواعد کے مطابق قید خانوں میں قیدیوں کی اصلاح اور خاص طور پر عورتوں اور بچوں کے لحاظ سے ان کی اہمیت پر نظر ثانی اور جائزہ لیا گیا

ہے۔ مَیں ابتدا ہی میں کچھ خاص عوامل پر بات کرنا چاہوں گی۔ اوّل یہ کہ میرے مشاہدات کے نتائج کی بنیاد خواتین کے امدادی ٹرسٹ کے گذشتہ سترہ پر محیط خواتین اور کم سن قیدیوں کی رفاعی خدمات ہیں۔

دوئم میرے مشاہدات کا مقصد جیل حکام پر الزام لگانا نہیں بلکہ اُس پہلو کو اُجاگر کرنا ہے جس کا تعلق اصلاح سے ہے۔ سوئم اس امر کو تسلیم کرنے کی ضرورت ہے کہ نظامِ جیل معاشرہ کی ایک بڑی تصویر کا رخ بھی ہے اور اسے الگ کر کے دیکھنے سے غلط نتائج اخذ سکتے ہیں۔ اختتام میں مجھے جیل حکام کی غیر معمولی معاونت بالخصوص اڈیالہ، ملتان، کراچی اور اٹک جیل کے حکام کا تعاون، جس کی وجہ سے آج کا کام ممکن ہوا ہے کو خراجِ تحسین پیش کرنا ہے۔

جب ہم فوجداری نظامِ انصاف کا جائزہ لیتے ہیں تو حیرت انگیز حد تک واضح اور عمدہ نظام لگتا ہے جو کہ جرم کو سنجیدگی سے لینے والے معاشرے کی بنیاد ڈالتا ہے۔ یہ مقدمہ کا مناسب موقع فراہم کرتا ہے، اور وسیع طور پر تمام کارگزاروں کے حقوق وذمہ داریوں کو ظاہر کرتے ہوئے تمام عوامل/طریقہ کار پر عدالتی نظر رکھتا ہوا نظر آتا ہے۔ یہی عناصر نظامِ جیل میں بھی پائے جاتے ہیں۔ جو فوجداری نظامِ انصاف کا ایک ناگزیر جُزو ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک بڑے نظام میں، زمینی طور پر کتابوں میں لکھے ہوئے عمدہ قوانین اور قواعد کا مکمل اطلاق نظامِ جیل پر نہیں ہوتا۔ اپنے آپ کو قیدیوں کے حقوق تک ہی محدود رکھتے ہوئے، مبالغہ سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ یہ سب کچھ خاص طور پر نہیں بلکہ استثناء سے دیکھا گیا ہے۔ میں کچھ مثالیں/نظیریں دینا چاہوں گی جو قوانین کے نفاذ کی موجودہ حالت میں پائی جانے والی خرابیوں کو واضح کریں گی۔

1۔ قواعد میں جیلوں میں مہیا کیے جانے والے کپڑوں اور بستروں کے عنوان کے تحت مختلف اشیاء کی ایک طویل فہرست کا ذکر ہے۔ اس طویل فہرست میں سے صرف چند اشیاء اور وہ بھی معیار یا موسمی حالات کی پرواہ کیے بغیر مہیا کی جاتی ہیں۔

2۔ یقیناً قواعد بہت واضح ہیں کہ جیل کے افراد یا دیگر خاتون وارڈن / نگران کے ہمراہ ہی خواتین قیدیوں کے حصہ میں داخل ہو سکتے ہیں اور اُن کے دورہ کے دوران تمام وقت وہ خواتین وارڈن وہاں موجود رہیں گی۔ یہ چاہے تذبذب میں ڈالے مگر ایسی مثال بھی سامنے آئی کہ غیر ملکی خاتون اور جیل میں سویلین کے درمیان نکاح جیل کے اندر پڑھایا گیا۔ یہاں صرف انتظامیہ کو قصور وار / ذمہ دار نہیں ٹھرایا جا سکتا بلکہ دیگر افراد کے بھی پوشیدہ مقاصد کارفرما ہوتے ہیں۔

3۔ خواتین قیدیوں کو پیشی پر عدالت لے جاتے ہوئے ہمیشہ مرد قیدیوں سے الگ رکھا جائے مگر عدم تعمیل اُن خرابیوں کا پیش خیمہ بنتی ہے جنکا سدِ باب خواتین قیدیوں کو الگ حصوں میں رکھ کر کیا جا سکتا ہے۔

4۔ قید میں کم سن ملزمان سب سے مظلوم طبقہ ہے اس وجہ سے قانون سازوں کو اُن پر احتیاط سے خصوصی توجہ دینے کی وضاحت کرتے ہوئے بہت عرق ریزی کی گئی ہے تاکہ انہیں بعد از رہائی بنیادی طور پر صحت مندانہ زندگی کے قابل بنایا جا سکے۔ یہاں مشاہدہ کیا گیا ہے کہ عملہ کی جانب سے مطلوبہ احتیاط اور توجہ شاذونادر ہی دی جاتی ہے۔ یہ جائز اور تسلیم شدہ ہے کہ جیل حکام قواعد میں دیئے گئے فرائض کی انجام دہی کیلئے وافر مالی اور انسانی وسائل نہ ہونے کی بات کرتے ہیں لہٰذا قید خانوں میں مطلوبہ معیار اور توجہ و احتیاط کو برقرار رکھنا اُن کی اہلیت سے باہر ہو جاتا ہے۔ تاہم اس ضمن میں تین مشاہدات پیش کرنا چاہوں گی :۔

1۔ اولاً یہ کہ عدالتی حکام، یہاں میری مراد عدالتِ ہائے عالیہ ہیں، کا فرض ہے کہ قیدیوں کی حالتِ زار کی مسلسل نگرانی کریں، وہ اس حقیقت کا نوٹس لے سکتے ہیں کہ انتظامیہ مطلوبہ مقاصد کے حصول اور جیل کے انتظام میں درکار مناسب وسائل اور ضروری فنڈز مختص نہیں کر رہی۔

2۔ قانون نامناسب وسائل کی وجہ سے بنایا گیا ہے۔ درج بالا چند مثالیں یا تو بدعنوانی کا نتیجہ ہیں یا پھر جیل انتظامیہ کا بے حس روّیہ ہے جسے وسائل کی کمی کی وجہ سے معاف نہیں کیا جا سکتا۔

3۔ اور آخر میں یہ کہنا چاہوں گی کہ جیلوں کی حالت بہتر بنانے میں وسائل کی مادی یا انسانی کمی پر قابو پانے کیلئے پورے معاشرہ کو تحریک دینے کی ضرورت ہے۔

آخری مشاہدہ مجھے ایک ایسے پہلو کی طرف بھی لے جاتا ہے جو میرے خیال میں سب سے زیادہ اہم ہے مگر ہمارے نظامِ جیل کی بہتری کے لیے شاذونادر ہی متحرک کیا جاتا ہے۔ معاشرہ کی بھاری ذمہ داری ہے کہ جیل کے معاملات میں مستعدی سے دلچسپی لیں تاکہ نہ صرف وسائل کی کمی میں مدد دی جا سکے بلکہ قیدیوں کو بعد از رہائی معاشرہ میں ایک نارمل زندگی گزارنے کی خاطر بھی امداد دینے کیلئے وقت نکالنا چاہیے۔ دوسرے بہت سے ممالک کے برعکس ہمارا نظامِ جیل سماجی تنظیموں کی جانب سے جیل حکام کو جیل قوانین کے نفاذ میں معاونت فراہم کرنے کیلئے بہت ہی محدود کردار کی اجازت دیتا ہے جبکہ اگر اس کردار کو وسعت دی جائے تو اصلاحِ احوال کیلئے بڑی سہولت اور مدد مل سکتی ہے۔

اسیرانِ جیل کے حقوق و مراعات

عزیز الدین کاکاخیل، غیر سرکاری معائنہ کار، نوشہرہ

اس مقالہ میں جیل خانہ جات میں قیدیوں کے مسائل کو اُجاگر کیا گیا ہے اور بطورِ خاص صوبہ خیبر پختونخواہ کے قیدیوں کے مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔ خیبر پختونخواہ کی جیلوں کے دوروں کی ضرورت اور وہاں قید مجرمان کے مسائل کی نشاندہی کو ضروری قرار دے کر ان مجموعی مسائل کا حل تجویز کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ قیدیوں کو ناقص خوراک کی فراہمی، طبی امداد اور ادویات کی عدم دستیابی اور جیلوں کے پرہجوم ہونے جیسے مسائل پر حاضرین کی توجہ دلائی گئی ہے۔

میرے لئے باعثِ مسرت ہے کہ مجھے اس عنوان پر لکھنے کا موقع عنایت کیا گیا ہے۔

1۔ پانی اور صفائی زندگی کے بنیادی وسائل ہیں جنکی فراہمی قیدیوں کو فی الفور ہونی چاہیے۔

2۔ تقریباً ہر قید خانہ قیدیوں سے بھرا پڑا ہے۔ اور ایک جیل جس میں صرف 100 قیدیوں کی گنجائش ہے اس میں 300 قیدی رکھے گئے ہیں۔ جس سے اُن کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے لہٰذا اس تعداد کو کم کیا جائے یا پھر قید خانہ کی رہائشی گنجائش کو وُسعت دی جائے۔

3۔ قیدی رات کو کھلے فرش پر صرف چادر کے ساتھ سوتے ہیں جبکہ ان کیلئے جیل میں کم از کم تالینوں کا اہتمام کیا جائے جہاں وہ رات کو آرام کر سکیں۔

4۔ امیر گھرانوں سے تعلق رکھنے والے قیدی ان قید خانوں میں شہزادوں کی طرح رہتے ہیں لیکن باقی غلاموں کی طرح لہٰذا اس امتیاز کو ختم کر کے تمام قیدیوں کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے۔

5۔ میرا تعلق ضلع نوشہرہ سے ہے اور یہاں صرف ایک سب جیل ہے، جس کا دورہ میں بحیثیت ایک غیر سرکاری معائنہ کار کرتا ہوں لیکن یہاں کے کچھ قیدی پشاور جیل میں رکھے جاتے ہیں۔ اسی طرح خواتین قیدیوں کو بھی پشاور جیل میں رکھا جاتا ہے اور کچھ قیدیوں کو ہری پور یا ڈی۔آئی۔خان جیل میں بھی رکھا گیا ہے جبکہ ان کے مقدمات نوشہرہ میں زیر تجویز ہیں۔ ان جیلوں کا دورہ کر کے ان قیدیوں سے بھی ملنے کی ضرورت ہے تاکہ ان کے مسائل کو متعلقہ سیشن جج یا دیگر مجاز حکام کے نوٹس میں لایا جائے۔

6۔ ہم قیدیوں کی جو رپورٹ بھیجتے ہیں اس میں جن مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے، انہیں فوری حل کرنے کی ضرورت ہے۔

7۔ خوراک اور خاص طور پر ناشتہ کا نظام بہت خراب ہے جسے ترجیحی بنیاد پر حل کرنا چاہیے۔

8۔ ایک کمرہ جس میں 100 سے زائد قیدی رکھے گئے ہیں، میں دو یا تین غسل خانے ہوتے ہیں، اس مسئلہ کے حل کی بھی ضرورت ہے۔

(9)۔ قیدیوں کے کپڑے جیل سے باہر مفت دھلنے چاہئیں۔

10۔ ابتدائی طبی امداد فراہم کرنے کی ترجیحی بنیاد پر ضرورت ہے۔

11۔ جیل میں زیادہ تعداد میں ادویات پہنچانے کی ضرورت ہے۔

قیدیوں کے حقوق ومراعات

ملک شکیل سکندر، غیر سرکاری معائنہ کار، سرگودھا

اس مختصر مقالہ میں قیدیوں کے مسائل بیان کئے گئے اور ان کے آسان حل کیلئے تجاویز پیش کی گئیں۔ انہوں نے قیدیوں کی ذہنی وجسمانی نشوونما کیلئے جیلوں میں صحت مند سرگرمیوں کی ضرورت پر زور دیا اور جیلوں میں مدارس ودرس گاہیں بنانے کی تجویز دی تاکہ قیدیوں کی اصلاح کی جا سکے اور انہیں اچھائی، برائی اور جرم وسزا میں تمیز کی ترغیب دی جا سکے۔

قیدیوں کو دی جانے والی سہولیات میں جہاں جیل میں اچھا اور صاف ستھرا کھانا پینا اور رہائش میں بیرکوں کی صفائی ضروری ہے وہاں اچھے بستر، کمبل، ٹیلی ویژن، باتھ روم کی صفائی اور صابن وغیرہ کی موجودگی کو یقینی بنایا جائے۔ قیدیوں کی صحت کا خیال رکھنے کیلئے ہسپتال میں تمام بنیادی سہولیات کا اہتمام کیا جائے۔ قیدیوں کی نشوونما اور فٹنس کیلئے جیل میں کھیلوں کا انعقاد وغیرہ کیا جائے۔ لیکن جب تک قیدیوں کی دل و دماغ کی اصلاح نہیں کی جائے گی اس وقت تک یہی قیدی رہائی پانے کے بعد بھی مسلسل جرائم کی دنیا کا حصہ رہیں گے۔ دل و دماغ کی یہ اصلاح کیسے کی جائے گی؟ اس کیلئے ہمیں پاکستان کی تمام جیلوں میں سکول کھولنے چاہیں جہاں کم از کم ایک ایک گھنٹے کی دو کلاسز کا اہتمام کیا جائے۔ جہاں ان کیلئے قابل اساتذہ کا بندوبست ہو۔ ان کلاسز میں جرم کے نقصانات اور آزادی کے فوائد کے بارے میں بتایا جائے۔ ایک انسان کے دوسرے انسان پر حقوق اور معاشرہ میں زندہ رہنے کے لیے حقوق اللہ کے علاوہ حقوق العباد کو بھی زندگی کا شیوہ بنانے کی تعلیم دی جائے۔

گروپ دوئم

جیل خانہ جات کی نگرانی اور ضلعی عدلیہ کا کردار

جسٹس انور ظہیر جمالی جج، سپریم کورٹ آف پاکستان، گروپ دوئم کی صدارت کرتے ہوئے

گروپ دوئم کے شرکاء

جیل خانہ جات کی نگرانی میں ضلعی عدلیہ کا کردار

جسٹس مشیر عالم، جج سپریم کورٹ آف پاکستان

اس مقالہ میں جیلوں کے معائنہ میں ضلعی عدلیہ کے کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جیلوں کی نگرانی قرآنی تعلیمات اور خطبہ حجۃ الوداع میں وضع کردہ آفاقی اصول ہے۔ مقالہ میں بین الاقوامی قراردادوں، اپنے شہری و سیاسی حقوق کی متعلقہ شقات کا حوالہ دیا گیا ہے، جن کے مطابق قیدی انسانی وقار اور تعظیم کے حقدار اور قید کا حقیقی مقصد اصلاح اور بحالی ہے۔ مقالہ میں آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973 میں صراحت شدہ تمام بنیادی انسانی حقوق کا اعادہ کیا گیا اور جیلوں کی نگرانی کیلئے ضلعی عدالتوں کو خوشگوار اور فعال رویہ اپنانے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ جیل خانہ جات میں قیدیوں سے سلوک کے متعلق مشہور عدالتی مقدمات اور جیل قواعد کے ابواب و متعلقہ شقات کا حوالہ دیا گیا ہے یہ قوانین جیل خانہ جات کے معائنہ کاروں ان کے فرائض و ذمہ داریوں کی تفصیلات کا اعادہ کرتے ہیں ان قواعد میں باب 38 کے قواعد نمبر 930 تا 1106 شامل ہیں۔

"قید خانے تجسس اور سختی سے بھرپور قیدیوں کی ایسی دنیا ہے جو نگاہوں سے اوجھل ہے"

جناب جسٹس مشیر عالم، جج سپریم کورٹ آف پاکستان نے ورکشاپ کے گروپ دوئم جس میں **"جیلوں کی نگرانی اور ضلعی عدلیہ کا کردار"** کے موضوع پر تمثیل (Presentation) پیش کی۔ جس میں جیلوں کے معائنے میں ضلعی عدلیہ کے کردار کے مختلف پہلوؤں پر طائرانہ نگاہ ڈالی، اور نکاتی احاطہ درج ذیل ہے:۔

- بنیادی حقوق بطور سنگِ میل
- حقوق کا ماخذ
- خوشگوار رویہ
- فعال رویہ
- نگرانی کا لائحہ عمل

- قانونی ڈھانچہ
- قرآنی اصول
- خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کا خطبہ حجۃ الوداع
- بین الاقوامی قرارداد برائے انسانی حقوق 1948
- بین الاقوامی قرارداد برائے شہری اور سیاسی حقوق 1976
- بین الاقوامی قرارداد برائے تشدد 1987
- اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین 1973
- قانون جیل خانہ جات مجریہ 1894
- قانون جیل خانہ جات مجریہ 1900
- قواعد قید خانہ جات

قرآنی اصول اور خطبہ حجۃ الوداع

جیلوں کی نگرانی کے متعلق قرآنی تعلیمات اور خطبہ حجۃ الوداع میں تذکرہ کردہ قیدیوں کے حقوق کا مقدمہ ڈاکٹر اسلم خاکی بنام ریاست کے مقدمہ بحوالہ پی ایل ڈی۔ 2010 وفاقی شریعت عدالت صفحہ نمبران 1 تا 90

بین الاقوامی قرارداد برائے شہری اور سیاسی حقوق

آرٹیکل 7 کی رُو سے " کسی شخص کو تشدد، بہیمانہ اور غیر انسانی سلوک کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا اور نہ ہی اس کی ہتک کی جائے گی۔

آرٹیکل (1)10 کے مطابق " وہ تمام اشخاص جن کی آزادی سلب کی گئی ہے ان سے صلہ رحمی کا سلوک کیا جانا چاہیے اور انسان کے شخصی کے مطابق انہیں تعظیم دی جانی چاہیے۔"

آرٹیکل (3)10 کے مطابق جیل کا نظام قیدیوں سے اچھے سلوک کا متقاضی ہوگا اور اس کا مقصد قیدیوں کی اصلاح اور بحالی ہی ہوگا۔

- اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین 1973 کے تحت انسانی حقوق کی ضمانت۔
- قانون کے مطابق سلوک (آرٹیکل 4)۔
- حقِ زندگی (آرٹیکل 9)۔

- ناجائز حراست اورگرفتاری سے تحفظ (آرٹیکل 10)۔
- جائز کارروائی کا حق (آرٹیکل 10 A)۔
- غلامی اور جبری مشقت سے تحفظ کا حق (آرٹیکل 10)۔
- دوہری سزا اور خود مجرم قرار دیئے جانے سے تحفظ کا حق (آرٹیکل 13)۔
- پیشہ، تجارت یا کاروبار اختیار کرنے کی آزادی کا حق (آرٹیکل 18)۔
- تقریر کی آزادی کا حق (آرٹیکل 19)۔
- مذہب اختیار کرنے کا حق (آرٹیکل 20)۔
- جائیداد کا حصول اور حقِ تحفظ (آرٹیکل 24)۔
- مساوی سلوک کا حق (آرٹیکل 25)۔
- تعلیم کا حق (آرٹیکل 25-A)۔
- خاندان اور اداروں کے تحفظ کا حق (آرٹیکل 35)۔

خوشگوار رویہ

- بین الاقوامی قرارداد برائے شہری وسیاسی حقوق کی کمیٹی برائے انسانی حقوق۔
- جیل کی معائنہ جاتی کمیٹیاں۔

جامع انتظامات کیلئے کمیٹی (بھارت اور پاکستان نے ایک دوسرے کے علاقوں میں موجود اپنے اپنے قیدیوں کیلئے کمیٹیاں تشکیل دی ہیں۔

- غیر سرکاری فلاحی ادارے (این جی اوز)۔
- بار کونسلز اور بار ایسوسی ایشن وغیرہ۔

فعال رویہ

عدالتیں شہریوں کے حقوق کی محافظ ہیں بلکہ پاکستان میں قیام پذیر انسانوں کے حقوق کی محافظ ہیں (بحوالہ مقدمہ بعنوان محمد اسلم خاکی بنام ریاست / پی ایل ڈی ۲۰۱۰ ایف ایس سی صفحہ ۱) عدالتوں پہ مسلسل ذمہ داری عائد ہے کہ وہ یقینی بنائیں کہ جیل انتظامیہ قیدیوں کو حقوق سے محروم نہ رکھے اور یہ مقصد نظر انداز نہ ہو۔

جب بنیادی حقوق نظر انداز کر کے اور قانونی تحفظ کو بالائے طاق رکھ کر کسی سے زیادتی کی جائے تو عدالتی رٹ زندہ ہو جاتی ہے جو پتھروں کی دیواروں اور آہنی سلاخوں کو توڑ کر صحیح اور غلط کو دیکھتی ہے اور قانون کی حکمرانی قائم کرتی ہے۔ (بحوالہ چارلس سوبھراج بنام سپرینٹینڈنٹ جیل تہاڑ نئی دہلی (AIR 1978 SC 1514)

مشہور مقدمات

- سرفراز عادل بنام حکومتِ سندھ (1989 PCrLJ 633)۔
- مجیدن بوبی بنام ریاست (PLJ 1995 Karachi (DB)۔
- محمد اسلم خاکی بنام ریاست (PLD 2010 FSC 1)۔
- از خود نوٹس مقدمہ نمبر 14/2009 (2010 GBLR 50)۔
- تجمل عباس شاہ بنام ریاست (2010 PCrLJ 1935)۔
- چارلس سوبھراج بنام سپرنٹنڈنٹ تہاڑ جیل (AIR 1978 SC 154)۔
- سنیل بارا بنام دہلی ایڈمنسٹریشن اور دیگر (AIR 1980 SC 1675)۔
- پریم شنکر شکلہ بنام دہلی (AIR 1980 SC 1535)۔
- سنیل بترا بنام دہلی ایڈمنسٹریشن اور دیگران (AIR 1980 SC 1579)۔
- فرانسس ملن بنام یونین ٹیریٹریز دہلی (AIR 1981 SC 746)۔

دیوانی درخواست نمبر SCHC 2176/2010 میں بے شمار احکامات (جو ابھی زیرِ سماعت ہے) دیئے گئے۔ مذکورہ مقدمہ کی سماعت کے بینچ کی سربراہی جسٹس سجاد علی شاہ نے کی اور وہ جیلوں کے نگران جج اور ریمانڈ ہوم بورسٹل سکول برائے نوجوان ملزمان وغیرہ کے نگران جج بھی تھے۔

جیل قواعد کا باب نمبر 38 (قواعد 935 تا 1106)

- قیدیوں کے سرکاری و غیر سرکاری معائنہ کار۔
- سرکاری معائنہ کار۔
- علاقہ کا کمشنر۔
- ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج۔
- عدالتی مجسٹریٹ۔

- ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس۔
- سپرنٹنڈنٹ پولیس۔
- ڈائریکٹر آف ہیلتھ سروسز۔
- ڈائریکٹر بحالی اور آزمائش۔
- زرعی ڈائریکٹر۔
- تعلیمی اداروں کے شعبہ نفسیات اور سماجیات کے سربراہان۔
- ایڈمنسٹریٹر محکمہ اوقاف۔
- صنعتی ڈائریکٹر۔

جیل قواعد کا باب نمبر 38

غیر سرکاری معائنہ کار کی بابت قاعدہ نمبر 916 کی رو سے حکومت دس افراد کو ضلعی جیلوں میں غیر سرکاری معائنہ کار مقرر کر سکتی ہے۔ اس تعداد کو دس سے بڑھنا نہیں چاہیے اسی طرح پندرہ افراد کو مرکزی جیل کیلئے بطور غیر سرکاری معائنہ کار مقرر کیا جا سکتا ہے۔ معائنہ کاروں کی تعداد جیلوں کی آبادی کے تناسب سے کم یا زیادہ کی جا سکتی ہے۔ سرکاری و غیر سرکاری معائنہ کاروں کے فرائض کا احاطہ باب نمبر 38 میں کیا گیا ہے۔ کمسن اور نوجوان ملزمان سے سلوک میں پولیس سپرنٹنڈنٹ اور مجسٹریٹ کے کردار کا باب نمبر 12 کے قاعدہ نمبر 280 تا 304 میں احاطہ کیا گیا ہے۔

جیل خانہ جات کی نگرانی اور ضلعی عدلیہ کا کردار

جسٹس شہزادو شیخ جج، وفاقی شرعی عدالت، اسلام آباد

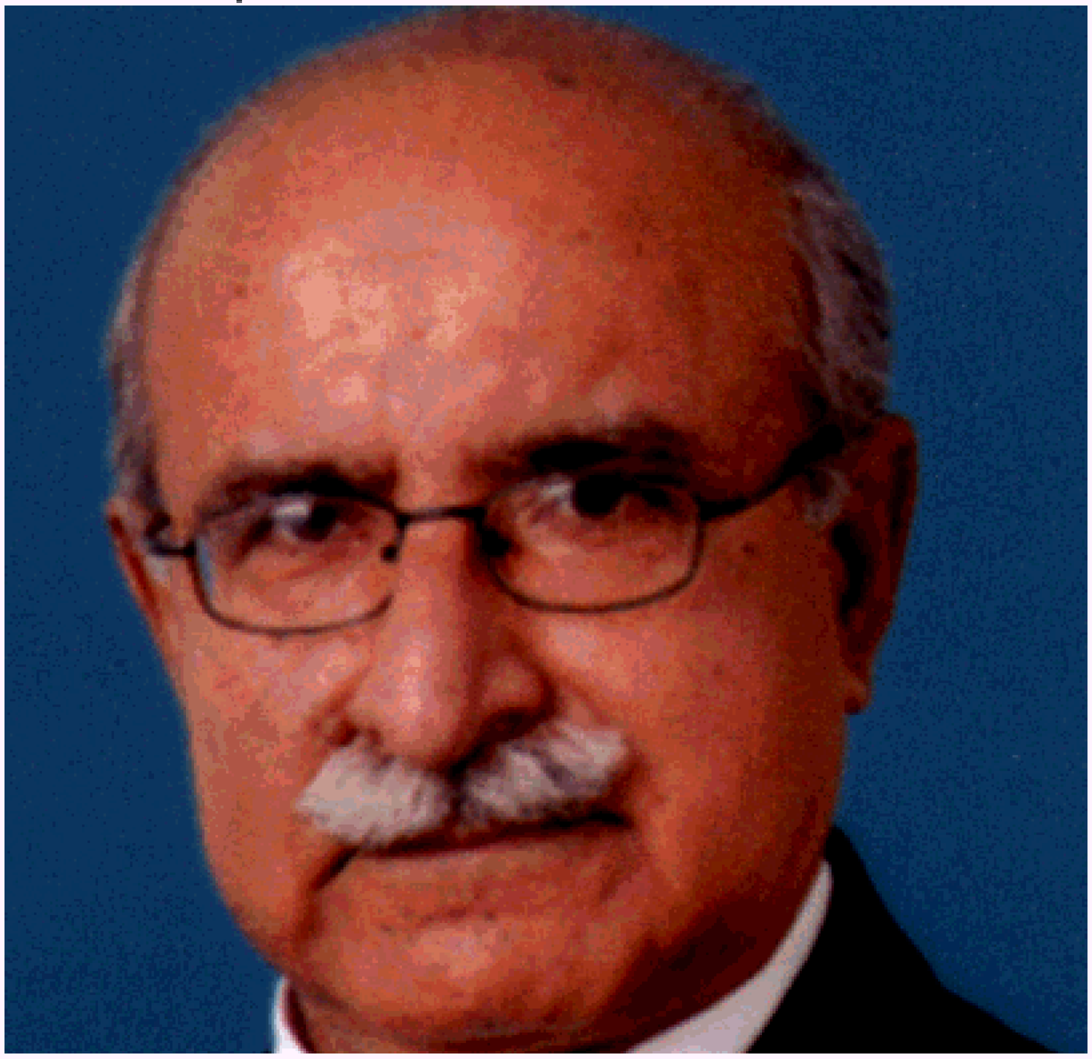

اس مقالہ میں جیل خانہ جات کے قیام کے قدیم مقاصد اور وجوہات کا احاطہ کر کے قرآنی آیات کی رُو سے سزا، معاشرتی اصلاح اور اسلامی نظام جیل خانہ جات کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ تمثیل (Presentation) میں نظام جیل خانہ جات کی عدالتی نگرانی کے عمل میں معائنہ کار شہریوں کی مداخلت کو اہم گردانا گیا تا کہ جیل خانہ جات کے حالات کے متعلق معاشرہ خود جوابدہ ہو سکے۔ جیلوں اور قیدیوں کی زبوں حالی کا ذمہ دار جیلوں میں گنجائش سے زیادہ آبادی، عمارات کی کمی، سہولیات کے فقدان اور فوجداری نظام انصاف کی پیچیدگیوں کو قرار دیا گیا ہے اور جیلیں مجرموں کی نشوونما کا مقام ہیں جہاں بدعنوانی عام ہے۔ جیلوں میں قوانین کی پیروی سزاؤں کی تعمیل، قیدیوں کی دیکھ بھال، نظم و ضبط، انتظامی اخراجات، فلاح و بہبود اور قیدیوں کی تربیت کو جیلوں کے اصل فرائض قرار دیتے ہوئے ایسے بہت سے مسائل مثلاً امتیازی سلوک، طبی سہولیات کا فقدان، جسمانی و جذباتی اور نفسیاتی تشدد، عملہ تربیت کا فقدان، سیکورٹی آلات کا فقدان، جائز کارروائی اور قانونی مدد تک رسائی نہ ہونا اور زیر سماعت ملزمان کی حراست میں طوالت وغیرہ، شامل ہیں۔ جن کی نشاندہی کی گئی ہے۔ بھارتی معائنہ کاروں کے بورڈ کی مثال پیش کی گئی ہے جو ہندوستانی نظام جیل کا لازمی حصہ ہے۔ فلوریڈا کی پرائیویٹ جیلوں کی نگرانی کے پروگرام کا تذکرہ اور اسکاٹ لینڈ کے نگران گروہ، اے قید خانہ جات کا ذکر بھی کیا گیا۔

نیو یارک کی جیلوں میں خواتین کی صحت سے متعلق اقدامات کا اعادہ اور قیدیوں کیلئے انفارمیشن ٹیکنالوجی پر مبنی انتظامی طریقہ کار رائج کرنے کی ضرورت پر بھی زور دیا گیا۔ اس ضمن میں سویڈن میں جیلوں کی برقی نگرانی کی تکنیک اور آئرلینڈ میں جدید ٹیکنالوجی اور سہولیات سے متعلق سفارشات جن میں وڈیو کانفرنسنگ اور ٹیلی ڈائل وغیرہ شامل ہیں کے اجراء پر زور دیا گیا۔ ضلعی عدلیہ کو انسانی حقوق کے معیارات برقرار رکھنے، پیرول اور پروبیشن کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرنے اور سزا کے اجراء، نفاذ اور تحمل پر نظر رکھنے کیلئے زور دیا۔ حفظان صحت کے اصولوں کی پاسداری، بحالی، قیدیوں کے مسائل سے آگاہی اور شکایات کے ازالہ کو یقینی بنانے، مقدمات کی سماعت میں تاخیر، قیدیوں کے ریکارڈ اور شکایات کے سدباب کی ہر ممکن کوشش کرنے اور سیکورٹی حالات کا جائزہ لینے اور نگرانی کے عمل میں سامنے آنے والے اعتراضات یا خامیوں کے باقاعدہ اندراج کی تجاویز پیش کیں۔ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن ججوں کو تسلسل سے جیلوں کے دورے کرنے، قیدیوں سے بات چیت کرنے، انہیں آزادی سے بولنے کا موقع دینے نیز مستحق قیدیوں کیلئے قانونی مدد کا بندوبست کرنے اور سرسری جرائم میں ملوث افراد کی شخصی ضمانت پر رہائی سے متعلق معاملات نمٹانے کی خصوصی تلقین کی گئی ہے۔ معائنہ کاروں کو قیدیوں کی املاک کا تحفظ کرنے، ان کے شخصی تشخص کے احترام کی حتی المقدور کوشش کرنے، خواتین قیدیوں کو تحفظ دینے ان کے بچوں کی دیکھ بھال کے خصوصی انتظامات کرنے کی کوشش کی اور قیدیوں کی اصلاح کیلئے اقدامات کرنے ان کو طبی سہولیات فراہم کرنے، رہائی کے دوران اور بعد اپنے عزیز و اقارب سے رابطہ رکھنے اور سماج میں اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کرنے میں ان کی مدد کرنے پر زور دیا گیا ہے اور اس مقصد کیلئے انہیں دوران قید اصلاحی تربیت اور رہائی کے بعد روزگار کیلئے فنی تربیت فراہم کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

برقی تمثیل (Presentation) کے مندرجات:۔

پاکستان کا اختیار کردہ نوآبادیاتی نظام جیل

- آباد کاروں نے جیل کا نظام تادیبی نظریہ کے تحت تشکیل دیا جسکا اصل مقصد تاج کو لاحق خطرات کا کچلنا تھا۔
- تادیبی ادارے خفیہ طور پر کام کرتے تھے اور خاص مواقع پہ سرعام سزائیں بھی دی جاتی تھیں۔
- جیلوں کے تعمیراتی ڈھانچے اور انتظامیہ کے سخت قوانین جیل کے حالات کو پوشیدہ رکھتے ہیں جو کہ انسانی حقوق کی پامالی میں آسانی پیدا کرتے ہیں۔
- جیلوں کا مقام اور مخفی اور کم نظر آنے والا ماحول اُسے لوگوں کی نظر سے دور رکھتا ہے۔
- معاشرہ کی دلچسپی کے بغیر غیر انسانی اقدامات جیلوں میں ریاست کی سرپرستی میں ہوتے رہیں گے۔
- اسلام نے شاہانہ نظام جیل جو قدیم مصری اور رومن حکومتوں کا حصہ تھا کو نہیں اپنایا:۔

سورۃ یوسف 12:41

اسلام نے رومی اور مصری نظام ہائے جیل خانہ جات کو رَد کیا

- لیکن دوسروں کے لیے وہ صلیب پر چڑھا دیا جائے گا اور پرندے اُسکے سر کو کھائیں گے۔

سورۃ یوسف 12:41

جیل اور جیل انتظامات کا خاکہ

- قیدیوں کے متعلق نظریات جیل کے نظام کا خاکہ اور انتظامی نظام کو ترتیب دیتے ہیں۔

سزا معاشرتی اصلاح سے متعلق اسلامی نظریات

- اسلام میں جنگی قیدیوں کو چھوٹے گروہوں میں تقسیم کر کے ایسے ساتھیوں کے ساتھ رکھا جاتا ہے جو با کردار ہوں اور اسلامی تعلیمات کی اہمیت سے واقف ہوں اور اس طرح اُنہیں اصلاح کیلئے گھریلو ماحول دیا جاتا ہے۔
- قیدیوں کو معاشرہ سے بے دخل نہیں کیا جاتا بلکہ اُنکی سماجی بحالی کو یقینی بنایا جاتا ہے۔

خاندان کے ہمراہ مراعات:-

- ماسوائے اُن کے جن کی نگرانی تمہارے سیدھے ہاتھ کے ذمہ ہے۔
- استثنات:- ممنوعی درجہ میں (حرمت 4:23) اور جو درجات میں نامحرم ہوں۔
- چھوٹے گروہوں کے مابین (دو، تین اور چار) شادیاں، خاندانی مراعات ہیں۔

خودمختار آزادی حدیث (بخاری) جلد 4، کتاب 53 نمبر 372

- اللہ کے پیغمبر ﷺ نے حنین کے قیدیوں کو ہرجانے کے بغیر رہا کر دیا۔
- پاکستان میں آبادیاتی میراث ابھی جاری ہے۔
- نو آبادیاتی جیلوں کی تعمیر نَو نہیں کی گئی، مُجملہ پہلوؤں کو واضح طور پر قرآنی اصول کے تحت تشکیل نہیں دیا گیا۔
- صوبائی موضوع کو کم اہمیت حاصل ہے۔

نگرانی کیوں ضروری ہے؟

جیل کا نظام، فوجداری نظامِ انصاف اور بعض اوقات دیوانی نظام سے قریبی تعلق رکھتا ہے جو پولیس، عدالتوں اور معاشرہ پر مشتمل ہے۔

نظامِ جیل کی ضروریات

- عدالتی نگرانی۔
- معاشرے کو جوابدہی۔
- نگرانی کی ضرورت، بیرونی نگرانی اور جیل کے معاملات میں شہریوں کی مداخلت کا اصول قانونِ جیل خانہ کے تحت قبول شدہ ہے اسی لیئے معائنہ کاروں کے کردار کو تسلیم کیا گیا ہے۔
- تمام قیدی مجرم اور سزا یافتہ نہیں ہوتے۔
- جیل حراست میں قید کی جگہ ہے جہاں مجرمان اور ملزمان دونوں کو رکھا جاتا ہے۔
- تمام قیدی مجرمان نہیں ہوتے۔

5 **مصائب اور مشکلات سے متعلقہ شرائط:۔**

- انہوں نے کہا "اے میرے رب مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے، اُس کام سے جس کی طرف وہ مجھے دعوت دیتے ہیں۔ اور اگر تو مجھ سے اُن کا مکر نہ پھیرے گا تو میں اُن کی طرف مائل ہوں گا اور (پس) نادان ہوگا۔ **سورۃ یوسف (12:33)**
- پھر یہ اُنکے سامنے واضح ہوگیا جب اُنہوں نے نشانیاں دیکھ لیں کہ وہ (عزیز) اُنہیں (یوسف) ضرور قید میں رکھے گا کچھ وقت کیلئے۔ (سورۃ یوسف 12:35)

بےگناہوں کو سزا دینا

- "1994 سے تقریباً 39 بے گناہ انسانوں کو ٹیکساس میں بری ٹھہرایا گیا جو تقریباً 500 سال جیلوں میں گزار چکے تھے اُن جرائم کی سزا کے طور پر جو انہوں نے سرزد نہیں کیئے تھے۔ یہ DNA کی شہادت سے سامنے آیا۔ اسکی وجہ نظام کے مسائل اور چشم دید گواہ کی غلط گواہی تھی"۔

جیلوں کی آبادی

- جیلوں کی آبادی مشتمل ہوتی ہے:۔
- سزا یافتہ افراد پر
- فوجداری الزامات کی وجہ سے جوڈیشل ریمانڈ کے دوران۔
- دیوانی قیدی، اور حراستی قوانین کے تحت قیدیوں پر۔
- غیر مجرم دماغی بیمار۔

- سزا یافتہ۔
- "عام قیدی" (واتفاقی مجرمان)۔
- "عادی" (باربار آنے والے ملزمان)۔
- نوجوان (مرد / خواتین)۔
- شیرخوار بچے جو عورتوں کے ساتھ ہوں۔
- سزا گزارنے والے۔
- قید بامشقت۔
- عمومی سزا۔
- غلط کار بھی مدد اور معافی کا خواستگار ہوتا ہے۔
- جب آدمی نے اپنے رب سے کچھ الفاظ کہے اور اُس نے اُن کے پچھتاوے کو قبول کر لیا۔ بے شک وہی (اللہ) ہے جو پچھتاوے کو قبول کرنے والا اور رحم دل ہے۔ سورۃ (12:37)
- قیدیوں کو کھلاؤ اور پلاؤ اللہ کی محبت میں۔ آیت (17:8)
- قیدیوں کو کھلاؤ پلاؤ اللہ کی محبت میں (قرآن 76:8)

زیرِ سماعت ملزمان کے انسانی حقوق:۔

- سماعت میں تاخیر
- کارروائی سے انکار
- دورانِ کارروائی تشدد
- قانونی مدد فراہم نہ کرنا / نہ اپیل کا حق نہ دینا۔

جیلوں اور قیدیوں کی زبوں حالی

- زندگی کی تکلیف دہ صورتحال
- ضرورت سے زیادہ رش اداراتی اور تعمیراتی انحطاط
- ملازمین اور قیدیوں کی بڑھتی ہوئی شرح
- تشدد میں اضافہ کا باعث

(کرائسس گروپ کی رپورٹ 2011)

جیلوں اور قیدیوں کی انحطاط پذیری/ زبوں حالی

- سست روی کا شکار فوجداری نظامِ انصاف اور پیچیدہ طریقہ کار کے قوانین
- مجرمان کی نشوونما کا زرخیز مقام
- غائب ہونے کی شرح میں اضافہ

امراء کیلئے خاص مراعات

- بہت سے پیشہ ور عادی مجرموں کی جیل میں صرف مخالف گروہوں سے تنازعہ سے اجتناب کی خاطر آمد (انسانی حقوق واچ 2006)

ندامت اور اصلاح:-

نظریات

- آغاز میں یہ عقیدہ تھا کہ قیدِ تنہائی ندامت کا باعث بنتی ہے اور تشدد اصلاح پر اثر انداز ہوتا ہے۔
- بعد از انیسویں صدی اصلاحات میں درجہ بندی، جُدا رکھنا، انفرادیت، پیشہ وارانہ تربیت، بحالی شامل ہونے لگی۔

انفرادیت

- قیدیوں کو نجی ضروریات فراہم کرنا اور ان کی شخصی تعمیر مربوط اور فروغ دینا۔
- ہر قیدی کے لیئے سزا کا خاکہ / منصوبہ سزا کے آغاز میں ہی تشکیل دے دیا جائے۔
- تلافی فراہم کر کے اصلاح اور بحالی کی جانب بڑھانا۔
- سزاؤں کے مقاصد تعزیراتی نظام کے نظریہ پر منحصر ہیں جن کا مقصد مجرمانہ صلاحیت میں کمی لانا، عبرت دِلانا اور حراست میں لے کر توجہ دینا ہے۔
- کنٹرول اور علاج فراہم کرنا تاکہ معاشرہ میں دوبارہ بحالی اور اصلاح کے مراحل طے کیے جا سکیں۔

جیلوں کے اہم افعال

- جیل قوانین کا نفاذ۔
- عدالتوں کی دی گئی سزا کی تعمیل۔
- قیدیوں کی دیکھ بھال۔

- نظم وضبط۔
- انتظامات کا تخمینہ۔
- قومی نصاب کے پس منظر میں تعلیم کی فراہمی ۔
- ہنر/تربیت۔
- فلاح اور بحالی ۔

انتظامی مسائل اور جیل کے قواعد

- قواعد اور اصلاحات موثر طور پر بغیر مناسب نگرانی کے بغیر نافذ نہیں کی جا سکتی۔

مسائل

- امتیازی سلوک، طبی سہولیات کا فقدان، مفت قانونی امداد کی کمی، جسمانی وجذباتی اور نفسیاتی تشدد۔
- غیر مستعدی، دباؤ، بدعنوانی، تشدد اور اموات کی بڑھتی ہوئی شرح، ملکی سطح پہ لاہور میں NAPA کے نام سے قید خانوں کی واحد تربیت گاہ/تربیتی ادارہ، صوبائی سطح پر تربیتی اداروں کی عدم موجودگی ۔
- جیلوں کا قدیم اور متروک شدہ انیسویں صدی کا تعمیراتی ڈھانچہ۔
- سکیورٹی آلات کا فقدان یعنی CCTV کیمروں کی عدم موجودگی وغیرہ۔
- تجربہ گاہوں کی ضرورت ۔
- صاف پانی کی عدم موجودگی۔
- وبائی بیماریوں کا پھیلنا۔
- سزاؤں میں تخفیف ۔
- کم آزادانہ ماحول۔
- رُکاوٹیں
- پی سی او اور مواصلاتی سہولیات کی ضرورت۔
- رشتہ داروں سے ملاقات رشوت کے بغیر ممکن نہیں ۔
- قیدیوں کے نقل وحمل کی سہولیات ناکافی یا غیر موجود ہیں۔
- قیدی عدالتوں میں تحقیر آمیز طریقہ سے لائے جاتے ہیں۔
- کم جگہ کے باعث بچوں اور کم سن مجرموں کو عادی مجرمان سے علیحدہ نہیں رکھا جاتا ۔ جس کی وجہ

سے اُنہیں جنسی تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

- منصفانہ کارروائی اور وکلاء تک آسان رسائی حاصل نہیں۔
- زیرِ سماعت ملزمان کی حراست کے دورانیہ میں طوالت۔
- کھانے کی سہولیات کا حصول اور دیگر خدمات بشمول جنسی خدمت رشورت کے بغیر ممکن نہیں۔
- نئے آنے والوں پہ سخت شرائط نافذ کی جاتیں ہیں تاکہ وہ دباؤ میں آجائیں۔
- آہنی شکنجے، ہتھکڑیاں اور زنجیریں عام ہیں۔
- حد سے زیادہ جسمانی سزائیں۔
- خواتین اور کم سن قیدیوں کو اخلاقی یا جنسی زیادتی کا نشانہ بنائے جانے کا زیادہ رسک ہوتا ہے۔
- پیرول اور پروبیشن کے فوائد ملزمان کو نہیں دیئے جاتے۔
- تمام اسٹیک ہولڈرز کو بحالی پیرول اور پروموشن کے متعلق شعور نہیں دِلایا گیا۔
- سماعت پر تاخیر/قیدیوں کو پیش نہ کرنا۔
- جیلوں میں عدالتیں لگانے کے مسائل۔
- جیلوں میں ایسی صنعتوں کا فقدان جن کی منڈیوں میں مانگ زیادہ ہو۔

بین الاقوامی/قومی قراردادیں اور قواعد

- بین الاقوامی قرارداد برائے انسانی حقوق۔
- دولتِ مشترکہ کے اصول۔
- بین الاقوامی انسانی حقوق کی دستاویزات۔
- اقوامِ متحدہ کے کم از کم معیاراتی قواعد (SMR)۔

ملکی دستاویزات

- بین الاقوامی قراردادیں
- اقوامِ متحدہ کی قرارداد
- " کسی سزا کے دوران قیدی کو تشدد، بے رحمی، غیر انسانی سلوک اور تذلیل کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔(UDHR, 1948)
- " تمام وہ افراد جن سے آزادی چھینی گئی اُن کے ساتھ انسانیت اور عزت کا ایسا سلوک کیا جائے جو

کسی فرد کے شخصی وقار کا خاصہ ہوتا ہے۔ (UNICCPR, 1966)"

نظریات اور روّیے

جیل معاشرہ سے ہٹ کر وجود نہیں رکھتے۔

- فوجداری نظامِ انصاف کے اجزاء جیلوں کی اصلاح میں بلواسطہ یا بلاواسطہ ذمہ دار ہیں۔
- نظاماتی اصلاح ممکن نہیں جب تک کہ اس میں ترغیبانہ سیاسی کوشش اور ہمدردانہ رائے عامہ شامل نہ ہو جو کہ معلومات سے بھرپور معاون رویہ کی وجہ سے ہی ممکن ہو گا۔

مذہب، تفریح اور نفسیاتی علاج:-

- مذہبی رجحان ذہنی خلفشار کے خاتمہ اور نفسیاتی علاج اصلاحی مقاصد کے حصول میں خاطر خواہ کردار ادا کر سکتے ہیں۔

گروہی بنیادوں پر آبادکاری

- ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن ججوں کو چاہیے کہ وہ اجتماعی اصلاحی کوششیں کریں تا کہ شفاف اور با مقصد اور مثبت نتائج برآمد کیے جا سکیں۔
- باہمی تعلق کا مطلب مصالحت نہیں۔
- معاشرہ کو صرف غیر قانونی، سفاکانہ اور بدعنوانیوں کی آماجگاہ نہیں بننا چاہیے۔
- ڈسٹرکٹ اور سیشن ججوں کو اجتماعی بنیادوں پر فوجداری نظامِ انصاف میں پروبیشن کی بنیاد پر بحالی اور آبادکاری کا کام شروع کرنا چاہیے۔

بین الاقوامی روایات

- بین الاقوامی روایات شاید اتنی بہتر نہ ہوں مگر اُن کا مطالعہ ضروری ہے تا کہ کوئی درمیانی طریقہ کار اختیار کیا جا سکے۔
- متعلقہ حکام اور اسٹیک ہولڈرز پر مشتمل بورڈ سیشن ججوں کی سربراہی میں تشکیل دیا گیا ہے جو سرکاری و غیر سرکاری معائنہ کاروں کے افعال کی نگرانی اور اُن سے تعاون کرتا ہے۔

بھارت: معائنہ کاروں کا بورڈ ہر جیل کیلئے

- جیل کے معائنہ کاروں کے فرائض اور ذمہ داریاں۔
- مشاہدات پر عمل درآمد۔

- دخل اندازی کے طریقے۔
- ہندوستانی جیل کارڈیو کمیٹی (پیرا 511-20-1919)۔
- معائنہ کار جیل انتظامیہ کا حصہ ہوتے ہیں۔
- معائنوں سے عیاں ہوتا ہے کہ جیل خانہ قانون اور مینول پر عمل ہو رہا ہے اور خلاف ورزی اور زیادتی کا ازالہ فوری کیا جائے گا۔
- معائنہ کاروں کو چاہیے کہ وہ:
- خودمختار رہیں (کچھ ممالک میں جیل انتظامیہ کا حصہ ہوتے ہیں اور اُنکے پاس اختیارات اور ذمہ داریاں ہوتی ہیں)
- غیر سرکاری معائنہ کاروں کو بھی حتمی کردار ادا کرنا چاہیے۔
- ہر جیل کے لیئے معائنہ کاروں کا بورڈ تشکیل دیا گیا ہے۔
- بھارتی سپریم کورٹ نے قرار دیا ہے کہ معائنہ کاروں کے بورڈ میں جج بھی شامل ہونگے جن کو معائنہ کے اختیارات میسر ہونگے تاکہ شکایات کا ازالہ موقع پر کر کے قیدیوں کے حقوق کو تحفظ دینے کیلئے لائحہ عمل تشکیل دیں۔

فلوریڈا میں پرائیویٹ جیلوں کی نگرانی

- فرائض میں درج ذیل ذمہ داریاں شامل ہیں؛
- نگرانی اور معاہداتی عملدرآمد۔
- اصلاحی سہولیات۔
- منوثر تحفظ۔
- تکرار جرم میں کمی کیلئے پروگرام شروع کرنا۔

سکاٹ لینڈ میں جیل کا کا نگران گروہ

- جیل خانہ جات کے نگران کو عام نگرانوں کی معاونت حاصل ہوتی ہے اور اُن کی نگرانی HM چیف انسپکٹر جیل خانہ جات کرتا ہے۔
- اِس نظام نے جیلوں کے معائنہ کے پرانے نظام کی جگہ لی ہے۔
- جیل کے نگرانوں کو جیل کے تمام علاقوں میں دورانِ معائنہ بلا رکاوٹ رسائی دی جائے گی اور وہ

شکایات سن سکیں گے اور ان کو انصاف کے شعبہ سے وابستہ افراد کی قانونی مشاورت بھی ملے گی۔

نیویارک کی جیلوں میں خواتین کی صحت سے متعلق امور

- جیلوں میں خواتین کو صحت کی سہولیات اور فلاحی سہولیات فراہم کی جاتی ہیں اور ایچ آئی وی / ہیپا ٹائٹس وغیرہ تجرباتی سہولیات بھی دی جاتی ہیں۔

خودمختار نگران بورڈ (IMB)

- IMB بورڈ کے اراکین خودمختار ہوتے ہیں وہ بلا تنخواہ کام کرتے ہیں اور ایک ماہ میں 2 سے 3 دن خدمات انجام دیتے ہیں تاکہ مقامی جیلوں میں زندگی کی صورتحال کا جائزہ لیا جا سکے۔ اُنہیں جیلوں میں بلا رکاوٹ رسائی دی جاتی ہے تاکہ وہ توجہ سے درست معیار کو یقینی بنا سکیں۔
- تشویشناک حالات مثلاً دھنگا فساد اور دوران حراست موت کی صورت میں بورڈ کے نمائندگان اُن حالات کا جائزہ لیتے ہیں جن کے تحت صورتحال سے نمٹا گیا۔

قیدیوں کا انفارمیشن ٹیکنالوجی پر مبنی انتظامی نظام

- انفارمیشن ٹیکنالوجی کے ذریعہ مسائل کے حل جیل کی آبادی کو منتظم کرنے میں انتہائی مئوثر ثابت ہوا ہے۔
- ریڈیو فریکوئنسی کے ذریعہ شناخت کا طریقہ جیل میں موجود افراد کی شناخت کیلئے استعمال ہوتا ہے اس کے ذریعہ معلومات جلد، جدید اور خودکار طریقہ سے جمع کی جا سکتی ہیں۔
- قیدیوں کو کلائی پر خودکار کڑے پہنائے جاتے ہیں۔ جو مرکزی کمپیوٹر سے منسلک ہوتے ہیں۔ اسکے ذریعہ جیل میں موجود تمام قیدیوں کا فوراً پتہ لگایا جا سکتا ہے۔

سویڈن کی جیلوں میں برقی نگرانی

- برقی نگرانی کا نظام (Kolmarden جیل میں نصب ہے) اخراجات اور خدمات کے لحاظ سے مئوثر ثابت ہوا ہے۔ یہ سخت اور نرم دونوں طرح مئوثر حفاظتی طریقہ وضع کرتا ہے۔

جدید ٹیکنالوجی اور سہولیات

- جیلوں کو جدید اور درست ٹیکنالوجی اور سہولیات درکار ہیں مثال کے طور پر
- ویڈیو کانفرنسنگ۔
- ٹیلی ٹرائل۔

- جیل کی عدالتیں۔
- جیلوں کی نگرانی اور معائنہ۔

(آئرلینڈ پی آرٹی، مقالہ 7، صفحہ 2)۔

- بین الاقوامی قانون کے تحت نگرانی اور بیرونی نظر ثانی قیدیوں کے انسانی حقوق سے منسلک ہیں۔
- جیل میں قیدیوں سے ساتھ ریاست کی جانب سے غیر معمولی نوعیت کے اختیارات کا استعمال ہنگامی بنیادوں پر بیرونی مداخلت کا تقاضہ کرتا ہے۔
- مئوثر بیرونی نگرانی
- معائنہ کاروں کو حقوق کی خلاف ورزی روکنا چاہیے۔
- کسی وقت بلا مداخلت اور آزادانہ معائنہ کی اجازت ہونا کہ قیدی افراد سے انفرادی تبادلہ خیال کیا جا سکے، دستاویزات اور سہولیات کا معائنہ وغیرہ کیا جا سکے۔

جیل محتسب اور احتسابی عمل (آئرلینڈ پی آرٹی)

- IPRT کے مطابق معائنہ کاروں کے اصرار کا خیر مقدم کرتے ہیں کہ جیل محتسب کا عہدہ موجود نہیں جو کہ آئرلینڈ کے نظامِ احتساب کا اہم نقص ہے۔
- 2006 کی رپورٹ کے مطابق بہت سے قیدیوں کو شکایتی نظام پر اعتماد نہ تھا اس لئے کوئی شکایات درج نہیں کروانا چاہتے تھے چاہے وہ بدسلوکی سے متعلق کیوں نہ ہو۔
- خودمختار شکایتی نظام قائم کیا جانا چاہیئے تاکہ تمام قیدیوں کی شکایات سے نمٹا جا سکے۔ ایسا شکایتی نظام قیدیوں کا اعتماد بحال کرے گا۔
- IPRT حکومت سے تقاضہ کرتی ہے کہ وہ بلا تاخیر اقوامِ متحدہ کے تشدد کے خلاف کنونشن کے خصوصی پروٹوکول کو اپنائے اور پروٹوکول میں مروّجہ قومی انسدادی طریقہ کار (NPM) کا قیام عمل میں لائے۔ جس کے تحت کردہ جیل محتسب مستحکم معائنہ کار کمیٹیوں کے ساتھ مل کر اہم کردار ادا کرے گا۔

ضلعی عدلیہ کا کردار

- ڈسٹرکٹ اور سیشن ججوں کو واضح نظریات کے ساتھ مقاصد طے کرنے چاہیے۔
- اسٹیک ہولڈرز کے مقاصد کا تحفظ کرتے ہوئے انسانی حقوق کے معیارات برقرار رکھیں۔
- پالیسی سازوں اور ان کا نافذ کرنے والوں کے ساتھ مل کر جدوجہد کریں۔

- انسانی حقوق کا تحفظ کریں اور یقینی بنائیں گے کہ تمام حقوق قانونی دائروں کے مطابق محفوظ ہیں۔
- جج صاحبان کو چاہیے کہ وہ پروبیشن آف آفنڈر آرڈیننس 1960 کے فوائد کو سب تک پہنچائیں۔
- ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کو چاہیئے کہ وہ ضلعی کمیٹیوں کے ساتھ باقاعدگی سے پیرول اور پروبیشن کے مسائل پر ملاقاتیں کرے۔

درج ذیل حقوق کو یقینی بنائے

- مرد و خواتین قیدیوں اور کم سن مجرمان وغیرہ کے حقوق۔
- قیدیوں کو حاصل سہولیات اور رشتہ داروں سے ملاقات کا حق۔

نظر رکھیں

- پابندیوں پر عمل درآمد
- قانون کے مطابق سزا کا نفاذ اور ایضاد پر عمل درآمد۔
- ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن ججوں کو وقتاً فوقتاً معائنہ کرتے رہنا چاہیئے۔
- ضلعی جیلوں میں عمومی اور خصوصی انتظامات کا جائزہ لینا۔

یہ ضرور یقینی بنائیں کہ

- حفظانِ صحت اور صحت کی سہولیات مہیا ہیں۔
- آبادکاری اور بحالی۔
- آزاد کئے جانے والے قیدیوں کی مدد کرنے والے اداروں سے تعلق رکھنا۔
- جیل کے قیدیوں کے متعلق آگاہی پیدا کریں۔
- تشدد کے طریقوں کو اور بے عزتی اور تحقیر کے ذریعوں کو ختم کریں۔
- کچھ سزائیں جو جیل سپرنٹنڈنٹ عائد کرتا ہے ان کو ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کی توثیق کی ضرورت ہونی چاہیئے۔
- قیدیوں اور جیلوں کے ریکارڈ کو کمپیوٹرائز کیا جانا چاہیے۔
- قیدیوں کو اختیار ہے کہ وہ کام سے انکار کریں اس کا فیصلہ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کو کرنا چاہیے۔
- یہ دیکھا جائے کہ قیدیوں کو اُنکے کام کی اُجرت دی جا رہی ہے۔
- جیل کے تمام حصوں کا مسلسل معائنہ کریں طبی اور دیگر سہولیات کا جائزہ لیں تمام قیدیوں سے

ملاقات کریں۔ پانی، کھانے، کھانے کی جگہوں، ذاتی اور مجموعی صفائی وغیرہ کا خیال رکھیں۔

- قانون کے مطابق ضابطے کے قوانین کا جائزہ لیں۔
- شکایات کا جائزہ لیں اور فوری تدارک کریں۔
- عدالتوں یا حکومت کو بھیجی گئی درخواستوں اور اپیلوں کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ تاخیر کب کہاں اور کیوں ہو رہی ہے؟
- معائنہ کر کے فیصلہ کریں:۔
- سکیورٹی کے حالات کا۔
- تمام قیدیوں کے ریکارڈ کا۔
- غیر قانونی حراستوں کا (اگر کوئی ہو)۔
- ٹرائل میں تاخیر اور قیدیوں کو پیش نہ کیئے جانے کا۔
- معائنہ کاروں کی کتابوں میں اپنی تحریر میں اعتراضات داخل کریں۔

ڈسٹرکٹ اور سیشن ججوں کو

- ذاتی دورے کرنے چاہئیں۔
- یہ یقینی بنانا چاہیے کہ عدالتوں کے دیگر عہدیدار بھی جیلوں کا معائنہ کریں اور کارکردگی کا اندراج باقاعدگی سے ضمیمہ میں کریں۔
- کارکردگی کی رپورٹ تجویز کردہ ضمیمہ میں سپرنٹنڈنٹ جیل سے حاصل کریں۔
- معائنہ کاروں کی تجاویز پر کارروائی یقینی بنائیں۔
- **یقینی بنائیں کہ جیلوں کے معائنہ کے دوران قیدیوں کو آزادی سے بولنے یا بات کرنے کے مواقع ملیں۔**
- اُن معاملات کا جائزہ لیں جو شخصی گارنٹی پر رہائی اور ضمانت سے متعلق ہوں۔
- قانونی مدد غیرہ کا بندوبست کریں۔
- جائز اور مساویانہ سلوک تمام قیدیوں کیلئے ممکن بنائیں۔
- مستحق قیدیوں کیلئے مدد کا بندوبست کریں۔
- عدم تشدد کے قاعدوں کی خلاف ورزی، مالی یا جسمانی استحصال اور غیر اخلاقی حرکات کے تدارک کو یقینی بنائیں۔

- تمام غیر متعلقہ افراد کو منع کر دیں مزید یہ کہ اگر جیل کے معائنہ کے دوران کوئی معائنہ کار فرائض سے غفلت کا مرتکب ہوا ہو تو اس کو معائنہ سے روک دیا جائے۔

پردے کے پیچھے سے جھلکتا سچ

- جیل کے معائنہ کاروں کے ایسے اجلاس منعقد کروائیں جس سے وہ جانچ سکیں کہ وہ اصل قیدیوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے اور دکھایا کیا جا رہا ہے؟
- کارکردگی اور تجاویز پر عملدرآمد کا جائزہ لے کر ریکارڈ رکھیں۔
- ہر معائنہ کے مقاصد مقرر کریں۔

یہ یقینی بنائیں کہ

- افراد اور قیدیوں کی املاک کو تحفظ دیا جائے۔
- قیدیوں کے شخصی تشخص کا احترام کیا جائے۔
- معائنہ کی کتاب کے صفحات رجسٹروں اور ریکارڈ کا جائزہ لیا جائے۔
- بروقت آن لائن معلومات حاصل کرتے رہیں۔
- تفتیشی طرز کے انٹرویو کی ممانعت کریں۔
- ہر معائنے کا دستاویزی ثبوت اور عملدرآمد کا جائزہ لیں۔

یہ بھی یقینی بنائیں

- خواتین قیدیوں کا مرد قیدیوں سے سامنا نہ ہو۔
- نومولود بچوں جو خواتین قیدیوں کے ساتھ ہوتے ہیں پر خاص توجہ دی جانی چاہیے۔
- جیل کی حدود میں قانونی طور پر ازدواجی حقوق مہیا کیے جائیں۔
- سماجی دھارا میں واپس آنے والے اصلاح شدہ قیدیوں کو معاشرہ میں قابلِ قبول بننے کیلئے کام کریں۔
- انہیں نوکریوں کے حصول میں مدد فراہم کریں۔
- قیدیوں کو اقتصادی رجحانات کے مطابق تربیت اور ہنر سکھانے کے انتظامات کئے جائیں۔
- اگر قیدی اپنے رشتے داروں سے رابطہ کھو بیٹھے تو انہیں رابطہ دوبارہ قائم کرنے میں مدد دیں۔
- تعلیمی اور ادبی نشستوں کا اہتمام کیا جائے۔

یقینی بنانے کی ضرورت

- ایسے ملزم کی حراست لمبی نہیں کی جائے گی جو قابلِ ضمانت جرم میں ملوث ہو۔
- ضمانت کی درخواست داخل کرنے میں مدد فراہم کرنا، ہائیکورٹ کی ہدایات پر عمل اور اُس سے باہمی رابطہ کرنا تاکہ نگرانی کے تمام لازمی فرائض سے مسلسل آگاہی رہے۔
- داخلہ کے وقت لازمی طبی معائنہ۔
- معالج کی موجودگی۔
- سہولیات سے آراستہ ایمبولینس۔
- بیمار مریضوں سے سلوک اور قبل از وقت رہا کیا جانا۔
- سہولیات جیسے کھانے، طبی سہولیات، تعلیم اور مفت قانونی رہنمائی کی فراہمی کو بیرونی ذرائع کے سپرد کیا جانا چاہیے جس پر عملی نگرانی حکام خود رکھیں۔
- یہ بیرونی ذرائع سماجی تنظیمیں بھی ہوسکتی ہیں جیسے ایدھی، سیلانی وغیرہ۔
- مقدمات جن میں سپرنٹنڈنٹ نے اختیارات کا ناجائز استعمال کیا ہو، اُن پر ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کو نگرانی کرنی چاہیے۔
- قیدیوں کی بڑی سزاؤں میں مجاز اتھارٹی کے رُوبرو دائر شدہ اپیلوں کے فیصلہ پر نظر رکھیں۔
- رہائی کی تیاریاں۔
- **رہائی اور دوبارہ آبادکاری کی تیاریاں جیل میں شروع ہو جاتی ہیں اور رہائی کے بعد بھی جاری رہتی ہے۔**
- اس کیلئے سماجی اداروں کی خدمات اور معاشرتی اداروں کی دورانِ سزا خاص توجہ درکار ہے۔
- جیل سے باہر کی زندگی میں انخلاء۔
- عارضی رہائی کا رجحان۔
- کُھلے جیل۔
- قریبی رہائش۔
- کیا سماجی مدد موجود ہے؟
- کیا اُسکے پاس اتنا پیسہ ہے کہ وہ کم از کم اپنی منزل تک پہنچ سکے؟

جیل خانہ جات کی نگرانی میں ضلعی عدلیہ کا کردار

جسٹس سیدہ طاہرہ صفدر، جج ہائیکورٹ بلوچستان

یہ مقالہ قانونِ جیل خانہ جات مجریہ 1894 کے تحت قیدیوں کے ساتھ روا رکھے جانے والے سلوک اور طرزِ عمل سے متعلق فیصلوں کا احاطہ، قانون برائے جیل خانہ جات مجریہ 1900، پروبیشن آف آفینڈرز آرڈیننس مجریہ 1960، کمسن مجرمان کو انصاف کی فراہمی کا آرڈیننس مجریہ 2000 اور دیگر رائج قوانین کا حوالہ دیتا ہے کہ تمام قوانین جیل خانہ جات کا نظام بخوبی چلانے اور جیلوں کی نگرانی کے اصول وضع کرتے ہیں۔ قواعد جیل خانہ جات مجریہ 1978 کے باب 38 جو معائنہ کاروں کی تفصیلات مہیا کرتا ہے اور معائنہ کاروں کے دوروں کی تعداد اُن کے فرائض اور ذمہ داریوں کا احاطہ بھی کرتا ہے کا حوالہ دیا گیا ہے۔ مزید قومی عدالتی پالیسی کا حوالہ بھی دیا جس کی رُو سے جیلوں کی نگرانی کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے ڈسٹرکٹ اور سیشن ججوں کو مہینے میں دو دفعہ جیلوں کا دورہ کرنا لازمی بھی کیا گیا ہے۔ قومی عدالتی پالیسی کے ہدایت نامہ کی رُو سے قیدیوں کو پیشی پر نہ لے جانے کے ریکارڈ، جیل کے حالات اور جیل کے عملے کا قیدیوں سے سلوک سب کی پڑتال کرنا اور اس کی معائنہ رپورٹ جناب چیف جسٹس پاکستان کے ملاحظے کیلئے پیش کی جانی ضروری ہے۔ جیلوں کے معائنہ کے ضمن میں مجاز حکام کی سرد مہری کا ذکر کیا ساتھ ہی ضلعی عدلیہ پر زور دیا گیا ہے کہ معائنہ کی غرض سے دوروں کو صرف مرکزی اور ضلعی جیلوں تک محدود رکھنے کی بجائے اس کے دائرہ کار کو عدالتی حوالات اور تھانوں تک بڑھایا جانا چاہیے۔ جیل حکام کی جانب سے اختیارات کے غلط استعمال کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے اور جیل سپرنٹنڈنٹ جو جیل کی سلطنت کا بے تاج بادشاہ ہوتا ہے کو اپنا قبلہ درست کرنے کی نصیحت بھی کی۔ جیلوں کی نگرانی کے عمل سے نا صرف قیدیوں کو بنیادی ضرورتوں کی فراہمی یقینی بنائی جا سکتی ہے بلکہ چند سنجیدہ مسائل جیسے قیدیوں کی عدالتوں میں پیشی میں تاخیر یا قیدِ تنہائی کا غلط استعمال یا اختیارات سے تجاوز یا پھر رشوت ستانی اور بدعنوانی سے نجات کے راستے بھی ڈھونڈے جا سکتے ہیں۔ دماغی امراض میں مبتلا قیدیوں کو خصوصی توجہ کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ قوانین کے درست نفاذ کا بالخصوص ذکر کیا ہے۔ قیدیوں کے مقدمات میں غیر ضروری تاخیر کا سدِ باب کرنے کی ضرورت بیان کرتے

ہوئے اُمید ظاہر کی گئی ہے کہ اگر ضلعی عدلیہ نگرانی کے عمل میں اپنی ذمہ داری کا حتی المقدور ادراک رکھے تو جیل کے حالات میں بہتری ضرور آئے گی۔

جیل کا مطلب ایسی جگہ ہے جہاں قیدیوں کو یا تو مجاز عدالتوں کی جانب سے دی گئی سزا پوری کرنے کیلئے رکھا جاتا ہے یا زیرِ سماعت ملزمان کو رکھا جاتا ہے تاکہ ان کی حفاظت کو یقینی بنایا جا سکے اور سماعت کیلئے وقت پر انہیں عدالت کے روبرو پیش کیا جا سکے یا پھر قانونی ضروریات کے مطابق دوسرے افراد کو زیرِ حراست رکھنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ ماضی میں جیل کو سزا پر عملدرآمد کیلئے مخصوص کیا جاتا تھا لہذا وہاں مقید افراد پر نا صرف جسمانی تشدد کیا جاتا تھا بلکہ ذہنی اذیت بھی سزا کا جزو سمجھی جاتی تھی اور سخت اور اذیت ناک سزاؤں کے طریقے غیر انسانی طور پر اپنائے جاتے تھے۔ یہ طرزِ عمل اس وجہ سے اختیار کئے جاتے تھے کہ اس طرح مجرمان اپنے کئے پر پچھتائیں گے جو ان کی اصلاح اور بحالی کا موجب ہوگا۔ لیکن وقت کے ساتھ اصلاحی تحریکیں تبدیلی لے کر آئیں اور قیدیوں اور سزا یافتہ افراد کے ساتھ رویوں میں تبدیلی آئی اور جیلوں کے افعال اور مقصد کو نئے معنی ملے لہذا ایک ملزم کو حراست میں رکھنے اور بطور سزا محبوس رکھنے کے انفرادی مقصد کو تربیت اور اصلاحی ادارے میں بدل دیا گیا تا کہ قیدیوں کو اپنی اصلاح کے مواقع فراہم کئے جا سکیں۔

جیل کے مقاصد اور افعال کو مجاز عدالت کی جانب سے دی گئی سزا کی تعمیل، دیکھ بھال اور جیل میں رہنے والے قیدیوں کا خیال رکھنے کے کاموں، قواعد وضوابط کے نفاذ اور سزا گزارنے والے افراد کو تعلیم و تربیت یا کوئی ہنر سکھانے کے امور میں تقسیم کیا جاتا ہے تا کہ وہ آزاد معاشرہ میں آسانی سے اپنی جگہ بنانے کے قابل ہو سکیں۔ اس مقصد کو جیل کے قیدیوں کو محفوظ تحویل میں جیل کے احاطوں میں نظم وضبط قائم رکھ کر، اُن کی رہائشی ضروریات کو پورا کر کے، خوراک اور ادویات مہیا کر کے، نفسیاتی علاج مہیا کر کے تا کہ وہ اپنی اصلاح اور معاشرہ میں اپنا مقام بنانے کے قابل ہو سکیں اور ان کے دلوں میں معاشرہ کا مفید رکن بننے کی لگن پیدا کر کے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

پاکستان میں قانون سازی کا اہم حصہ جو نظامِ قید خانہ جات کے متعلق ہے وہ قانونِ جیل خانہ جات مجریہ 1894 (مذکورہ مابعد بطور قانون) ہے۔ جو نہ صرف جیل میں سزا کے سلسلے میں قیدیوں کے داخلے، رہائی اور ٹرانسفر کے معاملات کا احاطہ کرتا ہے بلکہ قیدیوں کے طرزِ عمل کا ضابطہ بھی مرتب کرتا ہے۔

جیل انتظامیہ کی جانب سے قیدیوں کو جو مراعات دی جانی چاہئیں ان میں کھانا، صحت اور دیگر سہولیات شامل ہیں کو بھی اس ہی قانون کے تحت کنٹرول کیا جاتا ہے۔ یہ قانون جیلوں میں تعینات عملہ اور تقرریوں کے ڈھانچے بھی ترتیب دیتے ہیں۔ قانون برائے جیل خانہ جات مجریہ 1900 پروبیشن آف آفنڈرز آرڈیننس مجریہ 1960 کمسن مجرمان کو انصاف کی فراہمی کا آرڈیننس 2000 اور دیگر قوانین موجود ہیں لیکن پاکستان کے جیل خانہ جات کے قواعد مجریہ 1978 (مذکور مابعد قواعد) نہ عرف عام میں مشہور جیل مینول بھی 1932 سے میدان میں ہیں جو کہ قانون جیل خانہ جات مجریہ 1894 کی دفعہ 39 کے تحت ترتیب دیئے گئے ہیں جسے صوبائی حکومتوں نے بھی اختیار کیا ہے۔ یہ قوائد کافی جامع ہیں اور اس میں جیل کے انتظام وانصرام اور روزمرہ کے امور کی انجام دہی خوش اسلوبی سے نبھانے اور قیدیوں کو حاصل حقوق کا بھی اعادہ کیا گیا ہے۔

جیلوں کی درجہ بندی سینٹرل (مرکزی)، ضلعی اور مخصوص جیل، جو قواعد کے باب دوئم میں متذکرہ ہیں اور اس باب میں ان کے مقاصد بھی دیئے گئے ہیں اور ان اداروں کو چلانے کیلئے ملازمین کے تقرر کی تفصیل بھی دی گئی ہے۔ قواعد میں لاک اپ چاہے عدالتی ہو یا دیگر یا ذیلی جیلوں کا کوئی تذکرہ نہیں ہے لیکن اسے خاص جیل کی تعریف میں لایا جاسکتا ہے۔ اگرچہ تھانوں میں موجود حوالات بھی قواعد میں دیئے گئے ہیں لیکن جیلوں کے حصے کے طور پر مشکوک ملزمان کو محبوس رکھنے کیلئے استعمال ہوتے ہیں لہذا یہ بہت ضروری ہے کہ ان کو قواعد کے تابع بنایا جائے۔

مستحسن طرز حکمرانی کے قیام کیلئے صرف قوانین اور قواعد وضوابط کا ہونا کافی نہیں بلکہ ان کو ان کی اصل روح کے مطابق نافذ کئے جانے کی ضرورت ہے۔ جیل فوجداری عدالتی نظام کا اہم حصہ ہیں جو پولیس استغاثہ، عدالتوں اور دیگر اجزاء سے متعلق ہے لہذا نظام کی بہتری کیلئے ان تمام حقوق میں مکمل ہم آہنگی کی ضرورت ہے۔ لیکن یہ بطور خاص مشاہدہ کیا گیا ہے کہ ان تمام اداروں کے مابین قانون کی واضح خلاف ورزی کی جاتی ہے۔ جیلوں اور قید خانوں کی حالتِ زار اور زندگیوں کیلئے خطرناک ہے۔ جیلوں کے انتظامات غفلت سے کئے جارہے ہیں اور بین الاقوامی معیار کے مطابق نہیں۔ ناقص خوراک، طبی سہولیات، حفظانِ صحت کی سہولیات کا فقدان، روشنی اور صاف پانی کا میسر نہ ہونا دراصل جیل کے حالات ابتر بنا دیتے ہیں۔ مزید یہ کہ پرہجوم ہونے، قانونی حقوق سے محروم کیا جانا جیل انتظامیہ کی بدسلوکی اور مقدمات کے خاتمہ میں سُستی سے متعلق شکایات نے حالات کو مزید پریشان کن بنا دیا ہے جس کا نتیجہ بعض اوقات خطرناک واقعات کی صورت میں نکلتا ہے۔ ان حالات کی اصل وجہ عہدیداران، ملازمین کی جانب سے قوانین اور

قواعد وضوابط پر کار بند نہ رہنا ہے، جو جیلوں کی فضا کو تشکیل دینے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے جیل مجرمان کی پیدائش کا گڑھ بن چکے ہیں جن میں ہر طرح کے مجرمان، منشیات فروش، اغواء کار اور تخریب کار بھی شامل ہیں جن کی وجہ سے جیل کے قیام کے اس آفاقی اصول کہ یہ انسانی اصلاح اور تربیت کے ادارے ہوتے ہیں، سے روگردانی ہوتی ہے۔

ان حالات کا مقابلہ کرنے اور فلاح کیلئے قدم آگے بڑھانے کیلئے ضروری ہے کہ قوانین اور قواعد کو ان کی اصل روح کے مطابق نافذ کیا جائے اس مقصد کے حصول کی کنجی جیلوں کی نگرانی کا اصول ہی ہے جسے ارباب اختیار جو جیل کے انتظامات کے ذمہ دار ہوتے ہیں اپنے اختیار کرنے سے روکنے اور ان افراد کو تحفظ دینے کیلئے استعمال کیا جانا چاہیے جو عدالتی کارروائی کے دوران حراست میں ہوں۔ جیلوں کی نگرانی کی اہمیت اس تناظر میں زیادہ بڑھی ہے کہ جیل ایک مخفی جگہ ہوتے ہیں اور اس میں قید افراد معاشرہ کی نظروں سے دور ہوتے ہیں اور انہیں غیر محفوظ ہونے اور نقصان کے احتمال کے ساتھ بدسلوکی اور تشدد کا خطرہ بھی لاحق ہوتا ہے۔ لہذا تحفظ کو یقینی بنانے اور جیلوں کے نظام پر نظر رکھنے اور قیدیوں کی زندگیوں اور مفادات کو تحفظ بخشنے کیلئے جیلوں اور ان کے معاملات کی مکمل نگرانی لازم ہے۔ اسی طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ نگرانی کا حقیقی مقصد قوانین پر سختی سے عمل کرتے ہوئے زندگیوں کو تحفظ دیا جانا، قیدیوں کے تحفظ کو یقینی بنانا اور قیدیوں کو بدسلوکی سے بچانا ہے۔

قواعد جیل خانہ جات مجریہ 1978 میں جیل کے معاملات کی نگرانی کا طریقہ کار وضع کیا گیا ہے۔ قواعد کے باب 38 میں معائنہ کاروں کی تفصیلات دی گئی ہیں۔ جن میں دوروں کی تعداد اور سرکاری معائنہ کے فرائض و ذمہ داریاں بیان کی گئی ہیں۔ غیر سرکاری معائنہ کار اور صوبائی حکومتوں کی جانب سے تشکیل کردہ معائنہ کاروں کا بورڈ اس کے علاوہ ہے۔ قاعدہ 913 میں دی گئی فہرست سرکاری معائنہ کاروں سے متعلق ہے، میں ضلعی سیشن جج صاحبان اور حکومتی اہلکار شامل ہیں۔ قاعدہ 914 مزید قرار دیتا ہے کہ سیشن ججوں اور کمشنروں کو اپنے علاقوں میں موجود جیلوں کا تین ماہ میں کم از کم ایک بار دورہ ضرور کرنا چاہیے اور اپنی ڈویژنوں کے دوسرے حلقوں کا دورہ جب کرنا چاہیے جب وہاں دورہ پر گئے ہوں لیکن اب جیلوں کی نگرانی کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے قومی عدالتی (پالیسی ساز) کمیٹی کی حالیہ ہدایات کے بعد ڈسٹرکٹ اور سیشن جج اور ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اور سیشن جج کو ہر مہینہ میں دو دفعہ جیلوں کا دورہ کرنا لازمی ہے۔ اس ہدایت نامہ کی رُو سے قیدیوں کو پیشی کیلئے جانے کے ریکارڈ کی پڑتال، جیل کے حالات کا تجزیہ اور جیل اہلکاروں کا قیدیوں سے

رویے کا جائزہ لینا ضروری ہےاور مزید ہدایت یہ ہے کہ معائنہ کی رپورٹ جناب چیف جسٹس پاکستان کے ملاحظہ کیلئے پیش کی جانی بھی ضروری ہے۔ ایک ہدایتی پرچہ ان ہدایات کے ساتھ منسلک ہوتا ہےجس میں ان معلومات کا اندراج کیا جانا ہوتا ہے جو معائنہ کے وقت حاصل کی جانی ضروری ہوتی ہیں۔ان حقائق کی روشنی میں یہ سفارش کی جانی ضروری ہے کہ قواعد میں ترامیم کر کے ان ہدایات کو قانون کا حصہ بنایا جانا چاہیے۔ یہ اضافہ بھی ضروری ہے کہ تھانوں میں موجود حوالاتوں کی نگرانی یا معائنہ کئے جانے کی بھی اشد ضرورت ہےاور اس ضمن میں قواعد میں اضافہ بھی درست ہوگا۔

متذکرہ بالا ہدایات اور ہدایتی سوالنامہ قانون اور قواعد کے مطابق ہیں۔ قاعدہ 915 کے مطابق معائنہ قانون جیل خانہ جات مجریہ 1894 کی شقات کے مطابق ہوتا ہےاس کے تحت دی گئی تمام ہدایات اورقواعد وضوابط واحکامات کا حتی المقدور مشاہدہ کیا جاتا ہےجس میں قیدیوں کی سماعت اوران کی شکایات اگر کوئی ہیں کا نوٹس لینا بھی شامل ہے۔ قاعدہ 913 کے مطابق دوران معائنہ اور دورہ سرکاری معائنہ کارکو اختیار ہوتا ہے کہ وہ جیل میں رکھے گئے رجسٹر اوراس میں درج اندراجات کا جائزہ لےاور وہ کسی بھی قیدی کا انٹرویو بھی کرسکتا ہے۔

قواعد میں مزید قرار دیا گیا ہے کہ غیر سرکاری معائنہ کاراور معائنہ کاروں کا بورڈ جو قاعدہ 920 کی رُو سےتشکیل دیا جاتا ہےبھی جیلوں کے دورے کریں گے۔لیکن متعلقہ ذرائع سے جمع شدہ معلومات کے تحت انسپکٹر جنرلوں کے علاوہ کسی دیگر غیر سرکاری معائنہ کار جس کی فہرست قاعدہ 913 میں دی گئی ہے نے کبھی جیلوں کا دورہ نہیں کیا،اور نہ ہی معائنہ کاروں کا بورڈ کبھی تشکیل دیا جو نگرانی کے فرائض سرانجام دیتا۔ مجاز حکام کی جانب سےعدم دلچسپی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ معائنہ یا نگرانی کا بوجھ صرف عدلیہ پر ہے کہ وہ جیلوں کے دورے کرے اور جیل انتظامات اور سزا گزارنے والے جواپیلوں کے فیصلوں کے منتظر ہیں یا مقدمات کےفیصلوں کا انتظار کرنے والےافراد کےمفادات کا خیال رکھے۔

ضلعی عدلیہ کی جانب سے جیلوں کی نگرانی سے متعلق ایک اہم کردار نبھانے کی ضرورت ہے۔ جیل ایک ایسی جگہ ہیں جو لوگوں کی نظروں سے دور ہےاور جس کا انتظام وانصرام اس عملے نے چلانا ہوتا ہے جسے جیلوں کی نگرانی پر مامور کیا گیا ہے۔جیل سپرنٹنڈنٹ جو جیل کا کلی انچارج ہوتا ہےاس کے پاس ناصرف جیل کے عام معاملات جو نظم وضبط، مزدوری، اخراجات سزاؤں اور قابو میں رکھنے کے اختیارات ہوتے ہیں بلکہ وہ جیل کا منتظم اعلیٰ ہوتا ہے۔ (دفعہ 11 قانون جیل خانہ جات مجریہ 1894) ان سب سے بڑھ

کر وہ کسی بھی ایسے شخص کا جائزہ لے سکتا ہے جو جیل کے جرائم جو دفعہ 45 میں دیئے گئے ہیں میں ملوث ہوں اور انہیں ان جرائم کی سزا بھی دے سکتا ہے (دفعہ 46 قانون جیل خانہ جات 1894) جیل سپرنٹنڈنٹ کو کافی اختیارات دیئے گئے ہیں۔ جن پر قانون کے مطابق عمل کیا جانا ضروری ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ اختیارات ناجائز طریقے سے استعمال کئے جا رہے ہیں لہٰذا عام طور پر سپرنٹنڈنٹ کو جیل کی سلطنت کا علامتی بادشاہ قرار دیا جاتا ہے اور یہ ان قیدیوں کو جو اسے خوش رکھتے ہیں ہر طرح کی مراعات سے نوازتا ہے۔ اختیارات کا یہ غلط استعمال نہ صرف جیل کی انتظامی فضا کو خراب کرتا ہے بلکہ جیل کے قیدیوں کی مشکلات میں بھی اضافہ کرتا ہے۔

کسی ناخوشگوار واقعہ سے بچنے کیلئے نگرانی کے نظام کا اطلاق ضروری ہے۔ ہم عدالتِ عظمٰی کے جج صاحبان حالات کی نزاکت سے واقف ہیں لہٰذا وقتاً فوقتاً جیلوں کے دورے کرتے رہتے ہیں تاکہ قوانین اور قواعد وضوابط کے نفاذ کو یقینی بنایا جا سکے۔ ہمارے دورے صرف معائنہ کیلئے نہیں ہوتے بلکہ قوانین پر کاربند رہتے ہوئے ضرورت مند قیدیوں کو فوری طور پر چارہ جوئی بھی دی جاتی ہے۔ ضلعی عدلیہ ابتدائی سماعتی عدالت ہونے کے ناطے مقدمات کی سماعت کرتی ہے اور ان افراد سے براہ راست رابطہ میں ہوتی ہے لہٰذا سیشن جج اور ایڈیشنل سیشن جج جیلوں کی نگرانی کے متعلقہ افراد ہوتے ہیں لہٰذا ان کے دوروں کو صرف مرکزی اور ضلعی جیلوں تک محدود رکھنے کی بجائے مخصوص جیلوں، عدالتوں حوالات اور تھانوں تک بڑھادیا جانا چاہیے تاکہ وہ جیلوں کی مجموعی صورتحال پر نظر رکھ سکیں اور قیدیوں سے روا سلوک کا احاطہ کر سکیں اور اپنے طور پر جیلوں کی صورتحال بہتر کرنے میں مئوثر کردار ادا کر سکیں۔ معائنے کا یہ عمل نہ صرف عدالتی افسران میں احساسِ ذمہ داری پیدا کرے گا بلکہ ساتھ ہی جیل انتظامات کے فرائض انجام دینے والے عملہ پر بھی مثبت نتائج مرتب کرے گا لیکن یہ مقصد صرف منظم طریقے سے حکمتِ عملی طے کر کے عمل کرنے سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے لہٰذا اسی مقصد کیلئے سیشن اور ایڈیشنل سیشن ججوں کو معائنہ کے عمل کا حصہ بننے سے قبل ضروری تربیت دی جانی بھی ضروری ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ متعلقہ قوانین اور قواعد وضوابط سے شناسا ہوں تاکہ انہیں جیل کے معاملات کا ادراک ہو سکے یہ ان کے مشاہدہ کو وسعت دے گا اور نقائص کی نشاندہی کرنے میں مددگار ہوگا اور وہ اس قابل ہو سکیں گے کہ ان کے خاتمہ کیلئے ہدایات جاری کر سکیں۔ لہٰذا یہ سفارش کی جاتی ہے کہ جج معائنہ سے قبل جیل کے متعلق ضروری معلومات اکٹھی کر لیں، انہیں قانون اور قواعد سے آشنائی ہو اور جیل کے معائنہ کے اصل مقصد کا ادراک ہو۔

یہاں یہ بیان کیا جانا ضروری ہے کہ ان دوروں کو جیل کی مجموعی حالت کے مشاہدہ، قیدیوں کے حالات، خوراک کے انتظام اور دیگر ضروریات، حفظانِ صحت کے معیار، طبی سہولیات تک محدود نہیں ہونا چاہیے بلکہ چند مزید سنجیدہ مسائل پر نگاہ رکھی جانی بھی ضروری ہے جیسے ایک جیل سے دوسری جیل میں قیدیوں کا تبادلہ جو قاعدہ نمبر 37, 39 اور 40 کے تحت کیا جاتا ہے اس کے علاوہ قاعدہ 147 اور اس کے بعد کے قواعد بھی متعلقہ ہیں۔ جن کی پابندی ان تبادلوں کے دوران کیجانی ضروری ہے۔ ان اختیارات کے استعمال پر کڑی نگاہ رکھی جانی چاہیے جو پسندیدہ قیدیوں کو مراعات دینے کیلئے ذاتی عناد تعصب اور بغض کی تسکین کیلئے غلط طور پر استعمال کئے جاتے ہیں اور جو یقینی طور پر خطرناک نتائج کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتے ہیں۔

اس سب کے ساتھ ساتھ عدالتوں کے روبرو قیدیوں کی بروقت پیشی بھی اہم ہے۔ قیدیوں کا بنیادی حق ہے کہ ان کو عدالتوں کے سامنے کارروائی کیلئے پیش کیا جائے۔

قیدِ تنہائی ایک غیر مستعمل رجحان ہے اس کی تعریف مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعات 73 اور 74 میں کی گئی ہے قواعد پر سختی سے کاربند رہتے ہوئے اس پر عمل کیا جانا چاہیے مذکورہ قواعد قاعدہ 640 میں مروجہ ہیں لہٰذا اس ضمن میں خاص توجہ دیئے جانے کی ضرورت ہے کہ قواعد پر عمل درآمد یقینی بنایا جائے اور ان کے غلط استعمال کا کوئی احتمال نہ رہے۔ مزید یہ کہ اس قسم کے مقدمات میں معائنہ کار جج کو چاہیے کہ وہ ایسے قیدیوں کا انٹرویو لے تاکہ یہ اندازہ لگایا جا سکے کہ تنہائی کا اس کی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں پر کیا اثر پڑا ہے۔

ایسی ہی توجہ ان ملزمان سے برتاؤ رکھتے ہوئے دی جانی چاہیے جو دماغی مریض ہوں۔ دفعات 464, 466 اور 471 ضابطہ فوجداری ایسے لوگوں سے سلوک کرنے کا تفصیلی طریقہ کار بیان کرتا ہے۔ متعلقہ قواعد 433 سے آگے تک ہیں جو اس طرزِ عمل کا احاطہ کرتے ہیں جو مجرم اور غیر مجرم دماغی مریض سے برتاؤ کرتے ہوئے اختیار کیا جانا لازمی ہے۔ ایسے افراد جائز توجہ کے مستحق ہوتے ہیں اور اپنے اچھے برے میں تمیز کرنے کی سکت نہیں رکھتے۔ ایسے افراد کے ساتھ خراب برتاؤ عام ہے لہٰذا ان پر احساسِ ذمہ داری کے ساتھ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

جیلوں کی نگرانی قانون کی کتابوں کا جزو ہے اور قواعد کے مطابق اس کا طریقہ کار وضع کیا گیا ہے لیکن اس کے نفاذ کی انتہائی اہمیت ہے۔ افراد کو جیلوں میں عدالتوں سے سزا کے بعد بھیجا جاتا ہے لہٰذا جیلوں کی نگرانی کا اصل ذمہ عدلیہ پر ہے کہ وہ جیلوں میں قوانین کا نفاذ یقینی بنائے۔ یہ ذمہ داری ضلعی عدلیہ کے کندھوں پر ہے جو اپنی ذمہ داری کو خاطر خواہ انداز میں نبھا بھی رہی ہے تاہم بہتری کی گنجائش تو ہمیشہ رہتی ہے۔

آخر میں ایک جملہ اعلیٰ عدلیہ کیلئے کہ محبوس افراد کی نگرانی کے عمل میں جو جیلوں کی عمومی حالت یعنی کھانے، کپڑے، صفائی، حفظانِ صحت اور دیگر حالات کے متعلق اتنی دلچسپی نہیں رکھتے بلکہ ان کو زیادہ دلچسپی اس بات میں ہے کہ ان کے مقدمات جو ابتدائی یا اپیل کی عدالتوں میں زیرِ التواء ہیں کب ختم ہونگے؟

لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ نگرانی کے نظام میں ہر ادارہ اپنی ذمہ داری کا احساس کرے اور مروّجہ قوانین پر عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے اور اس ضمن میں اعلیٰ عدلیہ کی جانب سے جاری کردہ ہدایات پر عملدرآمد کروایا جائے۔ یقیناً امیدیں بارآور ہونگی۔ اگر ضلعی عدلیہ یقین کامل رکھے نگرانی کے اصل معنوں اور اہمیت کو سمجھتے ہوئے مسلسل جدوجہد کرے اور قانون کی سمجھ بوجھ رکھے تو ہم ایک اچھی تصویر ضرور دیکھیں گے اور تبدیلی یقیناً آئے گی۔

جیل خانہ جات کی نگرانی میں ضلعی عدلیہ کا کردار

جسٹس سید مظاہر علی اکبر نقوی جج، لاہور ہائی کورٹ، لاہور

انہوں نے حاضرین محفل کو یاد دلایا کہ ضلعی عدلیہ نے آئینی حقوق کے تحفظ میں ہمیشہ ہراول دستے کا کردار ادا کیا ہے اور قیدیوں کے حقوق اور جیلوں کی نگرانی کے عمل میں ضلعی عدلیہ کے کردار کا احاطہ کیا۔ انہوں نے اپنے مقالہ میں جیل خانہ جات کی مختصر تاریخ بھی بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ جیلوں کی نگرانی عدلیہ کی زیر نگرانی کروانا اسلامی نظریات میں سے ہے۔ انہوں نے اپنے مقالہ میں اسلامی تعلیمات جن کی رو سے قیدیوں سے اچھا سلوک کرنے اور ان کا خیال رکھنے کے حکم کا پرچار کیا۔ اپنے مقالہ میں بین الاقوامی دستاویزات معاہل اور رجحانات جو جیل میں مقید قیدیوں کے حالات سے متعلق ہیں کا حوالہ بھی دیا۔ انہوں نے انسانی حقوق کے بین الاقوامی اعلامیہ کی متعلقہ دفعات جو زیر سماعت قیدیوں کے حقوق اور جیل حکام یا عملے کے فرائض سے متعلق ہیں کا تذکرہ کیا اور بین الاقوامی معاہدہ برائے معاشی، ثقافتی اور سماجی حقوق کا حوالہ دیا جو قیدیوں کی بنیادی ضروریات اور ان کے حقوق سے متعلقہ ہیں۔ انہوں نے قرار دیا کہ فوجداری نظام انصاف کے تحت ملزمان کے ساتھ روا رکھا جانے والا سلوک نظام جیل خانہ جات کی حدود متعین کرتا ہے۔ انہوں نے جیلوں کی آبادی، انتظام و انصرام اور وسائل کی کمی کا اعادہ کیا اور اس ضمن میں ضلعی عدلیہ کے کردار پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے مزید قرار دیا کہ چونکہ ضلعی عدلیہ ہی نظام جیل کی حدود وضع کرتی ہے اس لئے ضلعی عدلیہ کو کسی طور بھی ملزمان اور قیدیوں کی حالت زار سے غافل نہیں ہونا چاہیے اور عدلیہ کو اپنا یہ کردار بخوبی نبھانا چاہیے۔ انہوں نے آئین پاکستان مجریہ 1973 میں انسانی حقوق کی متعلقہ دفعات کا حوالہ دیتے ہوئے قرار دیا کہ آئین میں مروجہ تمام انسانی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنانے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے اپنے مقالات میں اعادہ کیا کہ آئین و قانون کی رو سے ضلعی عدلیہ زیر حراست افراد کے حقوق کو تحفظ فراہم کرنے والا پہلا زینہ ہے جس بناء پر اس کی اہمیت مسلم ہے لہذا جب قید میں رکھے جانے والے افراد کے حقوق کا تحفظ ضلعی عدلیہ کے ذمہ رکھا گیا ہے تو جیلوں کی نگرانی کی ذمہ داری خود بخود ضلعی عدلیہ کے کندھوں پر آ پڑتی ہے اور ضلعی عدلیہ نگرانی کی اپنی ذمہ داری بمطابق قانون بخوبی نبھا رہی ہے۔

جناب جسٹس انور ظہیر جمالی :۔ جج عدالت عظمیٰ پاکستان

مہمانانِ گرامی

اور شرکاء ورکشاپ

میرے لئے انتہائی فخر اور مسرت کی بات ہے کہ آج اس معزز ایوان اور سامعین کے سامنے قیدیوں کی حالتِ زار، آگاہی جیلوں کی نگرانی میں ضلعی عدلیہ کا کردار کے عنوان پر مجھے عدالت عالیہ لاہور کی نمائندگی کا شرف حاصل ہوا ہے۔

فاضل شرکا مجھے یاد دلانے دیں کہ شہریوں کو دیئے گئے آئینی حقوق کے دفاع، حفاظت اور آئین کی عمارت کو قائم ودائم رکھنے اور اس کا بول وبالا کرنے کی اعلیٰ عدلیہ کی کوششوں میں ضلعی عدلیہ ہراول دستہ کا کردار ادا کرتی ہے۔ موضوع بحث بالا قیدیوں اور جیلوں جہاں یہ قیدی رکھے جاتے ہیں کی نگرانی میں اعلیٰ عدلیہ کے کردار کا احاطہ کرتا ہے۔

اس مسودہ میں انسانی حقوق شخصی آزادی اور قیدیوں کے حقوق کی اہمیت اجاگر کرنے والے کئی بین الاقوامی دستاویزات ومعاہدات کا حوالہ دوں گا۔ ساتھ ہی میں معزز سامعین وشرکاء کو مختلف آئینی دفعات کی طرف لے جاؤں گا اور قیدیوں کے حقوق کی مناسب نگرانی کیلئے ضلعی عدلیہ کی طرف سے نگرانی کرنے کے کئی قوانین وستاویز پر بھی روشنی ڈالوں گا۔ قبل اس کے کہ میں حالیہ بین الاقوامی اور قومی قوانین ودستاویز کا حوالہ دوں۔ میں اسلام میں قیدیوں کو دیئے گئے حقوق اور ان کے ساتھ سلوک کی کچھ جھلکیاں پیش کروں گا۔ میں مختصراً جیل خانہ جات اور قید کی تاریخ کی اہمیت بھی بیان کروں گا۔

جناب عالیٰ!

تفصیلی بحث میں جانے سے پہلے میں حضور پاک حضرت محمد ﷺ کی ایک حدیث پیش کروں گا۔

"لوگوں کی اپنے غلاموں اور دولت پر ملکیت ہے۔"

قانونی پابندیوں کے سوا، قیدی اس حدیث سے مبرا نہیں ہیں اور مجھے یقین ہے کہ جدید جیل اصلاحات اور معاہدے ابھی بھی اسلام کے طے شدہ اصولوں سے بہت پیچھے ہیں۔

قید وبند اور جیلوں کی تاریخ

ہیری ہیلر برنا س، کلاک یونیورسٹی میں تاریخ کے پروفیسر اور نیوجرسی و پنسلوانیہ کے جیل کے تحقیقاتی کمیشن کے ایک تاریخ دان کہتے ہیں کہ افراد کو ان کی مرضی کے خلاف جیل میں رکھنے اور جیل کو بطور

ادارہ کی ابتداء قدیم زمانہ میں شروع ہوئی جب جرم کا ارتکاب کرنے اور قید ہونے والے افراد کو بیڑیوں میں اپنی باری کا انتظار کرنے کیلئے رکھا جاتا تھا۔

اقوام متحدہ کے کمشنر انسانی حقوق کے ایک مسودہ/دستاویز میں یہ تسلیم شدہ ہے کہ قید کو عدالت کی براہ راست سزا کے طور پر مغربی یورپ اور شمالی امریکہ میں اٹھارویں صدی میں متعارف کرایا گیا۔ برناس نے اپنے متذکرہ بالا مضمون میں قید کو سزا کے طور پر استعمال کرنے کے اسی معیار کی نشاندہی کی ہے جو انیسویں صدی میں سزا دینے کا ایک رائج طریقہ تھا۔

اسلام میں قید خانوں اور ان کی نگرانی بذریعہ عدلیہ کا تصور

اپنے ایک مضمون "اسلامی تعلیمات کے مطابق قیدیوں کے حقوق" میں امام محمد شیرازی اسلام کے اصلی ماخذ کا حوالہ دیتے ہوئے ایک قاضی کے فرائض کو یوں بیان کرتے ہیں۔

مصنف شیخ الطوسی نے اپنی کتاب **المسباؤت** میں کہا ہے کہ جب قاضی اپنا عہدہ سنبھالتا ہے تو اسے جیل میں قیدیوں کے معاملات کو سب سے پہلے دیکھنا چاہئے کیونکہ جیل قیدیوں کیلئے عقوبت خانے ہوتے ہیں ایسے بھی حالات ہو سکتے ہیں کہ کوئی اپنی دی گئی سزا سے زیادہ عرصہ سے جیل میں پڑا ہو جس کی طرف توجہ نہ دی جا سکی ہو۔

وہ مزید فرماتے ہیں۔

کتاب شاہراالاسلام میں مصنف **محقق الحلی** فرماتے ہیں کہ ایک نئے تعینات قاضی کو قیدیوں سے متعلق لازماً پوچھ گچھ کرنی چاہئے اور اسے قیدیوں کے ناموں کی بھی ایک فہرست تیار کرنی چاہئے۔ جج کا کام صرف جیل یافتہ کو سزا دینے سے ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس کا یہ فرض ہوتا ہے کہ قیدیوں کے معاملات کو اپنی اور قیدیوں کی معاشرہ میں بحالی کی ذمہ دار تنظیموں کی مدد سے زیر نگرانی رکھے۔ خود امام صادقؑ سے روایت ہے کہ جب امام علیؑ کو ابن ملجم نے قتل کیا تو بستر مرگ پر امام علیؑ نے فرمایا۔

"اس قیدی کو قید کرنا، اسے کھلانا اور دوران قید اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا، اگر میں زندہ رہا میں اس سے نمٹ لوں گا۔ اگر میں چاہوں تو میں اس سے دیت (تاوان) طلب کروں گا اور اگر میں چاہوں تو اسے معاف کر دوں گا اور اس سے صلح کرلوں گا مگر اگر میں مرگیا تو یہ آپ پر ہے۔ اگر آپ اسے مارنے کا فیصلہ کریں تو اسے اتلاف عضو (زخمی) کر کے نہ مارنا"۔

اس سے قیدیوں سے سلوک کے بارے میں اسلام کے معیار کی عکاسی ہوتی ہے۔

یہ درج بالا تحریر اس کی بھی عکاسی کرتی ہے کہ آج سے چودہ سو سال قبل ہی اسلام نے واشگاف طریقے سے قیدیوں کے حقوق کو تسلیم کرلیا تھا۔ جب کہ موجودہ معاہدات اور بین الاقوامی دستاویزات تو صرف حال کے واقعات ہیں۔

بین الاقوامی دستاویزات اور عوامل / رواجات

اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے کمشنر کی طرف سے مرتب کردہ جیل افسران کیلئے انسانی حقوق کی تربیت کے قانون میں انسانی حقوق کو کچھ یوں بیان کیا گیا ہے۔

"انسانی حقوق! وہ وراثتی حقوق ہیں جو بطور انسان ہر شخص کو حاصل ہیں اور ہر انسان کی قدر و قیمت اور رتبے کے لحاظ سے بنائے گئے ہیں۔ یہ کوئی اختیارات ہیں نہ ہی کسی حکومت حاکم کی مرضی کے تحت دیے گئے تحائف ہیں، نہ ہی انہیں کوئی مقتدر قوت لے سکتی ہے۔ انہیں صرف اس بنیاد پر جھٹلایا یا ضبط نہیں کیا جا سکتا۔"

اس قانون میں جیل افسران کی بین الاقوامی ذمہ داریوں کا تفصیلی بیان یوں کیا گیا ہے کہ "بین الاقوامی قانون/انسانی حقوق تمام ریاستوں اور ان کے نمائندوں بشمول جیل حکام پر لاگو ہے۔ بین الاقوامی سلامتی اور قانون کا ایک اہم مضمون انسانی حقوق بھی ہے جیل افسران/اہلکاران پر انسانی حقوق کے ان بین الاقوامی معاہدات کو جاننا اور نافذ کرنا لازم ہے۔ افغان حکومت کیلئے تیار کئے گئے ایک مسودہ میں جسے سعودی عرب کے شہر ریاض کے عرب علاقائی مرکز عرب سیکورٹی مطالعہ اور تربیتی مرکز نے بھی مانا ہے اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کمشنر نے اس بات پر زور دیا ہے کہ جیل حکام کو مسلمان قیدیوں کے مندرجہ ذیل حقوق کا خیال رکھنا چاہئے۔

(1) ہر مسلمان کو پانچ وقت کی نماز ادا کرنے دی جائے۔

(2) ہر مسلمان خواہ مرد ہے یا عورت، کو قرآن کریم تک رسائی ہو۔

(3) ہر مسلمان خواہ مرد ہے یا عورت کو ہر سال ایک ماہ کے روزے رکھنے کا حق ہے۔

(4) ہر مسلمان خواہ مرد ہے یا عورت نے اپنے ہاتھ، منہ، سر، کانوں بازؤں اور پاؤں کو ہر نماز سے پہلے اور قرآن کو ہاتھ لگانے سے پہلے دھوئے یعنی وضو کرنے کا حق ہے۔

(5) خواتین مسلمان قیدیوں کو مکمل باپردہ لباس ماسوائے چہرہ اور ہاتھ دوسری مرد یا خواتین قیدیوں کے سامنے پہننے کا حق ہے۔ مرد مسلمان قیدیوں کو دوسروں کے سامنے (مرد یا خواتین) ننگا نہیں ہونا چاہئے۔

(6) مسلمانوں کا اپنے شوہر یا بیوی کے ساتھ ذاتی کمرہ میں اکیلا رہنے کا حق ہے۔

یہ مذکورہ بالا دستاویز جیل حکام کو انسانی حقوق کے بین الاقوامی اعلامیہ کی دفعات نمبر 3-5-109 اور 11 میں بیان کردہ زیرِ سماعت قیدیوں کے حقوق اور جیل حکام /افسران کے فرائض کا بھی اعادہ کرتا ہے۔ یہ بین الاقوامی معاہدہ دیوانی اور سیاسی حقوق کی دفعات 6-7-8-9-10-11 اور 15 کا حوالہ دیتا ہے۔ مزید برآں یہ معاشی اور ثقافتی، سماجی حقوق کے بین الاقوامی معاہدے کی دفعہ 11 میں تحریر کردہ قیدیوں کی مناسب معیار کی رہائش بشمول خوراک اور لباس کا حوالہ بھی دیتا ہے۔ اس سے بین الاقوامی برادری کے قیدیوں کے حقوق سے متعلق فکر اندازہ اور اظہار ہوتا ہے۔

اقوامِ متحدہ کی ادویات و جرائم پر تنظیم یو این او ڈی سی نے مشاہدہ کیا ہے کہ قید فوجداری نظامِ انصاف میں شروع ہونے والے مراحل میں جرم کے ارتکاب تفتیش مشتبہ افراد کی گرفتاری ان کی حراست، مقدمہ اور سزا کا آخری مرحلہ ہوتا ہے اس لئے ہمارے نظامِ فوجداری انصاف میں جیل خانہ جات اہم طور پر زیرِ التوا اور سزا یافتہ قیدیوں کی اصلاح اور قید و بند کی جگہیں ہوتی ہیں۔ نظامِ فوجداری انصاف کے ذریعہ ملزمان سے سلوک ہی اہم طور پر نظام جیل کی حدود متعین کرتا ہے۔ جیل کی آبادی، انتظام و انصرام اور وسائل جیل نظام کو مناسب اور مؤثر طریقہ سے چلانے کیلئے درکار ہیں۔ جن کا براہِ راست انحصار عدالتی اداروں کے ملزمان کے ساتھ سلوک پر ہے۔

معزز شرکاء

مجھے اس بات کا اعادہ کرنے دیں کہ کثیر تعداد میں فوجداری مقدمات کا فیصلہ چونکہ ضلعی عدلیہ ہی کرتی ہے اس لئے یہی نظام جیل کی حدود وضع بھی کرتی ہے۔ جیل کے حوالات ضلعی عدالتی وارنٹ کے ساتھ ہی کھولے اور بند کئے جاتے ہیں اس لئے ضلعی عدلیہ کے جج صاحبان اپنے ہی جیل بھیجے گئے ملزمان اور قیدیوں کی حالتِ زار سے غافل نہیں ہو سکتے نہ ہی نگرانی کے طریقہ کار میں وہ مکمل طور پر جیل انتظامیہ پر انحصار کر سکتے ہیں۔ یہ لازماً ذہین نشین کر لینا چاہئے کہ جیل کے موزوں انتظام و انصرام اور انسانی حالت کو برقرار رکھنا صرف جیل حکام پر منحصر نہیں ہے۔ عدلیہ کو بھی بحیثیت نظام کا ایک بڑا مستعمل حصہ قیدیوں کی حالت کی نگرانی کرنے میں اپنا مستعد کردار ادا کرنا چاہئے تاکہ سزا کا مقصد حاصل کیا جا سکے اور جیلوں، قیدیوں کو خانوں کو مجرموں کی آماجگاہ بننے کے بجائے قیدیوں کی اصلاح کا مرکز بن سکیں۔

جیلیں عموماً ناقابلِ پہنچ ایوان ہوتی ہیں اور اسی لئے اختیارات، طاقت کے غلط استعمال سے متاثر ہوتی ہیں۔ یہ خصوصیت جیلوں کی نگرانی اور احتساب اور جیلوں کے منتظمین کے اختیارات کی زیادہ منوثر انداز

میں پڑتال کی ضرورت کوافزوں کرتا ہے۔آئین پاکستان 1973 کی دفعہ 4انسانی حقوق کی حفاظت کے مسلمہ اصولوں کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ افراد کے حقوق کو قانون وغیرہ کے مطابق طے کرنا ہوگا قانون کے تحفظ سے فیض یاب ہونے اور قانون کے مطابق ہر شہری وہ کہیں بھی ہو اور ہر شخص جو عارضی طور پر پاکستان میں ہو کو قانون کا تحفظ اور اس کے ساتھ قانون کے مطابق سلوک روا رکھنے کا حق ہے۔خصوصاً کسی فرد کی زندگی،آزادی،جسم،شہرت یا جائیداد کو نقصان دینے والا کوئی اقدام قانون کے مطابق نہیں۔

جناب عالی!

بنیادی حقوق کی فہرست بیان کرنے والا دستور پاکستان کا ابتدائی آرٹیکل 9 بھی تحفظِ جان ومال کی اہمیت کے بارے میں واشگاف الفاظ میں کہتا ہے کہ " کسی فرد کو جان یا مال سے ماسوائے قانون محروم نہیں کیا جائے گا۔"

سب سے بڑھ کر،ہمارے آئین نے شق 10 میں حراست کے اختیارات کی پڑتال کیلئے اور اس عمل کی منصفانہ نگرانی کو یقینی بنانے کیلئے ایک طریقہ کار مہیا کیا ہے۔اس شق میں واضح طور پر بیان کیا ہے کہ " گرفتار شدہ فرد کو جتنا جلد ممکن ہو اس کی گرفتاری کی وجہ سے آگاہ کیا جائے گا"۔اسے اپنے وکیل سے مشورہ کا موقع دینا چاہیے۔

کسی بھی گرفتار شدہ فرد کو مقام گرفتاری سے لیکر نزدیک ترین عدالت مجسٹریٹ میں پیش ہونے تک کے وقت کو نکال کر چوبیس گھنٹے کے اندر مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنا ہوگا۔مجسٹریٹ کی اجازت کے بغیر مزید حراست کی اجازت نہیں ہوسکتی۔تاہم یہ تحفظات انسدادی حراست کی صورت میں حراست میں رکھے جانے والے افراد کو دستیاب نہیں۔آئین کے آرٹیکل 10 کے الفاظ دفعہ 167 ضابطہ فوجداری مجریہ 1898 میں دیئے گئے الفاظ کے بغیر ہیں۔

ان درج بالا آئینی دفعات میں استعمال ہونے والا لفظ مجسٹریٹ زیرِ حراست افراد کے حقوق کے تحفظ کیلئے ضلعی عدلیہ کے کردار کی اہمیت کی عکاسی کرتا ہے۔اور نشاندہی کرتا ہے کہ مجسٹریٹ کی عدالت جو شخصی آزادی کے تحفظ کی پہلی سطح ہے کو آئینی ترمیم کے بغیر ختم نہیں کیا جاسکتا۔

جیسا کہ فوجداری نظامِ انصاف کی آزادی کو محدود کرنے کے اس عمل کی نگرانی کا کام آئین نے خود ضلعی عدلیہ کے ایک رکن " مجسٹریٹ " کو سونپا ہے لہٰذا جب کبھی کسی شخص کی آزادی کو مکمل محدود کر کے جیل میں ڈالا جائے تو اس قسم کی نگرانی کی ذمہ داری سے عہدہ براہ ہونا آئینی طور پر ناقابل یقین ہے اس سے یہ

اخذ کیا جا سکتا ہے کہ جیلوں کی نگرانی میں ضلعی عدلیہ کے کردار کی جڑیں اس سرزمین کے بنیادی قانون ہی میں موجود ہیں۔

جیل قوانین کے تحت قید خانوں کی نگرانی کا ضلعی عدلیہ کا کردار

یہ ایکٹ قید خانوں سے متعلقہ قانون مہیا کرتا ہے۔ یہ جیل کے عملہ کے فرائض اور رائج معیارات کے مطابق جیل کے نظام کو برقرار رکھنے کی توضیح کرتا ہے۔ اس قانون کی دفعہ 12 سپرنٹنڈنٹ / نگران جیل کی طرف سے مرتب کردہ ریکارڈ کے بارے میں تفصیل فراہم کرتی ہے۔ جیل اعلیٰ حکام کی طرف سے ریکارڈ کا اس طرح برقرار رکھنا بلا مقصد نہیں ہے۔

جیل خانہ جات کی نگرانی میں ضلعی عدلیہ کا کردار

طارق محمود خان بابر، سپرنٹنڈنٹ، مرکزی جیل فیصل آباد

مقالہ زیرِ نظر میں قرآن میں جیل کے حوالے سے مصر کی قدیم تاریخ کے مطابق قید خانوں کا حوالہ دیا گیا ہے کہ جیلوں کی نگرانی کا کام پوری دنیا میں بخوبی سر انجام دیا جا رہا ہے۔ برطانیہ میں قائم خود مختار بورڈ اسے نگرانی کا حوالہ دیا گیا ہے اور ان کے اختیارات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان میں رائج قواعد جیل خانہ جات پاکستان مجریہ 1978 کے باب 38 جو قید خانہ جات کے معائنوں اور دوروں سے متعلق ہے کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے اور چند متعلقہ دفعات کا حوالہ دیتے ہوئے بیان کیا کہ ان قواعد کی رو سے جیلوں کا معائنہ سرکاری و غیر سرکاری معائنہ کاروں کے ذریعے ضروری ہے اور معائنہ کی غرض سے قیدیوں سے سوالات کرنے، شکایات سننے اور معائنے کی کتاب میں اندراجات کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ لاہور ہائیکورٹ کے حکم کی بنیاد پر ڈسٹرکٹ اور سیشن ججوں کو جیلوں کے دورے کر کے معمولی نوعیت کے جرائم میں ملوث قیدیوں کو رہا کرنے کے اختیار کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔ انہوں نے جیلوں میں قیدیوں کے اژدحام کو موضوع بناتے ہوئے صوبہ پنجاب کی جیلوں میں حد سے زیادہ ہجوم پر حاضرین کی توجہ دلائی اور تفصیل سے پنجاب کی جیلوں میں قید قیدیوں کے اعداد و شمار پیش کئے۔ منشیات کے مقدمات میں ملوث قیدیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے پولیس کے کردار کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے کہ کس طرح پولیس منشیات کی چھوٹی چھوٹی مقدار رکھنے پر ہزاروں افراد کو قید کر لیتی ہے جس کے نتیجے میں جیلوں کی آبادی میں بلا ضرورت اضافہ ہوتا ہے لہذا منشیات کے جرائم میں نشے کے عادی مجرمان کو اصلاحی مراکز میں رکھا جانا چاہیے۔ جرائم کے اعداد و شمار سے متعلق تفصیل کو بھی مقالے کا حصہ بنایا گیا ہے۔ ضلعی عدلیہ پر زور دیا ہے کہ وہ اپنے دوروں کو مزید فعال و موثر بنانے، قیدیوں کی جائز شکایات کے ازالے اور جھوٹی شکایت کو درخورِ اعتنا نہ جانے کی ہر ممکن کوشش کرے اور جیل انتظامیہ کو جھوٹی شکایات پر جھڑکنے کی بجائے جیل کے عملے اور انتظامیہ پر اعتماد کا اظہار کرے۔ جیل کے عملے اور افسران پر کام کے بوجھ کا تذکرہ بھی کرتے ہوئے بیان کیا کہ ان حالات میں عملے کے خلاف تادیبی کارروائی اور ضلعی عدلیہ کی جانب سے کیا جانے والا احتساب عملے کی کارکردگی پر منفی اثر ڈالتا ہے۔ جیلوں میں بڑی تعداد میں سزائے موت کے قیدی جو جیلوں کی آبادی کا خاطر خواہ حصہ ہیں لیکن عالمی دباؤ کی وجہ سے ان کی سزاؤں کی تعمیل نہیں ہو پا رہی کا ذکر کیا اور لہذا حکومت کی ذمہ داری

قرار دی کر وہ سزاؤں پر عملدرآمد کیلئے انتظامات کرے اور قانون قصاص کی روشنی میں فساد فی الارض کے سدِ باب کیلئے موثر اقدامات کرے۔

جناب جسٹس افتخار محمد چوہدری، چیف جسٹس عدالتِ عظمیٰ،

فاضل سیکریٹری لاء اینڈ جسٹس کمیشن پاکستان

مہمانان و معززین۔

السلام علیکم!

یقین کیجئے کہ میں کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ ایک دن جناب سیکریٹری لاء اینڈ جسٹس کمیشن مجھے اتنی عالمانہ ورکشاپ میں ایک مقالہ پڑھنے اور تقریر کرنے کی دعوت دیں گے۔ جناب چیف جسٹس کی ذاتی مہربانی ہے ورنہ میرے جیسا افسر اپنے کیریئر میں اتنے بڑے اجتماع میں صرف پیچھے بیٹھنے والوں میں شامل ہوتا ہے۔ اس لئے حاضرین شاید آپ میرے مقالے میں اتنا اہم یا مفکرانہ مواد نہ پائیں پھر بھی اس موضوع پر ایک عاجزانہ مقالہ پیش کرتا ہوں۔

موضوع پر بات شروع کرنے سے قبل ہمیں اصطلاحات، مانیٹرنگ (نگرانی) اور قید / جیل کے لفظی معنی سمجھنے کی ضرورت ہے۔ آکسفورڈ کی لغت کے مطابق لفظ مانیٹرنگ کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ یہ مسلسل جائزہ / مشاہدہ، ریکارڈ یا کسی چیز کو جانچنے کا طریقہ کار ہے۔ انسائیکلو پیڈیا بریٹینکا کے مطابق، قید خانہ سے مراد ایک ایسا ادارہ ہے جہاں عدلیہ کے حکم پر بھیجے گئے، مجرم کو زیرِ حراست رکھا جائے یا وہ جن کو کسی جرم کی سزا کے طور پر آزادی سے محروم رکھا جائے۔ لغت آکسفورڈ کے مطابق قید خانہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں یا تو ان کے مرتکب شدہ پر جرم کی سزا کی وجہ سے تالہ بندی میں یا پھر وہ جو مقدمہ کا انتظار کریں کو رکھا جاتا ہے۔ انگریزی میں اسے دو لفظوں کے دو قسم کے ہجوں کے ساتھ بھی جانا جاتا ہے مثلاً Jail اور goal۔ قید خانوں، عقوبت خانوں کی تاریخ مصر کی قدیم تہذیب تک یا پھر اس سے بھی قبل جاتی ہے۔ قرآن کریم کی سورۃ یوسف میں جیل کو السجن کا نام دیا گیا ہے۔ اور مصر کے عزیز نے حضرت یوسف کو قید میں رکھا تھا۔

پورے عالم میں قید خانوں کی نگرانی بذریعہ عوام، قاضیوں، انتظامی عہدیداروں، علماء اور مختلف شعبوں کے ماہرین کے ذریعہ کرنا ایک عام اصول ہے۔ یہ برطانیہ میں عوام کے نمائندوں اور رضا کاران پر مشتمل خودمختار بورڈ برائے نگرانی Independent Monitoring Boards کے نام سے ایک قانونی

ادارہ ہے جو قیدیوں کی فلاح و بہبود کی نگرانی اور یہ یقینی بنانے کیلئے قائم کئے گئے ہیں کہ جیلوں/قیدخانوں میں قیدیوں کی مناسب دیکھ بھال کی جا سکے۔ یہ بورڈ اس ضمن میں خصوصی توجہ کے حامل معاملات میں اپنی تمام کارکردگی پر مشتمل رپورٹیں سالانہ یا دیگر مواقع پر وزیر انصاف (Justice Minister) کو پیش کرتے ہیں۔ ایسی نگرانی کی کامیابی شرح تقریباً 50 فیصد ہے۔ بورڈ کے ممبران کو قیدخانہ کی چابیاں رکھنے اور ہر وقت جیل کے ہر حصہ میں قیدیوں اور حراستیوں تک رسائی کا اختیار حاصل ہے۔

پاکستان میں دیگر افراد کے علاوہ، ضلعی سیشن جج کو قواعدِ جیل خانہ جات پاکستان مجریہ ۱۹۷۸ء (Pakistan Prison Rules, 1978) کے باب نمبر 38 کے ضابطہ نمبر 913(ii) کے تحت اپنے دائرہ اختیار میں موجود قیدخانہ کا بطور سرکاری معائنہ کار قرار دیا گیا ہے۔ ان ضابطوں کے قاعدہ نمبر 914 (i) کے تحت جج اپنے ہیڈکوارٹر کی جیل، قیدخانہ کا ہر تین ماہ میں دورہ کرنے کا پابند ہے۔ قاعدہ نمبر 915 کے تحت اُسے جیل کی کسی بھی کتاب، پیپر یا ریکارڈ کا معائنہ کرنے اور وہاں محبوس کسی بھی قیدی سے پوچھ گچھ (سوال جواب/انٹرویو) کرنے کا بھی اختیار ہے۔ 1894 کے قانون قیدخانہ جات کے ان تمام قواعد و ضوابط اور ذیلی ہدایات و احکامات کی مناسب اور باقاعدہ تعمیل لازم قرار دی گئی ہے۔ وہ سماعت کر کے کوئی بھی شکایت یا کسی قیدی کی طرف سے کوئی بھی درخواست وغیرہ متعلقہ حکام کے نوٹس میں لا سکتا تھا۔ بھارت میں بھی انہی قواعد و ضوابط پر عمل کیا جاتا ہے۔

سال 2000 سے قبل، ہر سہ ماہی میں ڈسٹرکٹ/سیشن جج اور ڈپٹی کمشنر مشترکہ طور پر قیدخانوں کا دورہ کرتے تھے۔ عزت مآب عدالت عالیہ لاہور نے اپنے ایک حکمنامہ نمبر 11931/Legis محررہ 9 جولائی سال 2003 کے ذریعہ پنجاب بھر کے ڈسٹرکٹ/سیشن ججوں کو مہینہ میں ایک بار اپنے دائرہ اختیار میں آنے والی جیلوں کا دورہ کر کے وہاں موجود معمولی نوعیت کے جرائم میں ملوث قیدیوں/ملزموں کو رہا کرنے کی ہدایت کی۔

4 مئی 2009 کو جناب چیف جسٹس آف پاکستان نے ہمراہ چیف جسٹس عدالت عالیہ لاہور، چیف سیکریٹری، ہوم سیکریٹری، سیکریٹری صحت، انسپکٹر جنرل پولیس اور صوبائی حکومت کے سینئر افسران لاہور جیل کا دورہ کیا۔ اسی سال 19 ستمبر کو معزز جناب چیف جسٹس پاکستان نے راولپنڈی سنٹرل جیل کا دورہ اور معائنہ کیا۔ لامحالہ ان دوروں کا مقصد ان جیلوں میں بند قیدیوں کی حالت زار کو خود دیکھنا اور مناسب اقدامات اٹھانا تھا۔ بعدازاں عدالت عالیہ لاہور نے اپنے حکمنامے نمبر 16154/Mit محررہ 23 جون

No.23073/RHC/NJP محررہ 27 اکتوبر 2009 اور No.26435/RHC/NJP، 2009 محررہ 20 ستمبر 2012 ہدایات جاری کیں کہ صوبہ بھر کے ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج اور سب سے سینیئر ایڈیشنل سیشن جج صاحبان اپنے اپنے دائرہ اختیار میں آنے والی جیلوں کا 15 روزہ دورہ کر کے معمولی جرائم میں ملوث قیدیوں کی جلد از جلد رہائی کو یقینی بنائیں اور بوجہ عدم ادائیگی دیت وغیرہ ان قیدیوں کی امداد بھی مختلف سماجی تنظیموں کی مدد سے کر کے قیدیوں کی مشکلات کا ازالہ کریں۔

پنجاب میں کل 32 قید خانے ہیں جن میں نو سنٹرل جیلیں اور 19 ضلعی قید خانے/جیل خانہ جات ہیں، ایک سب جیل، ایک زنانہ جیل، دو بورسٹل ہاوس/ادارے اور ایک کم سن مجرمان کی جیل موجود ہے۔ صوبہ کی تمام جیلوں میں تعداد کے لحاظ سے قیدیوں کا اژدھام ہے۔ ملتان کی زنانہ جیل اور فیصل آباد اور بہاولپور کے دو بورسٹل قید خانہ کے علاوہ قید خانوں میں ضرورت سے زیادہ رش جیلوں کی ایک ایسی صفت بن گئی ہے کہ لغت آکسفورڈ میں بھی اصطلاح جیل کے استعمال کی وضاحت کرتے ہوئے جیلوں میں قیدیوں کی بھرمار ہے جیسی مثال دی گئی ہے۔

پنجاب کے آئی جی جیل خانہ جات کے سرکاری اعداد و شمار کے مطابق تمام 32 جیلوں کی گنجائش 21527 قیدی ہے جبکہ وہاں یکم اکتوبر 2013 تک 50320 قیدی ہیں۔ یکم اکتوبر 2013 تک پنجاب کی ان 32 جیلوں کی مجموعی آبادی کی شرح 134 فیصد ہے یعنی 100 قیدیوں کی گنجائش کی جگہ پر 234 قیدی رکھے گئے ہیں۔ سال 2000 سے صوبہ کے تمام ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج صاحبان اپنے علاقوں میں قید خانوں کا ماہانہ جبکہ سال 2009 سے پندرہ روزہ کی بنیاد پر دورے کرتے چلے آرہے ہیں۔ ایک طرف تو ضلعی عدلیہ کی طرف سے کی گئی اس باقاعدہ نگرانی کی بدولت جیل کے مجموعی انتظام و انصرام میں شاندار تبدیلی دیکھنے کو آئی تو دوسری طرف جیل حکام کا رویہ بھی کافی تبدیل ہوا۔ اسی طرح معمولی نوعیت کے جرائم میں ملوث قیدیوں کیلئے تو یہ دورے نوید بہار بن کر سامنے آئے۔ آئی جی جیل خانہ جات پنجاب کے سرکاری اعداد و شمار یہ ظاہر کرتے ہیں کہ صرف سال 2009 میں ضلعی عدلیہ کے ان پندرہ روزہ دوروں کی وجہ سے معمولی جرائم میں قید 11588 قیدیوں کو رہائی ملی۔ سال 2010 میں ڈسٹرکٹ اور سیشن جج صاحبان نے پنجاب کی جیلوں سے معمولی جرائم میں ملوث 8500 قیدیوں کو رہا کیا جبکہ سال 2011 اور سال 2012 میں اس قسم کے رہا ہونے والے قیدیوں کی تعداد بالترتیب 9266 اور 9356 ہے۔ موجودہ سال 2013 میں ضلعی عدلیہ کے ان باقاعدہ دوروں کی وجہ سے 6366 قیدی ستمبر 2013 تک رہا ہو چکے ہیں۔ لہذا صرف 4 سال کے عرصہ

میں معمولی جرائم کے کل 45076 قیدیوں کو ضلعی عدلیہ کی بدولت رہائی نصیب ہوئی۔ یہ تعداد اس سال یکم اکتوبر 2013 کے اعداد و شمار کے مطابق جیلوں کی کل آبادی کے بالکل قریب ہے۔ اور اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اوسطاً 1000 قیدی ہر ماہ ضلعی عدلیہ کے معائنوں اور دورہ جات کی وجہ سے رہا ہوئے ہیں۔

سال 1993 سے 2003 تک پنجاب کے قید خانوں کی آبادی ایک عام آدمی اسی رجحان کو ملک میں جرم کے بڑھنے پر ہی موقوف کرے گا۔ پھر بھی، یہ ایک حقیقت ہے کہ دہشت گردی ریموٹ کنٹرول بم دھماکوں، ٹارگٹ کلنگ اور خودکش بمباری جیسے جرائم جس کے نتیجے میں پاکستانی شہریوں کی بڑے پیمانے پر ہلاکتیں ہوئیں کی وجہ سے جرم کی نوعیت میں کافی تبدیلی آچکی ہے جس کی وجہ سے جرم کی شرح بھی یقیناً بڑھی ہے۔ تاہم معمولی نوعیت کے جرائم کے قیدیوں کی ایک کثیر تعداد کی رہائی کے باوجود جیل کی آبادی میں اضافہ کے اور بھی عوامل ہیں۔

یہ بدقسمتی ہے کہ ضلع کی پولیس اور سب ڈویژنل سطح کے افسران، بڑے آرام سے شہروں اور قصبوں کے معروف علاقوں سے منشیات کے عادیوں کو پکڑ کر انہیں دفعہ A-9 اور B-9 قانون انسداد منشیات 1997 کے تحت ان پر اے سو سے ایک ہزار گرام تک منشیات رکھنے کے جرائم میں ملوث کرتے ہیں۔ اور اس طرح لاتعداد ایف آئی آر درج کر کے بظاہر خوش کن مگر نام نہاد اعداد و شمار اپنے حکام بالا کو صرف اپنی کارکردگی دکھا کر کم وقت میں زیادہ ملزمان پکڑتے ہیں اور ان کے منظورِ نظر بن جاتے ہیں۔ جب کہ منشیات میں ملوث بڑی مچھلیوں پر شاذ و نادر ہی ہاتھ ڈالا جاتا ہے بلکہ بڑی مچھلیاں عموماً ایس ایچ او لیول کے اہلکاران کے ہتھے نہیں چڑھتیں۔ چھوٹے منشیات کے ان مجرمان کی گرفتاری کیلئے پولیس اہلکاران قبرستانوں، تاریخی عمارتوں اور دوسری معروف جگہوں پر چھاپے مارتے ہیں، جہاں منشیات کے عادی اس قسم کی سرگرمیوں میں مصروف ہوتے ہیں۔ ہر دن بڑی تعداد میں نشے کے عادی افراد کو گرفتار کیا جاتا ہے اور انہیں علاقہ مجسٹریٹ کے احکام کے تحت مقامی قید خانوں، حوالات وغیرہ میں رکھا جاتا ہے اور پہلے سے غیر ضروری بوجھ تلے دبی جیلوں پر مزید بوجھ ڈال دیا جاتا ہے۔ قیدیوں کی حالتِ زار کو دیکھتے ہوئے ہی ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج صاحبان کو ان کی رہائی کے احکامات جاری کرنے کے اختیارات دیئے گئے ہیں۔

غریب نشہ کرنے والے، منشیات کے عادی افراد کو اصل میں شیلٹر ہومز اور مخصوص علاج گاہیں درکار ہیں کیونکہ ان کا آزاد معاشرہ میں کوئی پرسانِ حال بھی نہیں ہوتا جسکے نتیجے میں وہ پھر اپنے منشیات کے اڈوں پر چلے جاتے ہیں اور اگلے ماہ پھر دوبارہ دھر لئے جاتے ہیں۔ لہٰذا اصل طبقہ تو اعلیٰ سیاسی حکام یا افسر

شاہی کے ساتھ روابط کی وجہ سے قانون کے شکنجے میں آتا ہی نہیں۔ یہ عمل اتنا عام ہوگیا ہے کہ اب قیدیوں نے بھی اسے ماہانہ ڈالرر ہائی کا نام دے رکھا ہے کہ جرائم کی روک تھام پر مامور پولیس ڈالر بھر کر ایسے ملزموں کو جیل بھیجنے کا سبب بنتی ہےاور پھر یہی ڈالر دو قسطوں میں ضلعی عدلیہ رہا کر دیتی ہے۔

جیل کی مستقل قسم کی آبادی خطرناک جرائم میں قید ملزموں مثلاً قتل، اقدام قتل، خودکشی، کند اور تیز ہتھیاروں سے زخمی کرنے والے، اغوا کاربرائے تاوان، چوری، رہزنی، ڈکیتی، منشیات فروشی اور دوسرے متفرق جرائم پر مشتمل ہے یکم اکتوبر 2013 تک کے آئی جی جیل خانہ جات کی طرف سے جاری کردہ جرائم کے اعداد وشمار سے عیاں ہے کہ 32 جیلوں کی مجموعی 50320 آبادی میں سے 20129 قتل میں، 2332 اقدام قتل اور خودکشی، 2455 ایذا رسانی، 1495 اغواء برائے تاوان، 2762 چوری، 5554 رہزنی اور ڈکیتی، 3174 منشیات فروشی اور 2691 دیگر متفرق جرائم میں ملوث افراد ہیں۔ ضلعی عدالتوں کو عدالتِ عظمی اور عدالتِ عالیہ کی طرف سے جاری کردہ ہدایات کا بنیادی مقصد بھی جیلوں کی اصلاح اور مجموعی بہتری ہے اور اس میں تمام مقدمات قطع نظر معمولی جرائم ہوں یا خطرناک جلد فیصلے کرنے بھی شامل ہیں۔ تاہم اس بات کا مشاہدہ کیا گیا کہ فاضل جج صاحبان جیل کے دوروں کے وقت زیادہ تر ساعت کرتے ہیں یا پھر قیدیوں سے جیل عملہ کے خلاف شکایات، کھانے پینے کے معاملات، حفظانِ صحت یا دوسری سہولیات سے متعلق سوال و جواب کرتے ہیں۔

بسا اوقات جج صاحبان کا بظاہر مثبت پہلو جیل حکام کی قیدیوں میں سے شر پسند عناصر پر گرفت کمزور کر دیتا ہے جس سے وقت کے ساتھ امن وامان کا مسئلہ بھی پیدا ہوسکتا ہےاس کا یہ مطلب نہیں کہ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج صاحبان کو قید خانوں میں معمولی نوعیت کے جرائم میں ملوث قیدیوں کو رہا کرنا یا جیل حکام کی بد انتظامی، بدعنوانی، قیدیوں کے ساتھ بدسلوکی وغیرہ کی شکایات سننی چھوڑ دینی چاہئیں بلکہ عاجزانہ رائے کا مقصد ضلعی عدلیہ کوصرف یہ باور کرانا ہے کہ انہیں اپنی توجہ جھوٹی شکایات سُن کر وقت ضائع کرنے اور اپنی توانائی عادی مجرمان کی طرف سے درخواستوں کی بھرمار کی بجائے دیگر اہم مسائل کی طرف مبذول کرنی چاہیے۔

اگر کوئی جائز شکایت بھی کسی قیدی کو جیل اہلکاران کے خلاف ہوتو دورہ کرنے والے جج صاحبان کو قیدیوں کی موجودگی میں اس اہلکار کے متعلق میں منفی ریمارکس دینے سے اجتناب کرنا چاہئیے۔ تا کہ قید خانوں کی انتظامیہ جو نظم وضبط قائم کرنے کی ذمہ دار ہے، تا کہ قیدیوں کے سامنے سبکی نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ بڑی بڑی دیواروں کے عقب میں یہ قید خانے کوئی اسرار نہیں ہیں بلکہ پہلے ہی جیل انتظامیہ اور حکام کے

طریقہ کار پر عوام الناس اور آزاد ذرائع ابلاغ کی جانب سے تنقید کی جاتی ہے۔ ضلعی عدلیہ کے پندرہ روزہ دوروں کے علاوہ ڈی آئی جی اور آئی جی جیل خانہ جات کے پہلے سے طے شدہ اور اچانک دوروں اور روزانہ ہزاروں زیرِ سماعت قیدیوں کی عدالتوں میں پیشی کی وجہ سے جیل انتظامیہ پہلے ہی شدید تنقید اور کڑے احتساب کی زد میں ہے۔ ایک سینئر سپرنٹنڈنٹ کی حیثیت سے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں متعلقہ حکام سے گزارش کروں گا کہ وہ ضلعی عدلیہ کو اپنے علاقوں میں آئے دن بے بنیاد شکایات کی وجہ سے جیل انتظامیہ کو اپنی عدالتوں میں ملزموں کی طرح طلب کرنے کے بجائے جرم کے سدِ باب کیلئے ان پر اعتماد کا اظہار کریں۔

ہم سب کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ موجودہ دور میں، جیلوں کا نگران عملہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور مقابلہ کا امتحان پاس کرتے ہیں تعینات کیا جاتا ہے جب کہ قیدیوں کی زیادہ تر تعداد کسی نہ کسی جرم چاہے سچا ہو یا جھوٹا یا کسی مجرمانہ سرگرمی کے نتیجے میں جیل بھیجی جاتی ہے۔ اس لئے قیدیوں کی شکایات سنتے وقت ضلعی عدلیہ کو جیل حکام سے رپورٹس لے کر زیادہ تر شکایات کا فیصلہ اپنی رپورٹوں پر کرنا چاہیے۔

ویسے تو ہفتہ کے ہر دن ہی جیل کے افسران یا اہلکاران کو مقررہ معیاد میں اور کثیر تعداد میں کئی ایک انتظامی رپورٹیں عدلیہ کے حکام کو مطمئن کرنے کیلئے دینی ہوتی ہیں اور جیل کی ملازمت میں اتوار یا پیر میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ ایک پرانے محاورہ کے مطابق برطانوی دور میں جیل، میل (ڈاک) اور ریل کے شعبوں میں چھٹی کا کوئی تصور نہیں ہوتا تھا اور تا حال جیل ہی وہ واحد شعبہ ہے جہاں ہفتہ کے عام دن ہی ایامِ کار میں شمار ہوتے ہیں اور چھٹی کا تصور نا پید ہے۔ اتنے زیادہ کام کی حالت میں اور جیل ملازمین پر احتساب کی وجہ سے، فاضل ضلعی عدلیہ کو ہمیشہ جیل ملازمین کی تنقید کے بجائے اُن کی مدد کیلئے ہاتھ بڑھانا چاہیے۔

جیل کی آبادی کا ایک ناگزیر جز سزائے موت کے قیدی ہیں۔ اس شعبہ کے سرکاری اعداد و شمار کے مطابق سزائے موت میں 6041 مرد، 35 عورتیں پنجاب کی جیلوں میں بند ہیں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر کی سطح تک 64 مردوں اور ایک خاتون قیدی کی رحم کی درخواستیں مسترد ہو چکی ہیں۔ عدالتِ عالیہ لاہور میں 4613 سزائے موت کے قیدیوں کی اپیلیں بر خلاف سزا زیرِ تجویز ہیں۔ اسی طرح سات قیدیوں کی اپیلیں وفاقی شرعی عدالت میں زیرِ تجویز ہیں۔ جب کہ 14 ملٹری عدالتوں، اور 922 عدالتِ عظمیٰ میں پڑی ہیں۔ نرم ترین الفاظ میں بھی کہا جائے تو حکومتی حکام یا تو انتہا پسندوں کی دھمکیوں کے زیرِ اثر یا یورپی یونین کے دباؤ کے باعث سزائے موت پر عمل درآمد کے نہ صرف معزز عدلیہ کے احکامات بلکہ اسلام کے

قانون (قصاص) کو نافذ کرنے میں بری طرح نا کام ہو چکے ہیں۔ عدالتِ عدلیہ سندھ کے سابق اور موجودہ چیف جسٹس صاحبان نے واضح طور پر کہا ہے کہ امن و امان کی صورتحال اُس وقت تک بہتر نہیں ہو سکتی جب تک سزائے موت کے منتظر قیدیوں کی سزاؤں پر عمل درآمد نہیں ہوتا اور جب تک یہ سزائیں نافذ نہیں ہوتیں عدالتوں کا دن رات کام کرنا اور سزائیں دینا بے سود ہوگا۔

قرآن کریم کی سورۃ بقرہ میں باب نمبر 2 آیت نمبر 178 اور 179 میں مومنوں کیلئے قتل کے معاملہ میں بدلہ (قصاص) کی بابت بیان کیا گیا ہے یعنی کہ آزاد مرد کے بدلہ آزاد مرد، غلام کے بدلہ غلام اور عورت ہے تو بدلہ میں عورت ہی قتل کی جائے گی۔ اسی طرح مومنین میں اہلِ عقل کو مخاطب کر کے قرآنِ کریم نے قصاص کے قانون کے ذریعہ دراصل معاشرے میں جان اور مال کے تحفظ پر زور دیا ہے۔ ایسے ہی احکامات تورات اور انجیل میں بھی دیئے گئے ہیں۔

قرآنِ کریم کی ایک دوسری سورت یعنی سورتِ معائدہ کے باب نمبر 6 میں اللہ تعالیٰ نے جان کے بدلہ جان، آنکھ کے بدلہ آنکھ، ناک کے بدلہ ناک، کان کے بدلہ کان، دانت کے بدلہ دانت اور زخم کے بدلہ زخم کے احکامات ہیں۔ ان آیات میں بیان کیا گیا ہے اور ان آیات پر عمل کرنے والوں کو ہدایت کی گئی کہ ان آیات سے خود فیصلہ کریں اور جنہوں نے حکم عدولی کی وہ کافر اور غاصب قرار پائے۔

اب حکومت کی عدلیہ کے احکام اور قانونِ قصاص کے نفاذ میں ناکامی کے بعد قیدیوں کے لواحقین، خاندان والوں اور ورثاء کی نظریں عدالت عظمیٰ کی طرف لگی ہیں کہ صدر کی طرف سے سزائے موت پر عملدرآمد روکنے کے اختیار کو غیر قانونی اور غیر مجاز قرار دے کر مجرمان کو کیفرِ کردار تک پہنچانے اور سزائے موت پر عمل کر کے انصاف کو فروغ دے اور فساد فی الارض پر نگاہ رکھے۔ اسی طرح متعلقہ اعلیٰ عدلیہ اور وفاقی شرعی عدالت بھی سزائے موت کے قیدیوں کی زیرِ تجویز اپیلوں کا جلد فیصلہ کر کے انصاف کا بول بالا کر سکتی ہیں۔

جیل خانہ جات کی نگرانی اور ضلعی عدلیہ کا کردار

ملک خالد اقبال اعوان، غیر سرکاری معائنہ کار، خوشاب

ملک خالد اقبال اعوان خوشاب کے غیر سرکار معائنہ کار ہیں، انہوں نے گروپ دوئم میں "جیل خانہ جات کی نگرانی میں ضلعی عدلیہ کا کردار" کے موضوع پر مقالہ پڑھا۔ انہوں نے اپنے مقالہ میں زور دیا کہ اگر بے گناہ افراد کو نا کردہ گناہوں کی سزا میں قانونی پیچیدگیوں کی بناء پر جیل بھیجے جانے کے رجحان میں کمی لائی جائے تو جیلوں کی آبادی اور قیدیوں پر اُٹھنے والے اخراجات میں نمایاں کمی آئے گی۔ انہوں نے اصلاح کے عمل میں غیر سرکاری معائنہ کاروں کے کردار پر روشنی ڈالی اور پولیس کے افسران سے اصلاح اسیران کیلئے تعاون کا تقاضا کیا۔ انہوں نے فوجداری قانون میں مناسب ترامیم کی ضرورت پر زور دیا تاکہ عدالت پر محض قانونی سقم کی وجہ سے بوجھ نہ پڑے۔ انہوں نے پانچویں جماعت کے نصاب میں شرعی اور پاکستانی قوانین کو شامل کرنے کی تجویز بھی دی۔ انہوں نے سزائے موت کے قیدیوں کی کوٹھریوں میں گنجائش سے زائد قیدی بند کرنے کی بھی شکایت کی۔ انہوں نے صوبائی سطح پر ایک علیحدہ جیل کی تعمیر کی بھی تجویز دی تاکہ سابق قیدیوں سزا یافتہ افسران اور عہدیداران کو الگ قید کیا جاسکے۔

جناب افتخار محمد چودھری صاحب چیف جسٹس، سپریم کورٹ آف پاکستان

جناب صاحب صدر و معزز حاضرین

اللہ کا شکر ہے کہ مجھے آپ سے سامنے خطاب کا موقع ملا۔ جناب والا! ایف آئی آر میں ایک اصل مجرم کے ہمراہ کچھ بے گناہ لوگوں کو جیل بھیج دیا جاتا ہے۔ یہ رواج پولیس ختم کرے تا کہ جیل میں حکومت کا خرچ کم سے کم ہو۔ جناب والا! قیدی جیل میں اپنی قید پوری کر لیتے ہیں مگر ان کی اصلاح نہیں ہو پاتی یہ نظام کی کمزوری ہے جس کا حل نکالا جائے۔

جناب والا! ہم غیر سرکاری معائنہ کار (NOV) عطیات دیتے ہیں یا اسیران کی ضمانت کرواتے ہیں اور پیرول پر رہا یا صلح کروا کر رہائی کرواتے ہیں اور اصل بات اسیران کی اصلاح ہے۔ جس کے بعد اسیران شرافت کی زندگی گزاریں اور آئندہ جرم نہ کریں۔ جناب والا! جرائم میں اضافہ کی وجہ پولیس کی بد دیانتی اور غفلت سے فرض کی انجام دہی بھی ہے اور جیل میں گنجائش سے زائد قیدی بند کئے جاتے ہیں۔ بطور غیر سرکاری معائنہ کار، جیل کے سماجی کارکن اور نمبر دار کی حیثیت سے یہ میرا تجربہ ہے کہ اصلاح معاشرہ ضروری ہے۔ جس سے فائدہ لازمی ہو گا اور جرائم میں نمایاں کمی آئے گی۔

جناب والا! جناب افتخار محمد چودھری صاحب، چیف جسٹس، سپریم کورٹ آف پاکستان کے دور میں

انصاف تو بہت ملا اور ماتحت عدالتیں بھی چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان کی نقش قدم پر چلنے لگی ہیں لیکن اسیران، جو بے گناہ حوالاتی ہیں، وہ بے گناہ سزا پاتے ہیں اور اُن کے متعلق حکومت کو توجہ دینی چاہیے۔

جناب والا! دفعہ 107/151 کی قانونی کارروائی کے تحت اور ملزم کو ایک رات تھانہ کی حوالات میں بند کیا جاتا ہے۔ جبکہ بعض اوقات مدعی یا ملزم کو ضمانتی کی فوراً دستیابی نہ ہونے کی وجہ سے جیل بھیج دیا جاتا ہے جو اذیت ناک مرحلہ ہے۔ قانون کی اہمیت کے پیش نظر اس قانون میں ترمیم کر کے جرم کو نا قابل دست اندازی پولیس بنایا جائے۔ تاکہ مدعی اطمینان اور جرآت سے حصول انصاف کیلئے تگ و دو کر سکے۔

جناب والا! پنجم جماعت سے نصابی کتب میں شریعت اور پاکستانی قانون کے اسباق شامل کئے جائیں تاکہ ہر شہری قانون سے واقف ہو سکے اور اپنا تحفظ خود کر سکے۔ جناب والا! جیل وارڈن کی رہائش کے مسائل حل ہوں تاکہ وہ سکون سے اسیران کی نگرانی کر سکے۔

جناب والا! سزائے موت کے قیدیوں کو چکی میں تنگ جگہ رکھا جاتا ہے۔ سزائے موت کے قیدیوں کیلئے چکی میں گنجائش سے کئی گنا زائد سزا یافتہ بند ہیں ہر ایک چکی میں 8 سے لیکر 9 تک قیدیوں کو بند کیا گیا ہے۔ جبکہ حقیقت میں ایک قیدی کیلئے ایک چکی ہونی چاہیے۔ ایک تجویز ہے کہ صوبائی سطح پر الگ جیل ہونی چاہیے جس میں سیاستدان اور اعلیٰ سطح کے افسران جرم کی صورت میں قید کئے جائیں کیونکہ ڈسٹرکٹ جیل یا سنٹرل جیل میں ایسے قید افراد کی کوتاہی پہ جیل احکام گرفت نہیں کرتے۔ صوبائی سطح پر جیل کی تعمیر سے بہتری آئے گی۔

جناب والا! اللہ تعالیٰ ہم سب کو انسانیت کی خدمت کرنے اور جرم سے بچنے کی توفیق دے۔

گروپ سوئم

جیل اصلاحات ۔ وقت کی اشد ضرورت

جناب جسٹس میاں ثاقب نثار، جج سپریم کورٹ آف پاکستان، گروپ سوئم کی صدارت کرتے ہوئے۔

گروپ سوئم کے شرکاء۔

جیل اصلاحات بوقت کی اشد ضرورت

جسٹس میاں ثاقب نثار، جج، سپریم کورٹ آف پاکستان

اس مقالہ میں ایچ آئی وی یعنی ایڈز کی بیماری کی ہولناکی کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ اس مہلک مرض کے بے لگام پھیلاؤ اور اس کی روک تھام کیلئے مناسب اقدامات اُٹھانے کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ ایک تخمینے کے مطابق اب تک تقریباً 60 ملین افراد اس موذی مرض سے متاثر ہوئے ہیں اور تقریباً 30 ملین افراد اس مرض میں مبتلا ہو کر عازم عدم سدھار چکے ہیں۔ تمام دُنیا میں یہ بیماری موت کا چھٹا بڑا سبب گنی جاتی ہے۔ اس مہلک مرض کی وجوہات کا جائزہ بھی لیا گیا اور اس مرض میں مبتلا مریضوں کا اہم مسئلہ انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں ہیں جو ان مریضوں کے ساتھ روا رکھی جاتی ہیں اور ان خلاف ورزیوں سے اقوام عالم بخوبی واقف ہیں اور بین الاقوامی تنظیمیں اس بیماری کے سماجی اثرات کو انسانی حقوق سے منسلک کر رہی ہیں۔ پاکستان میں اس بیماری سے آگاہی کا شدید فقدان کی بات کرتے ہوئے کہا کہ یہاں اس بیماری کے متعلق بات کرنا باعث شرم سمجھا جاتا ہے جبکہ اقوام عالم میں ایڈز سے متاثرہ مریض امتیازی سلوک کی چارہ جوئی بذریعہ عدالت کر سکتا ہے۔ پاکستانی جیلوں میں اس مرض کے پھیلاؤ اور اس کے مضمرات کا جائزہ لیتے ہوئے کہا کہ جیلوں میں نامناسب سہولیات،

منشیات کا غیر محفوظ استعمال، بے راہ روی اور غیر محفوظ جنسی تعلقات اس موذی مرض کے پھیلاؤ کی وجہ ہے۔ جیلوں میں مشاورتی عمل اور تعلیمی پروگراموں کے ذریعے جیل کے قیدیوں میں اس خوفناک بیماری کے متعلق آگاہی پیدا کرنے اور مریض قیدیوں کو علاج پر مائل کرنے، اور جیلوں میں صحت مند سرگرمیوں کے فروغ غذائی قلت کو دور کرنے اور معیاری طبی سہولیات کی فراہمی پر زور دیا۔ جیلوں میں ایڈز جیسے موذی مرض کے خاتمے کیلئے سفارش کی کہ قیدیوں کو آزاد افراد معاشرے کی طرح طبی سہولیات فراہم کی جائیں۔ ایڈز کے شکار مریضوں سے ہمدردانہ رویہ رکھا جائے اور غیر امتیازی سلوک نہ کیا جائے، قیدیوں اور جیل کے عملے میں بیماری سے متعلق آگاہی پیدا کرکے بیماری کے تدارک کیلئے درکار مالی اور افرادی معاونت کا انتظام کئے جائے اور جیلوں میں متعدی بیماریوں کے سدباب کیلئے اصلاح کے عمل کو تیز کرنے کی اہمیت کو اُجاگر کیا گیا ہے۔

معزز مہمانانِ گرامی

خواتین وحضرات

اسلام علیکم!

میں اپنے آپ کو وقت کی معروف شخصیات کے درمیان پاکر بہت خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ اس ورکشاپ کی بدولت مجھے بہت اہم موضوع **"جیل اصلاحات: وقت کی اشد ضرورت"** پر خیالات کے اظہار کا موقع ملا۔ سیشن کے اس موضوع کی طرف بڑھنے سے قبل میں آپ کی توجہ انتہائی مہلک اور تیزی سے پھیلنے والی بیماری ایچ آئی وی ایڈز کی طرف مبذول کراتا ہوں۔ اسیرانِ جیل کے مخصوص ماحول اور سہولیات کی عدم موجودگی کے نتیجے میں اس بیماری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ ایچ آئی وی ایڈز جیسے موذی مرض کی طرف خصوصی توجہ دی جائے کیونکہ بدقسمتی سے پاکستان اور خصوصاً جیلوں میں یہ بیماری تیزی سے پھیل رہی ہے۔ ایچ آئی وی کا وائرس انسانی خون میں پیدا ہوتا ہے۔ مناسب علاج نہ کرنے کی صورت میں یہ مرض ایڈز جیسے موذی مرض میں تبدیل ہو جاتا ہے اس سے کینسر کے موذی مرض کے جراثیم لگنے کا بھی خدشہ ہوتا ہے۔ تیس سال قبل یہ بیماری منظر عام پر آئی تو یہ انسانیت کے لیے سب سے مہلک بیماری ثابت ہوئی۔ اس وباء کے پھیلنے کے بعد اب تک تقریباً 60 ملین لوگ اس وائرس سے متاثر ہو چکے ہیں جبکہ 30 ملین افراد اس موذی مرض کی وجہ سے لقمہ اجل بن چکے ہیں۔ یہ بیماری دنیا میں موت کا چھٹا سبب سمجھی جاتی ہے لیکن تا حال اس کا کوئی مؤثر علاج دریافت نہیں ہوسکا۔ چنانچہ اس بیماری کے پھیلاؤ کی مؤثر روک تھام کے لیے اقدامات اٹھانے کی ضرورت ہے۔ یہ مرض خاص طور پر ترقی پذیر ممالک میں کثرت سے پایا جاتا ہے کیونکہ وہاں صحت سے متعلق سہولیات ناکافی ہوتی ہیں۔

ایچ آئی وی سرنجوں، جراحی آلات، غیر محفوظ جنسی ملاپ، خون کی منتقلی، تولیدگی اور بچوں کو دودھ پلانے سے منتقل ہوتی ہے۔ تیس سال گزرنے کے باوجود اس بیماری کے بارے میں بتانے سے لوگ گریز کرتے ہیں اور اسے باعث شرم سمجھتے ہیں اس کا نتیجہ امتیاز، غربت اور بعض اوقات خودکشی کی صورت میں نکلتا ہے۔ ایچ آئی وی بیماری کا شکار لوگ ایک تو بیماری کا بوجھ اُٹھاتے ہیں اور دوسری طرف اس بیماری کے نتیجے میں بہت سارے حقوق سے محروم کر دیے جاتے ہیں۔ اس بیماری کی طرف روا رکھا جانے والا امتیازی سلوک اس کے علاج میں رکاوٹ کا باعث بن سکتا ہے جس کی وجہ سے مریض کے روزگار، گھریلو اور باقی حقوق متاثر ہوتے ہیں۔ بلکہ اس بیماری کے جراثیم کی منتقلی کے امکانات بڑھ جاتے ہیں اور ایسے لوگ سماجی خدمات اور صحت کی دستیاب سہولیات سے بھی محروم رہتے ہیں۔

ایچ آئی وی کے مریضوں کو درپیش مسائل میں سے سب سے بڑا مسئلہ انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا ہے۔ خوش قسمتی سے وقت گزرنے کے ساتھ انسانی حقوق کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے اور بہت ساری بین الاقوامی اور قومی تنظیمیں لوگوں کو ان کے بنیادی حقوق اور ان کی خلاف ورزیوں کے بارے میں آگاہ کر رہی ہیں پوری دنیا میں بین الاقوامی کنونشنز منوثر قوانین کے ذریعے لوگوں کے حقوق کو منضبط کر رہی ہیں۔ ایچ آئی وی بیماری کے افراد اور معاشرہ پر اثرات کو پوری دنیا میں انسانی حقوق سے منسلک کیا جا رہا ہے۔ محدود انسانی حقوق کے پیش نظر اس بیماری کے اثرات بہت بڑھ جاتے ہیں۔ جب مختلف گروہوں کے سماجی، قانونی اور اقتصادی حالات ٹھیک نہ ہوں خاص طور پر خواتین اور بچے اور ایسے لوگ جو غربت میں زندگی گزار رہے ہوں۔ ایڈز اور غربت کے منفی اثرات ترقی پذیر ممالک پر زیادہ ہوتے ہیں لیکن جہاں پر افراد اور معاشرے اپنی تعلیم، آزادمیل جول، معلومات اور امتیازی حقوق کا خود تحفظ کرتے ہیں وہاں پر اس موذی مرض کے اثرات بہت کم ہوتے ہیں۔

خواتین و حضرات پاکستان کی ستر فیصد آبادی اس مہلک بیماری سے آگاہ نہیں ہے۔ بے شک دنیا کی مختلف تنظیمیں اور حکومتیں اس بیماری کے تدارک کے لیے قوانین، پالیسیاں، آگاہی مہم، معلومات تک رسائی، تعلیم اور قومی ورکشاپ اور پروگراموں کا بندوبست کرتیں ہیں۔ بہت سارے ملکوں میں اگر اس بیماری میں مبتلا فرد امتیازی سلوک اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی شکایت عدالت میں جمع کرائے تو عدالت اسے مکمل دادرسی دیتی ہے۔ عدلیہ کی سب سے اہم ذمہ داری قوانین کی تشریح اور انسانی حقوق کے تحفظ کی ہے۔ عدالتی فیصلوں میں مختلف ہدایات جاری کی گئیں ہیں اور اس بیماری کے تدارک کے لیے مختلف

ورکشاپس منعقد کی گئیں ۔

اس بیماری سے متاثرہ افراد کو خصوصی دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے اور منوثر دوائیوں کے ذریعے ختم کیا جا سکتا ہے لیکن ابھی تک اس بیماری کی کوئی منوثر ویکسین تیار نہیں کی گئی ۔ لہٰذا اس متعدی بیماری کو انتہائی نگہداشت کے ذریعہ کم کیا جا سکتا ہے ۔

پاکستان کے جیل خانہ جات

خواتین و حضرات افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پاکستانی جیلوں میں بھی اس بیماری کے اثرات پائے جاتے ہیں ۔ اگرچہ اس بیماری سے متاثرہ اسیران کی تعداد کم ہے لیکن ہماری جیلوں کی حالت دیکھتے ہوئے اس بیماری کے منتقل ہونے کے امکانات بہت زیادہ ہیں ۔ دنیا بھر کی جیلوں میں ایچ آئی وی ایڈز کی بیماری ایک چیلنج بن چکی ہے کیونکہ جیل خانہ جات اس بیماری کا گڑھ سمجھے جاتے ہیں ۔ اسیران جیل بار بار ایک ہی نشے کا ٹیکہ استعمال کرنے کی بدولت اس موذی مرض کا شکار ہو جاتے ہیں ۔ عصمت فروشی اور نشہ کی لت میں مبتلا قیدی خواتین بھی اس بیماری کا شکار ہو سکتی ہیں ۔ جیلوں میں عام معاشرہ کی نسبت اس بیماری کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں ۔ اسیرانِ جیل خانہ جات معاشرے کا ایک بڑا حصہ ہیں چنانچہ ایڈز اور نشے کی عادت سے تدارک کے لیے مربوط کارروائی کی ضرورت ہے ۔ جنوبی ایشیاء کے باقی ممالک کی طرح پاکستان بھی ایچ آئی وی ایڈز جیسی متعدی بیماری کا شکار ہو چکا ہے اور یہ تناسب 2005 میں 10.8% تھا اور 2011 میں 37.8% تک بڑھا ہے ۔

اسیرانِ جیل اس بیماری کا آسانی سے اس لیے شکار ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ سرنجوں کے ذریعے نشے کو جسم کے اندر منتقل کرنے کے ساتھ جنسی بے راہ روی میں مبتلا ہوتے ہیں حالانکہ ان افعال کی اسلام اور قوانین میں ممانعت ہے ۔ ایسے واقعات سزا کے خوف سے حکام بالا کے نوٹس میں نہیں لائے جاتے ۔ اقوام متحدہ ایڈز سال 2006 کی رپورٹ کے مطابق یہ بیماری نشے کی عادت، غیر محفوظ جنسی ملاپ اور جسم پر آلودہ آلات کے ذریعے نقش و نگار اور عصمت دری کے ذریعہ پھیلتی ہے ۔ جیل خانہ جات اژدحام، کم غذایت، صحت کی سہولیات کی عدم دستیابی، ہوا اور خون کے ذریعے منتقل ہونے والے جراثیموں کی وجہ سے ایڈز جیسے موذی مرض کا شکار ہو جاتے ہیں ۔ پاکستان کی جیلوں سے متعلق ہونے والے مطالعاتی جائزوں سے یہ ظاہر ہوا ہے کہ جیل خانہ جات میں تعلیم اور تدارک کے اقدامات کی بہت کمی ہے ۔ ان جائزوں سے اس بیماری کے پھیلاو کے تدارک میں مدد ملے گی اس کے علاوہ اس کی بنیاد پر جیلوں کی صورت حال اور اسیران کو ملنے

والی سہولیات کومزید بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ پاکستان میں 19 ویں صدی والا پرانا جیل خانہ جات کا نظام رائج ہے۔ اس کے علاوہ جیل خانہ جات کے قوانین اور پالیسیوں میں بھی کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔

جیل خانہ جات سزاؤں کے عمل درآمد کے لیے وجود میں لائے گئے ہیں لیکن یہاں پر اکثر وبیشتر ایڈز میں مبتلا مریض قیدیوں کو مناسب صحت کی سہولیات میسر نہیں ہوتیں۔ اس بیماری کا علاج مہنگا ہوتا ہے اور یہاں پر اس بات کا ادراک کرنا بہت ضروری ہے کہ جیل خانہ جات ایچ آئی وی ایڈز کی بیماری کی منتقلی کا گڑھ ہیں۔ مشاورتی عمل اور تعلیمی پروگراموں کے ذریعے اسیرانِ جیل کو تشخیص اور علاج پر مائل کرنا تاکہ دورانِ قید اور رہائی کے بعد اس بیماری سے چھٹکارا پایا جاسکے۔ تمام اسیران جیل کو داخلے کے وقت ایچ آئی وی ایڈز اور باقی بیماریوں کے بارے میں ان کی زبان میں تعلیم کے ذریعے آگاہ کرنے کی ضرورت ہے۔ نشہ کے عادی اسیران کو ان کی شناخت کو خفیہ رکھتے ہوئے نشہ کے بحالی مراکز میں داخل کرایا جائے۔ اسیرانِ جیل کو دوبارہ سے معاشرہ کا فعال رکن بنانا جیل حکام کی اہم ذمہ داری ہے۔ جیل خانہ جات میں ایچ آئی وی کے ماہر طبیبوں اور طبی یونیورسٹیوں کو کلینک اور علاج کی غرض سے استعمال کرنے کی ضرورت کو محسوس کیا جارہا ہے لہٰذا یہ سفارش کی جاتی ہے کہ اسیران کو مشاورتی عمل اور ایچ آئی وی کے معائنہ جات تک رسائی آسان کی جائے۔ جیل حکام کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ نہ صرف ایسے مریضوں کا علاج جیل میں ممکن بنائیں بلکہ رہائی کے بعد بھی اس عمل کو جاری رکھا جائے۔ چھوٹے بچوں کے لیے غیر نصابی سرگرمیوں بشمول کھیلوں اور بحالی کے اقدامات کو فروغ دینے کی ضرورت ہے یہ اقدامات اس متعدی بیماری کے تدارک میں مدد دیں گے۔

آخر میں مندرجہ ذیل سفارشات پیش کرتا ہوں:

- ☆ اسیرانِ جیل کا علاج ومعالجہ معاشرہ کے باقی افراد کی طرح ممکن بنایا جائے۔
- ☆ ایڈز کے شکار اسیران کے ساتھ رعائتی رویہ برتتے ہوئے بیماری کو دور کرنا۔
- ☆ ایچ آئی وی ایڈز کے پھیلاؤ کی صورت میں غیر امتیازی اقدامات کا نفاذ۔
- ☆ اسیران کے ساتھ ساتھ جیل عملہ کو بھی ایچ آئی وی ایڈز کے بارے میں آگاہی کو ممکن بنایا جائے۔
- ☆ ایچ آئی وی ایڈز کے سدِ باب کیلئے درکار اضافی مالی اور انسانی وسائل کو ممکن بنانا۔

آخر میں اس بات پر زور دوں گا کہ جیلوں میں اصلاحات کی بہت اشد ضرورت ہے جیلوں کی اصلاح کے ذریعہ نہ صرف متعدی بیماریوں پر قابو پایا جا سکتا ہے بلکہ ان کی رہائی کی صورت میں عدالتی عمل کو بھی زیادہ مئوثر بنایا جا سکتا ہے۔ پاکستان میں مطالعاتی جائزوں سے پتہ چلتا ہے کہ اسی فیصد اسیران حوالاتی

ہیں ۔ایک قیدی کی صحیح رہنمائی کی بدولت عدلیہ صحیح فیصلہ پر پہنچتی ہے۔ میں اپنے مقالے کا اختتام نیلسن منڈیلا کے ان الفاظ کے ساتھ کرتا ہوں:

''کوئی بھی اس وقت تک کسی قوم کے بارے میں نہیں جان سکتا جب تک کہ وہ جیلوں کے اندرونی حالات سے واقف نہ ہو اس کے علاوہ کوئی بھی شخص اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکتا کہ کوئی قوم اپنے اعلی اور پست طبقہ کے شہریوں کے ساتھ کس طرح کا سلوک روا رکھتی ہے''

جیل اصلاحات: وقت کی اشد ضرورت

جسٹس اقبال حمید الرحمٰن، جج، سپریم کورٹ آف پاکستان

جیلوں میں موجود افراتفری دراصل ہمارے نظام جیل خانہ جات میں بروقت اصلاحات متعارف کروانے میں ناکامی کا شاخسانہ ہے۔ جیل خانہ جات، قیدیوں اور ان قوانین میں وقتاً فوقتاً ہونے والی ترامیم کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ مقالہ 1960 سے اب تک قائم کیے گئے چند اصلاحاتی کمیشنوں اور کمیٹیوں کا بھی احاطہ کرتا ہے جن کے قیام کے باوجود آج تک کوئی تعمیر خیز اور بارآور اصلاحات نافذ نہیں کی جا سکیں۔ جیلوں کے بہ ہجوم ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے صوبوں کے حساب سے ان کی آبادی اور مقرر کردہ گنجائش کے مطابق اعداد و شمار کا گوشوارہ پیش کیا۔ جیل اصلاحات کے نفاذ سے قبل جیلوں کی گنجائش بڑھانے کی اور نئی جیلیں تعمیر کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ پاکستان کی جیلوں میں گنجائش کی کمی کے علاوہ عملے کی قلت اور قلیل عملہ میں پیشہ ورانہ تربیت کے فقدان کو موضوع بحث بنا کر اور تربیتی مراکز کے قیام پر زور دیا گیا ہے۔ جیلوں میں صحت کی سہولیات کے فقدان کی وجہ

> سے موذی بیماریوں کے پھیلاؤ کو روکنے کیلئے ہنگامی اقدامات اُٹھانے کی ضرورت کا اعادہ کیا گیا اور بدعنوانی اور جیل کی حدود میں ہونے والے جرائم پر قابو پانے کی تجویز دی۔ خطرناک مجرمان کو زیرِ سماعت ملزمان کے ساتھ رکھنے کے مسئلہ کی جانب حاضرین کو متوجہ کیا گیا۔ جدید جیل خانہ جات کو کردار سازی اور اصلاح کی درسگاہ بنانے اور جیلوں میں قیدیوں کو تعلیمی، طبی اور نفسیاتی ماہرین کی خدمات فراہم کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا۔ پیرول اور پروبیشن قوانین پر انحصار کرتے ہوئے چھوٹے مقدمات میں ملوث مجرمان کو رہائی دے کر جیلوں سے آبادی کا بوجھ کم کرنے کی تجویز پیش کی گئی ہے۔

جس موضوع کیلئے موضوعاتی گروپ تشکیل دیا گیا وہ "جیلوں کی اصلاح ایک اشد ضرورت" ہے۔ یہ بلاشبہ درست وقت ہے کہ جیلوں کی اصلاح کیلئے اقدامات کئے جا رہے ہیں یہ میں اس وجہ سے کہہ رہا ہوں کہ حالیہ دور میں وقت پر جیل اصلاحات متعارف نہ کروانے کی وجہ سے ہم نے افراتفری کا مشاہدہ کیا اور کچھ واقعات میں ملک کی جیلوں میں قیدیوں کی جانب سے بغاوت کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ یہ واقعات میری ناقص رائے میں اس وجہ سے رونما ہوئے کہ ہم وقت پر جیل اصلاحات متعارف کروانے میں ناکام رہے ہیں۔

ہم نے برطانوی سامراجی نوآبادیاتی دور سے نظامِ جیل خانہ جات حاصل کیا ہے جو کہ دراصل ان مقامی پسے ہوئے لوگوں کو مقید رکھنے کیلئے بنائے گئے تھے جو برطانوی راج کے خلاف آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے یہ نظام برصغیر میں مجرمان کو سزا دینے کے کام آنے لگا۔ پس اس طرح ہم نے موجودہ نظامِ قید جسے آزادی سے قبل متعارف کروایا گیا تھا خود بخود اختیار کر لیا نظام کے ساتھ ہم نے وہ قواعد وضوابط بھی من و عن اپنا لیے جو ہمارے برطانوی آقا ہمارے لئے چھوڑ کر گئے تھے اور اسی طرح انہوں نے اپنے قواعد وضوابط نافذ کئے۔

پہلی دفعہ تو <u>1818ء</u> میں قواعد III مجریہ 1816 ریاست کے قیدیوں کو قید رکھنے کیلئے متعارف کروائے گئے جس کے تحت گورنر جنرل کو اختیارات تھے کہ وہ یہ فیصلہ کرے کہ کسی شخص کو عدالتی کارروائی کے بغیر حراست میں رکھا جا سکتا ہے کہ نہیں۔ پھر قید خانہ جات مجریہ 1894 رائج کیا گیا جسے پاکستان نے بھی کچھ ترامیم کے ساتھ اپنا لیا۔ بعد ازاں قانون برائے اصلاحی سکول مجریہ 1897 رائج کیا گیا اس قانون کو ریاست پاکستان نے اختیار کیا۔ پھر 1900ء میں قانونِ قید خانہ جات 1900 رائج کیا گیا اس قانون کو بھی برصغیر پاک و ہند کی تقسیم کے بعد پاکستان نے اپنا لیا۔ 1926ء میں طرزِ عمل پر قیدیوں کی آزمائشی رہائی کا قانون مجریہ 1926 بھی متعارف کروایا گیا جسے بعد میں پاکستان نے اختیار کیا۔ پھر دوبارہ <u>1922ء</u> میں

اچھے طرزِ عمل پر قیدیوں کی آزمائش پر رہائی کے قواعد مجریہ 1922 وضع کیے گئے جنہیں پاکستان نے پیرول نظام کے طور پر اپنایا۔

سال 1926 میں پنجاب کا کمسن مجرمان کا قانون پہلی دفعہ متعارف کروایا گیا جس کا مقصد پنجاب میں کمسن مجرمان کے اداروں کے قیام اور ان کے قواعد وضع کرنا تھا تا کہ وہاں نابالغ مجرمان کو قید رکھا جا سکے اور ان کی تربیت کی جا سکے۔ 1932 میں قانون برائے قید خانہ جات مجریہ 1894 کی دفعہ 59 کے تحت جیل مینول وضع کیا گیا۔

اس کے بعد ہم نے پروبیشن آف آفنڈر آرڈیننس 1960 نافذ کیا پہلے مارشل لاء کے دوران جب کچھ مقدمات میں کسی شخص کو سزا دیتے ہوئے پروبیشن کے احکامات جاری کر کے اختیارات دیئے گئے تو یہ بھی قرار دیا گیا کہ ایک حکم اسے کچھ عرصہ تک کیلئے کسی پروبیشن آفیسر کے زیر نگرانی رکھا جائے گا اور اس دوران مغربی پاکستان پروبیشن آف آفنڈرز قواعد مجریہ 1961 وضع کیے گئے۔ سال 1978 میں پاکستان کے جیل خانہ جات کے قواعد مجریہ 1978 قیدیوں کے حقوق اور مراعات کے اعتراف میں وضع کیے گئے جن کے تحت قیدیوں کی سزا میں کمی کے قواعد ترتیب دیئے گئے۔

ایسے بہت سے بنیادی قوانین، قواعد وضوابط موجود ہیں جو قیدیوں سے متعلق قوانین کو منضبط کرتے ہیں۔ حکومت بطور خاص صوبائی حکومتیں قیدیوں اور جیل خانہ جات سے متعلق قوانین میں بہتری لانے کیلئے کوئی بھی قابلِ ذکر اقدامات اٹھانے میں ناکام ہی رہی ہیں حالانکہ 1960 سے لے کر اب تک کچھ اصلاحاتی کیمٹیاں اور کمیشن بھی تشکیل دیئے گئے (کرنل سلامت اللہ کمیٹی) تا کہ موجودہ جیل خانہ جاتی نظام میں خاطر خواہ اصلاحات کی جا سکیں۔ تاہم تا حال اس نظام میں کوئی بھی نتیجہ خیز بارآور اصلاحات نافذ نہیں کی جا سکیں۔ ان اصلاحات اور اصلاحاتی کمیٹیوں کی فہرست ذیل میں دی گئی ہے۔

درج ذیل کمیٹیوں اور کمیشنوں کے اجلاس پچھلے پچاس برس میں کیے گئے۔

پہلی جیل خانہ جاتی اصلاحاتی کمیٹی کرنل سلامت اللہ سابقہ آئی جی پولیس اتر پردیش کی صدارت میں بھارت میں 1950/1955 میں تشکیل دی گئی۔ مشرقی پاکستان جیل اصلاحاتی کمیشن ایس۔ رحمت اللہ، سی۔ ایس۔ پی۔ کی صدارت میں 1956 میں منعقد ہوا۔ مغربی پاکستان جیل اصلاحاتی کمیٹی جس کی سربراہی 70-1968 میں جناب جسٹس ایس۔ اے۔ محمود (ایس۔ پی۔ کے) ریٹائرڈ جج ہائیکورٹ مغربی پاکستان نے کی۔ جیل اصلاحات کانفرنس جیل ڈویژن کے زیر اہتمام حکومتِ پاکستان نے 1972 میں

منعقد کی۔

خاص کمیٹی برائے جیل انتظامات جناب محمد حیات اللہ خان سُمبل ہوم سیکرٹری کی سربراہی میں تشکیل دی گئی جسے گورنر پنجاب نے 93-1981 مقرر کیا تھا۔

جیل اصلاحاتی کمیشن جس کی سربراہی جناب محمود علی جو ریاست کے وزیر بھی تھے نے 1985 میں کی۔

جیل اصلاحاتی کمیٹی جس کی سربراہی ایم رفیق تارڑ، اور جناب جسٹس سجاد علی شاہ چیف جسٹس پاکستان نے بطور سربراہ پاکستان لاء کمیشن 1997 میں کی۔ ٹاسک فورس برائے جیل اصلاحات جو جناب جسٹس عبدالقادر شیخ کی سرپرستی میں 2000ء میں تشکیل دیا گیا۔ اجلاس جو قومی سطح پر وزارتِ داخلہ کی جانب سے 2005 میں سابقہ وزیر داخلہ جناب آفتاب احمد خان شیر پاؤ کی صدارت میں منعقد کئے گئے۔

جیلوں کے حالات:

ہمیں یہ قبول کر لینا چاہیے کہ پاکستان میں جیلوں کے حالات ناگفتہ بہ اور انتہائی دگرگوں ہیں اور یہ حالات فوری توجہ کے متقاضی ہیں تاکہ قیدیوں کی شکایات کا ازالہ کیا جا سکے۔ پہلے مرحلہ پر تو پاکستان میں جیلوں کے انتہائی فقدان کو ختم کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ فی الوقت جیلوں میں ان کی گنجائش سے کہیں زیادہ قیدیوں کو رکھا گیا ہے اور وہ انتہائی حد تک پر ہجوم ہو چکی ہیں جس کی وجہ سے انہیں صحیح سہولیات بہم پہنچانے میں دقت کا سامنا ہے۔

صوبوں کے حساب سے ان کی آبادی اور مقرر کردہ گنجائش:

سیریل نمبر	صوبہ کا نام	جیلوں کی تعداد	مقرر کردہ گنجائش	جیل کی آبادی
1	پنجاب	32	21527	52318
2	سندھ	22	10285	14422
3	خیبر پختونخواہ	23	7982	7549
4	بلوچستان	11	2173	2946
5	آزاد کشمیر	06	530	663
6	گلگت بلتستان	05	173	430
	ٹوٹل:۔	99	42670	78328

(ذریعہ معلومات: قومی اکیڈمی برائے جیل انتظامیہ)

اس سے پہلے کہ جیل اصلاحات متعارف کرانے کیلئے تجاویز دی جائیں یہ انتہائی ضروری ہے کہ موجودہ جیلوں کی گنجائش میں اضافہ کیا جائے اور نئی جیلیں تعمیر کی جائیں تاکہ قیدیوں کو رہائش سہولیات مہیا کرتے ہوئے کلی طور پر انہیں رہنے کیلئے بہتر ماحول دیا جا سکے۔ اس حقیقت کا ادراک قانون و انصاف کمیشن نے 1997 میں ہی کر لیا تھا اور یہ سفارشات پیش کیں تھیں کہ نئی جیلیں تعمیر کی جائیں۔ پاکستان میں نہ صرف جیلوں کی قلت ہے بلکہ جیلوں میں عملے کی بھی اشد کمی ہے اس کے علاوہ وہ غیر تربیت یافتہ بھی ہیں۔ پورے ملک میں جیل کے عملہ کی تربیت کیلئے صرف ایک تربیت گاہ ہے جو قومی ادارہ برائے جیل انتظامیہ (NAPA) کے نام سے لاہور میں واقع ہے۔ زید برآں جیل کے عملہ میں عمومی طور پر ان صلاحیتوں اور وسائل کا بھی فقدان ہوتا ہے جن کی بناء پر وہ جیلوں کی آبادی کو سنبھال سکیں۔ یہاں میں تجویز کروں گا کہ مزید تربیتی ادارے قائم کئے جانے چاہئیں۔

ثمیں صحت سے متعلقہ سہولیات کو بہتر بنانے پر زور دوں گا جو معقول فنڈنگ اور مردانہ و زنانہ طبی عملہ کی تعداد میں تسلی بخش اضافہ کر کے بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ ایک حالیہ تجزیہ سے ایچ آئی وی/ایڈز اور دیگر بیماریوں میں اضافہ درست تشخیص نہ ہونے کی وجہ سے سامنے آیا ہے اور قیدیوں کو وبائی چھوت کی بیماریوں سے بچاؤ کیلئے ویکسینیشن بھی مہیا نہیں ہوتی لہذا ان کے تدارک کیلئے سخت حفاظتی اقدامات نافذ کرنے کی ضرورت ہے۔

چہارم یہ کہ بدعنوانی کے خاتمہ کیلئے درست طور پر تربیت یافتہ اور منظم عملہ کی بھی شدید کمی ہے۔ جیلوں کے احاطوں میں جرائم میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے جن میں قیدیوں پر جنسی تشدد کے جرائم، منشیات کا استعمال، تشدد اور دیگر مجرمانہ سرگرمیوں میں جیل کے عملے اور عہدیداروں کی ملی بھگت کی وجہ سے اضافہ ہوا ہے۔ یہ عام رجحان ہے کہ جو بھی جیل حکام کی مٹھی گرم کرے گا بہتر سہولیات کا حقدار ہو گا اس رجحان سے آہنی ہاتھوں سے نمٹنے کی ضرورت ہے۔ موبائل فون اور ہتھیاروں وغیرہ کی نقل و حمل عملے کی ملی بھگت کے ساتھ اس نظام کو شدید نقصان پہنچا رہی ہے۔

جیلوں کی قلت کی وجہ سے خطرناک مجرمان بشمول شدت پسندوں کو زیر سماعت مقدموں کے قیدیوں، نابالغان، پہلی دفعہ جرم کرنے والوں اور کمسن مجرمان کے ساتھ رکھا جاتا ہے جو نہ صرف کمسن مجرمان، پہلی دفعہ جرم سرزد کرنے والوں اور دیگران کے ذہنوں کو پراگندہ کرتے ہیں بلکہ یہ ان کو ہراساں کرنے کا

موجب بھی بنتا ہے یہ مسئلہ مجاز حکام کی فوری توجہ کا طلب گار ہے۔

مزید برآں جدید دور میں جیل اور قید خانے صرف سزا یافتہ مجرمان کو حراست میں رکھنے کی جگہ نہیں سمجھے جاتے بلکہ جدید نظریہ کے مطابق جیلیں اصلاح اور کردار سازی کی جگہ ہوتے ہیں جہاں قیدیوں کو اچھا اور مفید شہری بنایا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ پہلو کتابوں میں بیان کیا گیا ہے لیکن عملاً ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ اسے منوثر انداز میں نافذ نہیں کیا گیا کیونکہ جیلوں میں تعلیمی ماہرین، نفسیاتی ماہر اور دلچسپی رکھنے والی غیر سرکاری تنظیمیں (NGOs) موجود نہیں ہوتیں جو قیدیوں کی تعلیمی استعداد میں اضافہ کریں یہاں تک کہ کچھ جیلوں میں پیشہ ورانہ تربیت کی سہولتیں بھی موجود نہیں ہیں۔

یہ سامنے آیا ہے کہ ان سہولیات کو مہیا کرنے کی بجائے قیدیوں کو جیل حکام کے ذاتی کاموں کی سرانجام دہی پر مامور کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں مَیں یہ سفارش کرونگا کہ جیلوں کی سخت نگرانی نہ صرف عدلیہ کی جانب سے ضروری ہے بلکہ عوامی نمائندگان کو بھی جیلوں کی روزانہ کی کارگزاری اور انتظامی سرگرمیوں کی پڑتال کرنی چاہیے۔

مَیں نرم انداز میں اپنی گفتگو کو سمیٹتے ہوئے کہنا چاہوں گا کہ قیدیوں کی فلاح کا بہترین راستہ انہیں رہا کر دینا ہوگا میرا مطلب یہ ہے کہ پیرول اور پروبیشن پر انہیں چھوڑنا یعنی پروبیشن آف آفنڈرز آرڈیننس مجریہ 1960ء کی دفعات پر جج صاحبان انحصار کرتے ہوئے اس کے فوائد قیدیوں اور چھوٹے مقدمات میں ملوث مجرمان کو واگزار کرنے چاہئیں۔ یہ تجویز دراصل قانون وانصاف کمیشن نے بھی پیش کی ہے جو کہ ذیل میں بیان کردہ ہے:۔

> "ایک کمیٹی جس کی صدارت جناب چیف جسٹس پاکستان نے پیرول اور پروبیشن کیلئے تشکیل دی ہے نے مشاہدہ کیا ہے کہ پیرول اور پروبیشن کے متعلقہ قوانین کا فائدہ ضرورت مند اور اچھے چال چلن والے قیدیوں کو نہیں دیا جا رہا۔ یہ قرار دیا گیا تھا کہ جج، وکلاء اور دیگر متعلقہ داعیان میں پیرول اور پروبیشن قوانین کے منوثر ہونے کے متعلق احساس بیدار کیا جائے گا تاکہ جیلوں پر آبادی کا دباؤ کم کیا جا سکے اور پروبیشن اور پیرول خدمات کے ذریعہ انہیں بحالی کے مواقع فراہم کیے جائیں"۔

جیل اصلاحات: وقت کی اشد ضرورت

جسٹس محمد نور مسکانزئی، ہائی کورٹ آف بلوچستان، کوئٹہ

جناب جسٹس محمد انور مسکانزئی، جج بلوچستان ہائیکورٹ نے گروپ سوئم میں "قیدیوں کے مسائل اور آگاہی کا فقدان" کے موضوع پر مقالہ پیش کیا۔ انہوں نے قرار دیا کہ قیدیوں کی زبوں حالی اتنا بڑا مسئلہ نہیں جتنا بڑا مسئلہ اس مسئلہ سے غفلت ہے۔ انہوں نے ملک میں رائج انسداد دہشت گردی کے قانون کے درست نفاذ اور بعد از گرفتاری دہشت گردوں سے نمٹنے کیلئے مربوط نظام وضع کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ مختلف اقسام کے جرائم میں ملوث افراد کو سزا دینے کیلئے عدالتیں تو الگ الگ بنائی گئی ہیں لیکن سزا یافتہ افراد کو رکھا ایک ہی جگہ جاتا ہے جس کی وجہ سے جیل بذات خود جرائم کی درسگاہ بنتے جا رہے ہیں۔ انہوں نے ڈیرہ غازی خان اور بنوں جیل واقعات کو ناقص سیکورٹی کا پیش خیمہ قرار دیا اور کہا کہ جیلوں کی سیکورٹی داؤ پر لگی ہوئی ہے۔ انہوں نے اپنے مقالے میں قانون جیل خانہ جات کی رو سے جیلوں کی درجہ بندی، ان میں مقید قیدیوں کی اقسام اور سزا یافتہ قیدیوں کی درجہ بندی کا احاطہ کیا اور قرار دیا کہ قیدیوں کی درست درجہ بندی اور اس درجہ بندی کے لحاظ سے انہیں قید میں رکھنا قیدیوں کی بحالی اور آبادکاری کیلئے انتہائی موثر ثابت ہو سکتی ہے اور جیلوں کی سیکورٹی کے مسئلے کا حل بھی مل سکتا ہے۔ انہوں نے مقالے میں اعتراف کیا کہ جیل اصلاحات میں ناکامی اداروں اور نظام کی غلطیوں، کوتاہیوں اور وسائل کی وجہ سے ہے۔ انہوں نے خواتین اور کمسن مجرمان کے جیلوں کے قیام کی

ضرورت پر بھی زور دیا اور جیل عملہ کے تقرر، تعیناتی، تبادلوں اور پوسٹنگ وغیرہ میں سیاسی دخل اندازی روکنے کا مطالبہ کیا۔ مجموعی طور پر اپنے مقالہ میں انہوں نے درج ذیل تجاویز پیش کیں۔ ہائی پروفائل دہشت گردوں کیلئے الگ جیل قائم کی جائیں۔ قیدیوں کی اصلاح کے خاص انتظامات کئے جائیں جس سے قیدیوں کی سماجی بحالی میں مدد ملے، قیدیوں کو مختلف پیشہ ورانہ تربیتیں فراہم کی جائیں، جیل عملے کے تقرر و تبادلے میں سیاسی عمل دخل ختم کیا جائے، انتخاب کا طریقہ کار امتحانی بنیادوں پر ہو عملہ کی بھرتی طبی معائنوں کی بنیاد پر ہو، پیشہ ورانہ تربیت فراہم کی جائے تنخواہوں میں اضافہ کیا جائے، جیلوں کے سیکورٹی انتظامات جدید انداز میں کئے جائیں۔ جدید سراغ رسانی اور سیکورٹی آلات نصب کئے جائیں اور موثر انٹیلی جنس نظام وضع کیا جائے۔

قیدیوں کے مسائل اور آگاہی کا فقدان:۔

یہ موضوع متنازعہ نہیں ہے بلکہ اس موضوع کے ساتھ روا رکھی جانے والی مسلسل لاپرواہی اور غفلت معاملہ کی سنگینی میں اضافہ کر رہی ہے جو ایک مجرمانہ غفلت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارا پیارا ملک دہشت گردی کی بدترین قسم کا شکار ہے۔ اس سنگین جرم سے لڑنے اور روکنے کے لیے مخصوص قوانین بھی بنائے گئے ہیں۔ جو کہ درج ذیل ہیں۔ دہشت گردی کی کارروائیوں کے انسداد کا قانون مجریہ 975ء (The Supresion of Terrorist Activities Act, 1975) اور انسداد دہشت گردی کا قانون مجریہ 1997 (The Anti Terrorism Act, 1997) لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعد از گرفتاری دہشت گردوں کے ساتھ نمٹنے کے لیے قانون سازی کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی۔ انسدادِ دہشت گردی کے قانون کی دفعہ 21 جج صاحبان، وکلاء، پبلک پراسیکیوٹر اور گواہوں کے تحفظ کی ضمانت دیتی ہے۔ لیکن جیل کا عملہ جس کا بلا واسطہ دہشت گردوں سے واسطہ رہتا ہے، جس کی حفاظت سے متعلق قانون سازی کے لیے مقننہ کی توجہ مبذول کرانا ضروری ہے۔

اگر چہ ہمارے ملک میں مختلف قوانین موجود ہیں مثال کے طور پر انسداد دہشت گردی کا قانون، بچوں کو انصاف فراہم کرنے کا قانون اور خواتین کے تحفظ کے قوانین ہیں اور ان قوانین کے تحت سرزد جرائم کی سماعت کے لیے علیحدہ عدالتیں بھی موجود ہیں لیکن ان سب مجرموں کو رکھنے کے لیے جیل ایک ہی ہے۔ ایک ہی جیل میں انتہا پسند قیدی جیل کے اندر جرائم پیشہ کلچر کو فروغ دینے اور جیل حکام کے لیے انکی نااہلی کے باعث رکاوٹیں پیدا کرتے ہوئے خوف و ہراس پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور صورت حال اس وقت مزید گھمبیر ہو جاتی ہے جب دہشت گرد تنظیموں کی طرف سے جیل حکام کو دھمکی آمیز فون کالز موصول ہوتیں ہیں جسکے نتیجہ میں قیدیوں کے اندر خوف و ہراس کی فضا پیدا ہو جاتی ہے۔ انتہا پسند قیدیوں سے منسلک جرائم

پیشہ ورگروہ کی طرف سے ہونے والی جیل کے عملہ کی ٹارگٹ کلنگ کو جیل حکام کی معاونت سے ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ بات صرف یہاں پر ختم نہیں ہوتی بلکہ انتہا پسند قیدی دوسرے قیدیوں اور جیل عملہ کو گمراہ کرتے ہوئے اپنے ایجنڈہ میں شمولیت کی دعوت دیتے ہیں اور مجرمانہ پیشہ ورگروہ انہی انتہا پسند قیدیوں کی مدد سے اپنی مجرمانہ کارروائیاں جاری رکھتے ہیں جن میں منشیات کی سمگلنگ بغیر اجازت موبائل کا استعمال اور بعض اوقات جیل سے فرار ہونے کی کوشش کے اقدام شامل ہیں۔

9/11 کے واقعے کے بعد جرائم کے طریقہ واردات یکسر تبدیل ہو گئے ہیں۔ پہلے جرم ایک ذہن کی اختراع ہوتا تھا اور ایک ہی شخص اس کا ارتکاب کرتا ہے لیکن اب اس کے لیئے لوگوں کے گروہ سرگرم ہیں۔ سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ دہشت گرد اپنے ظاہری ناموں اور شہرت سے نہیں پہچانے جاتے جو کہ ایک نقص ہے اور اسی وجہ سے معاشرہ مسائل اور افراتفری کا شکار ہے لہٰذا یہ صورتحال توجہ کی مستحق ہے۔

ڈیرہ غازی خان اور بنوں جیل کے افسوسناک واقعات رونما ہونے کے بعد ذہن میں ایک سوال اُبھرتا ہے آیا کہ ہماری جیلیں سیکورٹی کے حوالہ سے محفوظ ہیں تو میری رائے میں ہماری جیلیں بالکل محفوظ نہیں ہیں۔ یہ بالکل بیت العنکبوت کی طرح ہیں۔ آپکے خیال میں مکڑی کا گھر کس حد تک محفوظ ہو سکتا ہے۔ آیئے قرآن مجید کی سورت العنکبوت کی آیت نمبر ۴۱ پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

كَمَثَلِ الْعَنكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنكَبُوتِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٤١﴾

ترجمہ: مکڑی کی طرح ہے اس نے جالے کا گھر بنایا اور بیشک سب گھروں میں کمزور گھر مکڑی کا گھر ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر جانتے۔

ان دو افسوسناک واقعات کے بعد ملکی جیلوں کو مکڑی کے گھر سے زیادہ محفوظ تصور کرنا بیوقوفوں کی جنت میں رہنے کے مترادف ہے۔ یہ خطرات صرف قیدیوں کو درپیش نہیں ہیں بلکہ جیل اور جیل حکام بھی انہی خطرات سے دو چار ہیں۔

ہمیں یہاں پر دو قسم کے درپیش خطرات کا سامنا ہے ایک اداروں کے اندر اور دوسرا اداروں سے باہر۔ جہاں تک پہلے مسئلہ کا تعلق ہے تو دہشت گردوں کو جرم کے ارتکاب کے بعد عام قیدیوں کے ساتھ رکھا جاتا ہے اور ایسی صورت میں وہ باقی قیدیوں کو اپنے غلط نظریات بشمول مذہبی حوالے سے مائل کرنا شروع کر دیتے ہیں یا معاوضہ ادا کر کے اسی طرح کی ذہنیت کے لوگوں کی خدمات مستعار لے کے بھی کام کیا جاتا

ہے۔ جہاں تک دوسرے مسئلہ کا تعلق ہے تو دہشت گرد گروہ اپنے قید ساتھیوں کو جیلوں سے رہا کروانے کے لیے جیلوں پر حملے کرتے ہیں جس کے نتیجے میں قیدیوں اور جیلوں کی سیکورٹی اور تحفظ داؤ پر لگ جاتی ہے۔

جیل خانہ جات کے قوانین و قواعد میں جیلوں اور قیدیوں کی درجہ بندی وضع کی گئی ہے لیکن ان قوانین میں تا حال خطرناک مجرموں کی سیکورٹی کے لیے ایک بھی شق موجود نہیں ہے اور اس حوالے سے درجہ بندی بھی بالکل خاموش ہے۔ باب دوئم قاعدہ نمبر چار کی رُو سے جیلوں کی درجہ بندی کی چار اقسام ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

جیلوں کی درجہ بندی

جیل خانہ جات کی درجہ بندی درج ذیل ہے۔

(الف) سنٹرل جیلیں (ب) خاص جیلیں (ج) ضلعی جیلیں اور (د) ذیلی جیلیں۔ خصوصی جیلوں سے مراد عورتوں کے قید خانے، کھلی جیلیں، بورسٹل ادارے اور بچوں کے تربیتی مراکز کا شمار بھی خاص جیلوں میں ہوتا ہے۔

باب نہم قاعدہ نمبر 224 اور 225 میں قیدیوں کی اقسام وضع کی گئی ہیں۔ جو کہ درج ذیل ہیں۔

قیدیوں کی اقسام

(1) **فوجداری قیدی سے مراد**

(الف) سزا یافتہ قیدی اور

(ب) غیر سزا یافتہ قیدی یا حوالاتی

(2) **دیوانی قیدی**

(3) **ریاستی قیدی**

نوٹ:۔ مجنون کو بھی بعض اوقات عارضی طور پر قید کر دیا جاتا ہے۔

سزا یافتہ قیدیوں کی درجہ بندی

(الف) اعلیٰ کلاس

(ب) عام کلاس

(ج) سیاسی کلاس

اعلیٰ کلاس میں اے اور بی قسم کے قیدی شامل ہوتے ہیں۔

سیاسی کلاس کے قیدیوں میں وہ لوگ شامل ہوتے ہیں جنھوں نے اپنی ذاتی غرض کے لیے کوئی جرم سرزد نہ کیا ہو بلکہ سیاسی غرض کے لیے کوئی جرم سرزد کیا ہو۔

چنانچہ جرم کی نوعیت اور مجرموں کا رویہ دیکھتے ہوئے مجرموں کی درجہ بندی کرنا ایک اہم نکتہ ہے مجرموں کو ان کے جرائم کی سنجیدگی کو دیکھتے ہوئے ان کے مطابق جیل میں رکھا جائے اور اس کے ذریعہ فوائد حاصل کیئے جا سکتے ہیں یہ درجہ بندی صرف پاکستان تک محدود نہیں ہے بلکہ بین الاقوامی سطح پر اسکی ایک خاص اہمیت ہے۔ مثال کے طور پر کلوراڈو ڈیپارٹمنٹ درجہ بندی پر زور دیتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ:

> تصحیح کا ڈیپارٹمنٹ تحریری قیدیوں کا پلان دیتا ہے اور یہ پلان درجہ بندی کے قواعد اور ان فوائد کے حصول کا طریقہ وضع کرتا ہے جسکے ذریعے حاصل کردہ فوائد کا پتہ چلایا جا سکتا ہے اور اس پلان کا سالانہ کی بنیاد پر جائزہ لیا جاتا ہے اور اگر ضرورت ہو تو اسکی تجدید کی جاتی ہے۔

اس نظام کے فلسفہ کی منطق یہ ہے کہ ملازمین، کارکنوں اور رضا کاروں کی حفاظت کو برقرار رکھتے ہوئے کم سے کم ممکنہ حفاظتی درجے کی سہولت میں مجرموں کو قید رکھا جاتا ہے۔ اس فلسفہ کی بدولت دوسروں کی سیکورٹی کو خطرے میں ڈالے بغیر کم لاگت پر مجرموں کی دوبارہ بحالی کے قابل ہو سکتے ہیں چنانچہ مقدمات کے انتظام کرنے والوں کو اس فلسفہ پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

اسی ریکارڈ کی بدولت کلوراڈو ڈیپارٹمنٹ درجہ بندی کے نظام کو با قاعدہ مانیٹر کر رہا ہے اور اس کے منوثر ہونے کا اندازہ لگاتا ہے۔ پاکستان جیل قواعد 1978 میں دستیاب قیدیوں کی اقسام نوآبادیاتی نظام کی عکاس ہیں۔ ایک طرف تو یہ قواعد وائٹ کالر کرائم کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور دوسری طرف سیاسی جماعت کی درجہ بندی سے جمہوری نظام کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں۔ یہ نظام جیل اور اصلاحات کے حوالے سے تباہ کن ہے۔ جنوبی افریقہ کے سابق صدر نیلسن منڈیلا جو ایک عظیم قائد اور با اصول آدمی تھے نے اپنی زندگی کے 27 قیمتی سال جیل میں گزارے ہیں اس دوران انہوں نے جیلوں کی اہمیت اور ان کے جرائم، مجرموں اور قوموں کی سماجی زندگی پر اثرات کو محسوس کیا۔ انھوں نے اپنی کتاب Long Walk to Freedom میں لکھا ہے کہ۔

> " کوئی بھی اس وقت تک کسی قوم کے بارے میں نہیں جان سکتا جب تک کہ وہ جیلوں کے اندرونی حالات سے واقف نہ ہو اس کے علاوہ کوئی بھی شخص اس

بات کا اندازہ نہیں لگا سکتا کہ کوئی قوم اپنے اعلیٰ اور پست طبقہ کے شہریوں کے ساتھ کسی طرح کا سلوک روا رکھتی ہے"۔

ہمارے انصاف کے نظام کو جرائم کے خلاف موثر بنانے کے لیے محفوظ جیل خانہ جات بہت ضروری ہیں۔ قیدی جب سزا یافتہ ہو جائیں یا اپنے ساعت کا انتظار کر رہے ہوں تو توجہ کے مستحق ہوتے ہیں ایک قیدی اور عام عوام کو یہ پتہ ہونا چاہیئے کہ وہ اس وقت تک جیل میں رہیں گے جب تک کہ انھیں قانون کے مطابق رہا نہ کر دیا جائے۔

جیل خانہ جات قیدیوں کے ساتھ سلوک کے ذریعہ ملک میں جرائم کی شرح کو کم کر کے اپنا حصہ ڈال سکتے ہیں۔ پیشہ ورانہ اور انسانی حقوق کے تقدس کی اہمیت پر اس سے زیادہ زور نہیں دیا جا سکتا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جیل اصلاحات آج کے دن کی ایک اہم ضرورت ہے جب ہم اصلاحات کی بات کرتے ہیں تو ہمیں اس نظام اور اداروں میں اپنی غلطیوں، کوتاہیوں اور مسائل کا اعتراف بھی کرنا چاہیے۔ روسی ناول نگار Dostoyevsrky F.Yodor کہتا ہے کہ:

"ہم کسی بھی معاشرے کی تہذیب کا اندازہ اس کی جیلوں سے لگا سکتے ہیں"

ہم یہاں اسی مقصد کیلئے اکھٹے ہوئے ہیں کہ ہم اپنی غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے انکے تدارک کا بندوبست کریں۔ جیلوں میں اصلاحات کے حوالہ سے اہم بات ہے کہ جیلیں محفوظ اور انسان دوست ہونی چاہیں۔ جیل اصلاحات کا تصور جیلوں کے تحفظ قیدیوں کی سیکورٹی اور اصلاح، تعلیمی اور انسانی ماحول کی فراہمی سے شروع ہوتا ہے۔

ہماری جیلوں کے اندر اور باہر سے صرف ایک مقصد نظر آنا چاہیے وہ یہ کہ قیدی کی بحالی اور اصلاح ایسے طریقہ سے کریں کہ انھیں آخرت میں اسکا اجر یا سزا ملنے کا تصور اجاگر کیا جائے۔ جیلوں میں قیدیوں کو رکھنے کا مقصد جرائم کا تدارک اور جرم سے متاثرہ ذہنیت کو ختم کرنا ہے۔ ہمارے ملک کے قیام کے ساتھ ہی مختلف اصلاحی کمیٹیاں تشکیل دی گئیں لیکن نتائج سے قطع نظر جیلوں اور قیدیوں کی سیکورٹی ان کمیٹیوں کی توجہ کا مرکز نہیں رہی ہے۔ اس حوالے سے سب سے اہم اور جامع اور جدید رپورٹ قانون وانصاف کمیشن نے 1997 میں جمع کرائی لیکن یہ رپورٹ بھی جیلوں میں جدید نظام متعارف کروانے کے لیے 6C تک محدود رہی اس میں جیلوں اور قیدیوں کی سیکورٹی اور ان کے مسائل کی نشاندہی نہیں کی گئی۔

جیووینائل جسٹس سسٹم آرڈیننس 2002 اور خواتین کے تحفظ کے قوانین کے اجراء کے بعد خواتین اور بورسٹل جیل کی تعمیر ناگزیر ہے۔ ان دو جیلوں کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے اُس وقت بلوچستان جیل خانہ جات کے انسپکٹر جنرل نے جیل اصلاحات کے حوالے سے اپنا مقالہ جمع کرایا جس میں کچھ یوں بیان کیا گیا ہے۔

"بلوچستان واحد صوبہ ہے جس میں قیدی خواتین کو رکھنے کے لیے کوئی جیل موجود نہیں ہے انھیں مردوں کی جیل کے احاطہ میں ہی رکھا جاتا ہے یہ نقطہ نظر نہ صرف سماجی لحاظ سے قابل اعتراض ہے بلکہ خواتین قیدیوں کی فلاح و بہبود میں بھی ایک رکاوٹ ہے۔ بلوچستان میں بچوں کے حوالہ سے بھی کوئی مخصوص جیل موجود نہیں ہے۔ لہٰذا ایسے بچوں کو بالغ مجرموں کی جیلوں میں بھیج دیا جاتا ہے جسکی وجہ سے بچے بہت متاثر ہوتے ہیں۔ صوبائی دارلحکومت بورسٹل اور خواتین کی جیل کی تعمیر کے لیے بہت اہم جگہ ہے ان دو جیلوں میں عدالتی کمرے بھی بنا دیئے جائیں تا کہ متعلقہ جج صاحبان، مجسٹریٹ بچوں اور خواتین کے مقدمات کی سماعت جیل کے اندر ہی کریں بجائے کہ انھیں ہر تاریخ سماعت پر دوسری جگہ لے جایا جائے اس سے حکومت کا پیسہ بھی بچے گا جو کہ پیٹرول اور جیل سٹاف کو ڈیوٹی پر مامور ہونے کی صورت میں ڈیلی سفری الاؤنس کی صورت میں ملتا ہے۔ اس سے بلوچستان کی جیلوں کی صورت حال واضح ہوگئی ہے بلوچستان میں کل گیارہ جیل خانہ جات ہیں جس میں چھ آزادی سے پہلے تعمیر کی گئیں تھیں اور پانچ آزادی حاصل کرنے کے بعد جو مندرجہ ذیل ہیں۔ مچھ، کوئٹہ، ژوب، سبی، مستونگ، لورالائی، گڈانی، نوشکی، خضدار، تربت اور ڈیرہ مراد جمالی ہیں۔ ان جیلوں میں قیدیوں کو رکھنے کی گنجائش 2585 ہے جب کہ اس وقت جیلوں میں 28687 قیدی موجود ہیں۔ عدالتوں میں قیدیوں کی حاضری 100% ہے جبکہ سبی میں 70/80% ہے"۔

جیل عملہ کے مسائل کی نشاندہی کے حوالے سے دورے کے دوران یہ بات علم میں آئی کہ جیل عملہ ہمیشہ سیاسی رہنماؤں اور مجرموں کے دباؤ میں رہتا ہے۔ جیل عملہ کی تعیناتی، تبادلے اور پوسٹنگ میں

سیاسی دخل مسائل کو دوگنا کر دیتا ہے۔ جیل کا محکمہ ایک بہت ہی نظر انداز شدہ ڈیپارٹمنٹ ہے۔ تبادلہ اور پوسٹنگ صرف میرٹ پر ہونے چاہیں اسی طرح قیدیوں کا اعداد و شمار بھی ناگزیر ہے۔

مجموعی طور پر ہائی پروفائل قسم کے دہشت گرد کوئٹہ مچھ، گڈانی، خضدار اور نوشکی کی جیلوں میں قید ہیں دہشت گرد قیدیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر ان جیلوں کی سیکورٹی بڑھانے کی ضرورت ہے اور سیکورٹی نہ ہونے کے باعث بلوچستان کی یہ پانچ جیلیں انتہائی خطرہ سے دو چار ہیں۔ لہٰذا ریکارڈنگ کی سہولت قریبی سرکٹ ٹی وی کے ذریعے سامان کی چیکنگ کی مشین، جدید آلارم، گزرنے والے سکیورٹی دروازے، وائرلیس مواصلاتی سیٹ جدید اسلحہ مہیا کرنے چاہیں۔ وفاقی اور صوبائی ایجنسیوں کی طرف سے موصول ہونے والی مسلسل تنبیہات میں ان پانچ جیلوں کو انتہائی حساس قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا ٹارگٹ کے حصول کیلئے ایف سی، بی سی اور ضلعی پولیس کے افسران کی شمولیت ضروری ہے۔ دہشت گرد ہمارے مقاصد کے حصول کیلئے باقاعدہ تربیت یافتہ ہوتے ہیں چنانچہ انھیں عزم، لگن، پیشہ ورانہ مہارت، تربیت اور جدید ٹیکنالوجی کے استعمال کے ذریعہ شکست دی جاسکتی ہے۔ اس طرح قیدیوں کی ذہنی درستگی کے لیے منوثر تعلیم کے حوالے سے انتظامات کرنا بہت ضروری ہے۔ دانشور، سماجی کارکن، پروفیسر، ماہر نفسیات اور علما کرام کو قیدیوں کی اصلاح اور تصحیح کے عمل میں شامل کرنا چاہیے۔ مجوزہ اصلاحات کے مطلوبہ نتائج اور مقاصد کو خلوص، لگن، ذمہ داری اور ایمانداری کے ساتھ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ جناب شجاع الدین کاسی آئی جی جیل خانہ جات بلوچستان نے اپنے مقالے میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ اس پہلو کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے۔

> "کسی بھی سسٹم کی بہتری کے لیے کی گئی سخت محنت اس وقت ضائع ہوجاتی ہے جب تک تمام متعلقہ ادارے اپنی قومی ذمہ داری خلوص، ایمانداری اور لگن سے ادا نہ کریں"۔
>
> "اگر ہم اخلاقی طور پر ٹھیک ہوں تو ہم محدود وسائل کے اندر رہ کر شاندار نتائج دے سکتے ہیں، اچھا کردار کسی بھی نظام کے اصلاحاتی عمل میں بہت موثر کردار ادا کرتا ہے"۔

ہمیں سسٹم کے ساتھ ساتھ اداروں کی اصلاح کی بھی ضرورت ہے۔ حکومت اس طرف بالکل توجہ نہیں دے رہی اور وہ جیلوں کے موجودہ نظام سے مطمئن ہے اگر چہ اس طرف بہت توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ آخر میں تحفظ، سیکورٹی قیدیوں کی سلامتی کو یقینی بنانے کے لیے ایک سپیشل فورس جیل خانہ جات کی

سیکورٹی فورس کے نام سے تشکیل دینا ضروری ہے جو کہ انتہائی پیشہ ور افراد پر مشتمل ہو۔اس مقالے کی مندرجہ ذیل تجاویز ہیں۔

1۔ ملک میں ہائی سیکورٹی جیل خانہ جات کی تعمیر کی جائے اور جن میں ہائی پروفائل دہشت گردوں کو رکھا جائے۔

2۔ قیدیوں کی اصلاح کے لیے خصوصی انتظامات کیے جائیں جس سے قیدی اپنے آپ کو بحالی کی طرف لے جاسکیں اور جرم کے دوبارہ ارتکاب سے بچا جا سکے۔

3۔ جیل کے عملہ کی تعیناتی و تبادلے اور پوسٹنگ میں سیاسی مداخلت کو ختم کرنا چاہیے۔

4۔ قیدیوں کو مندرجہ ذیل پیشوں میں تربیت دی جائے۔

(i) جدید زراعت اور پھولوں کی کاشت میں۔

(ii) مویشیوں سے متعلق یعنی ڈیری اور پولٹری میں۔

(iii) معمار اور لکڑی کے کام میں۔

(iv) چھوٹی سطح پر گاؤں کے برتن تیار کرنے میں۔

(v) سلائی، دریاں اور قالین بانی میں۔

(vi) فرنیچر اور آرائشی آلات بنانے میں۔

(vii) ویلڈنگ اور سٹیل کے دروازے بنانے میں۔

(viii) درزی کا کام سیکھنے میں۔

(ix) کمپیوٹر کورسز۔

(x) اینٹیں اور ٹائلیں بنانے میں۔

5۔ افسران کا انتخاب پبلک سروس کمیشن کے ذریعہ ہونا چاہیے۔

6۔ عملہ اور وارڈر گارڈ کی تعیناتی امتحانات اور جسمانی ٹیسٹ کے بعد ہونی چاہیے۔

7۔ جیل عملہ کی تنخواہ پولیس کی تنخواہوں کے برابر ہونی چاہیے۔

8۔ کام کے اوقات کار زیادہ سے زیادہ آٹھ گھنٹے ہونے چاہیں۔

9۔ مناسب وقفوں کے بعد پرفارمنس کو دیکھتے ہوئے ترقی کے ذریعہ ترغیبات دی جانی چاہئیں۔

10۔ نیم فوجداری تنظیموں کی طرح سروس کے سخت قواعد بنائے جائیں۔

11۔ جدید سراغ رساں اور سیکورٹی کے آلات ممنوعہ آلات کی تلاش کے لیے مہیا کیے جائیں

12۔ جیل خانہ جات کو اسلحہ اور طاقت کا اپنے دفاع میں استعمال کیلئے تربیت دینی چاہیے۔

13۔ مجرمانہ سازشوں پر نظر رکھنے کے لیے موثر انٹیلی جنس سسٹم وضع کیا جانا ضروری ہے۔

14۔ واچ اور وارڈ کے سٹاف پر زیادہ بوجھ نہیں ڈالنا چاہیے۔

15۔ جیل عملہ کی تربیت کے لیے اداروں کا قیام ضروری ہے۔

16۔ ہرنائی، قلعہ سیف اللہ اور پنجگور میں ضلعی جیل خانہ جات کی تعمیر کی جائے۔

17۔ گڈانی، مچھ اور خضدار جیل خانہ جات میں فنی تربیت کے اداروں کا قیام ضروری ہے۔

18۔ صوبائی ہیڈکوارٹر کی سطح پر خواتین اور بچوں کی جیل کی تعمیر ضروری ہے۔

جیل اصلاحات: وقت کی اشد ضرورت

جسٹس عالیہ نیلم، جج، لاہور ہائی کورٹ، لاہور

لاہور ہائیکورٹ کی جج جسٹس عالیہ نیلم نے گروپ سوئم کے موضوع "جیل اصلاحات کی اشد ضرورت" پر اپنا مقالہ پڑھا۔ انہوں نے بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر جدید بنیادوں پر اصلاحات کے نفاذ کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے جیلوں میں بے پناہ آبادی کا تذکرہ کیا اور پاکستان کے تمام صوبوں میں مقید قیدیوں کے اعداد و شمار پیش کئے اور تجویز پیش کی عدالتوں سے سزاؤں کے اعداد و شمار کی جانچ سائنسی بنیادوں پر کر کے جیلوں میں بڑھتے ہوئے ہجوم کو کم کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے زیر سماعت قیدیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد پر قابو پانے کیلئے قانونی امداد بڑھانے اور مقدمات کے فیصلے مقررہ مدت میں کرنے کا مشورہ دیا۔ انہوں نے اپنے مقالے میں

> نابالغ اور نوجوان مجرموں کیلئے محفوظ انتظامات کی خاطر اصلاحات کے نفاذ پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ کمسن اور نابالغ بچوں میں جرائم سے بچاؤ کے رجحان کو بیدار کرنا چاہیے اور اقوام متحدہ کی سفارشات کی روشنی میں کم عمر بچوں کو مقدمات میں نہیں اُلجھانا چاہیے اور 18 برس سے کم عمر مجرمان کو اصلاح کی طرف لاتے ہوئے تعلیم کی جانب راغب کیا جانا چاہیے اور اُن کیلئے جیل کی عمارت سے متصل بحالی کے مراکز خاص طور پر نابالغ مجرمان کی اصلاح کیلئے قائم کئے جانے چاہئیں۔ انہوں نے نے قیدیوں کی دوبارہ بحالی کی غرض سے تعلیمی، اخلاقی اور فنی تربیت کی ضرورت پر زور دیا اور تجویز پیش کی کہ ہر جیل میں قیدیوں کو سمجھنے اور بعد اس رہائی معاشرہ میں جگہ بنانے کیلئے قیدیوں کو نفسیاتی راہنمائی دینے کی غرض سے ماہر نفسیات کی خدمات لی جانی چاہئیں۔ انہوں نے مزید تجویز دی کہ قیدیوں کو اُن کی خدمات کی اُجرت دی جانی چاہیے۔ جیل عملہ کو جدید بنیادوں پر تربیت فراہم کی جانی چاہیے۔ جیلوں کی سیکورٹی پر خاص توجہ دی جانی چاہیے اور منشیات کے عادی مجرمان کیلئے بھی بحالی مراکز کا قیام عمل میں لایا جانا چاہیے۔

معزز و محترم چیئرپرسن، جناب جسٹس میاں ثاقب نثار جج سپریم کورٹ آف پاکستان، معزز جناب عمر عطا بندیال، شریک چیئرپرسن و چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ اور محترم جناب جسٹس محمد انور کاسی شریک چیئرپرسن و چیف جسٹس اسلام آباد ہائی کورٹ اسلام آباد و دیگر مہمانان و شرکاء ورکشاپ!

میرے لئے یہ باعث صد و افتخار ہے کہ آج اس فاضل اجتماع کے روبرو عدالت عالیہ لاہور کی نمائندگی کرتے ہوئے **"جیل اصلاحات کی اشد ضرورت"** کے عنوان پر آپ سے مخاطب ہوں۔ اس سلسلہ میں ماضی میں بھی مطالعہ کیا گیا اور میں یاد دلاؤں کہ جیلوں کے بدلتے ہوئے اور ہمہ رنگ کردار کے تناظر میں پاکستان میں جیل اصلاحات متعارف کرانے کیلئے مختلف کمیشن اور کمیٹیاں تشکیل دی جاتی رہی ہیں مگر اب جدید تحقیق کی روشنی میں جیلوں کے بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر ان جیلوں کے افعال بھی تبدیل ہو چکے ہیں مثلاً حراست، توجہ، کنٹرول وغیرہ اور پھر مابعد معاشرے میں قیدیوں کی دوبارہ بحالی وغیرہ ان جیلوں کے مقاصد ہیں۔

جناب عالی!

یہ انتہائی اہم ہے کہ وسیع فوجداری انصاف اور اصلاحات کے بغیر جیل اصلاحات کے متعلق نہیں سوچا جا سکتا۔ مئوثر جیل اصلاحات کا انحصار فوجداری انصاف کی پالیسیوں کی ترویج اور تاویل پر ہے۔

چند اعلیٰ مقاصد کے پیش نظر ہم موجودہ حالات کا جائزہ لیتے ہیں اور یہ اخذ کرتے ہیں کہ ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ مثال کے طور پر اگر اعداد و شمار کی روشنی میں صرف جیلوں کی موجودہ آبادی کے بارے میں

بات کی جائے تو پنجاب میں 50,320، سندھ میں 14,422، خیبر پختونخواہ میں 7549اور بلوچستان میں 2946 قیدیوں کی تعداد تھی ہے جبکہ گنجائش کے اعتبار سے بالترتیب پنجاب میں21527، سندھ میں 10285، خیبرپختونخواہ میں 7982اور بلوچستان میں 2173 قیدیوں کی گنجائش ہے۔اس اعداد وشمار میں تمام سزایافتہ اور زیرِ سماعت قیدی وغیرہ سب شامل ہیں اس سے یہ ظاہر ہے کہ پنجاب میں سب سے زیادہ یعنی %134 فی صد قیدیوں کا رش ہے۔ جہاں تک جیلوں میں حد سے زیادہ رش کا مسئلہ کی بات ہےتو عدالتوں میں سزاؤں کے اعداد وشمار کی جانچ، کمپیوٹر کی تحقیق کی روشنی میں وقت کے ساتھ منصوبہ بندی کے تحت جگہ مہیا کر کے اس کا تدارک کیا جا سکتا ہے۔

عدالتی فیصلوں کے نتیجہ میں سزایافتہ قیدیوں کی تعداد میں کمی یا بیشی کی جانچ کیلئے ایک ریکارڈ سائنسی بنیادوں پر مرتب کیا جائے اوران رجحانات کا تاریخی تقابل بھی ماہانہ بنیادوں پر کیا جا سکتا ہےاور یہ اضافی جگہ مہیا کرنے کے بروقت انتظام کیلئے بھی استعمال ہوسکتا ہے۔مثال کےطور پر اگر ایسا نظام قبل ازیں رائج ہوتا تو گنجائش کےتحت تعداد یعنی 21527 کے برخلاف اچانک یہ تعداد 50320 قیدیوں تک نہ بڑھ جاتی۔اس معاملہ کو ہوم ڈیپارٹمنٹ بہت ہی موزوں انداز میں تحقیق اور نفاذ سےحل کرسکتا ہے۔

دوئم یہ کہ قبل ازمقدمہ حراست کے دوران انصاف تک رسائی اور مقدمات کے انتظام انصرام کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔زیرِ سماعت ملزمان کی تعداد میں اضافہ کی وجہ بھی جیلوں کی آبادی میں حد سے زیادہ اضافہ ہے۔زیرِ سماعت ملزمان کی تعداد پر قابو پانے کیلئے کی جانے والی طویل کوششوں میں یہ بھی شامل ہے کہ قانونی امداد ومعاونت کو بڑھایا جائے اورمشورہ فراہم کرنے کیلئے پیرا میڈیکل کا استعمال کی جائے۔ فوجداری کاروائی میں معیاد کے اندر فیصلہ کرنے کا نفاذ، ضمانت وغیرہ یا دیگر متبادل ذرائع استعمال کر کے بھی زیرِ سماعت ملزمان کی تعداد میں کمی کی جا سکتی ہے۔جیلوں کے اندر کیمپ کورٹس کا انعقاداور ضابطہ فوجداری میں مزید اصلاحات کرنے کی ضرورت ہےتا کہ مقدمات کی باقاعدگی سےنظر ثانی کی جائے اورانہیں زیادہ تیز رفتاری سےنمٹایا جا سکے۔

نابالغ اورنوجوان مجرموں کیلئے محفوظ انتظامات کی خاطر اصلاحات

1۔ نابالغ بوجہ جسمانی اورنفسیاتی ترویج اور بلحاظ جذباتی اورتعلیمی ضروریات بالغان سےمختلف ہوتے ہیں۔اس فطری اختلاف کی بناء پر بچوں میں جرائم کی کمی کے رجحان کیلئے یہ بنیاد تشکیل دی جا سکتی ہے۔قید میں رہنے کا تجربہ بچوں کی معصومیت، نزاکت متاثر کر کےانہیں پختہ کر دیتا ہے۔اقوامِ متحدہ نے بھی یہ سفارش

کی ہے کہ 12 سال سے کم عمر بچوں کو مقدمہ میں نہیں الجھانا چاہیےاور وہ جو 18 سال سے کم ہوں انہیں بحالی یا اصلاحاتی عمل کی طرف بذریعہ تعلیم اور دیگر اصلاحاتی اقدامات لایا جائے تاکہ بچے کی بہترین دلچسپی اور فلاح کو فیصلہ سناتے وقت بنیادی اہمیت دی جائے اور یہ مقصد ایک منوثر عوامی سلامتی کے طریقہ کار کی طرف توجہ دے کر ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔

2۔ بچوں کیلئے نوجوان جرائم پیشہ افراد اور بچوں کیلئے جیل عمارات کے ساتھ ہی بحالی مراکز کا قیام عمل میں لانا چاہیے۔

3۔ تشدد کرنے والے، پہلی دفعہ جرائم کا ارتکاب کرنے والے اور معمولی جرائم کی سزا کے طریقہ کار اور ڈھانچہ کی اصلاح کرتے ہوئے سزا کے متبادل اقدامات جیسا کہ جرمانے، پروبیشن، سماجی خدمت، نفسیاتی اور نشہ کے عادی مجرموں کے علاج وغیرہ کو شامل کیا جائے۔

4۔ قیدیوں کی بحالی پر قیدیوں کیلئے تعلیمی، اخلاقی تربیت اور پیشہ ورانہ تربیت خاص طور پر نوجوان اور خواتین قیدیوں کو پیشہ ورانہ مہارت مہیا کرنا تاکہ افرادی قوت میں انھیں دوبارہ شامل کیا جائے۔ اسلام میں قیدیوں کی اصلاح کوئی نیا تصور نہیں ہے بلکہ ابتدا میں یہ حضرت محمد ﷺ ہی تھے جنہوں نے سب سے پہلے جنگِ بدر میں تعلیم یافتہ قیدیوں کے ذریعے تعلیم کے فروغ کی حوصلہ افزائی کی اور بعد از جنگ تحویل میں لئے گئے ان قیدیوں کی رہائی کیلئے یہ شرط رکھی کہ ہر قیدی دس مسلمان بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ جیل کا حتمی مقصد صرف جیل میں قید کر کے رکھنا نہیں ہے بلکہ اس قیدیوں کی اصلاح اور تربیت بھی مقصود ہے۔

5۔ **ماہر نفسیات کی فراہمی۔**

ہر جیل میں قیدیوں کو سمجھنے اور بعد از رہائی معاشرہ میں بحالی اور اچھا شہری بننے کیلئے آراء یا مشورے کیلئے ایک ماہر نفسیات کو تعینات کیا جائے۔

6 **معاوضہ کی فراہمی۔**

ایک قیدی کے ساتھ غلام کی طرح سلوک نہیں کرنا چاہئے۔ اگر اس سے بطور مددگار/ہنر مند کوئی کام لیا جائے تو اسے یا اس کے خاندان کو اس کا مناسب معاوضہ بھی ادا کرنا چاہئے۔

7۔ جیل کے عملہ کی تربیت اس طرح کی جا سکتی ہے کہ ہر صوبہ میں ایک تربیتی ادارہ تعمیر کیا جائے۔

8۔ بین الاقوامی معیار کے مطابق جدید نصاب متعارف کروا کر جیل کے عملہ کو ہدایات کی فراہمی کو بہتر بنایا جائے۔

(9) سیکیورٹی۔

(i) جرم کی بیخ کنی اور جیل کی سیکیورٹی کو جدید دستیاب تکنیک اور ٹیکنالوجی کے استعمال سے بہتر بنانا۔

(ii) آزاد خودمختار نگران ٹیموں کو متعارف کرا کے قیدیوں پر وقتاً فوقتاً چیک رکھنا اور قیدیوں کے انسانی حقوق کے قوانین کو نافذ کرنا۔

(iii) اپنے آپ کو ایذا دینے والے منشیات کے عادی افراد کو جیل میں نہ رکھنا بلکہ ان کو بحالی مراکز منتقل کرنا جو کہ شعبہ سماجی بہبود کے تحت قائم کئے جائیں۔

میں نے کوشش کی ہے کہ میں جیل اصلاحات سے متعلق اشد ضروریات کے بارے میں مخصوص خیالات پیش کروں جن پر ایک پرامن معاشرہ کے طور پر توجہ دینے کی ضرورت ہے تاکہ قیدی جیل سے رہائی کے بعد اچھے شہری بن سکیں۔

میں چیئرپرسن، شریک چیئرپرسن، مہمانان گرامی اور شرکاء ورکشاپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔

جیل اصلاحات: وقت کی اشد ضرورت

جسٹس شوکت عزیز صدیقی جج، اسلام آباد ہائی کورٹ، اسلام آباد

مقالہ میں اپنے دوران وکلاء تحریک جیل کی چار دیواری میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے کے عملی تجربے کی روشنی میں پاکستان میں جیل اصلاحات وقت کی اشد ضرورت کے حق میں دلائل پیش کیے گئے ہیں۔ جیل کے نظریہ و فلسفہ کا پاکستانی جیلوں کے موجودہ حالات سے تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے اور نظام جیل کے ارتقاء کے قدیم دور، اسلامی دور، ازمنہ وسطیٰ اور ازمنہ وسطیٰ کے مختلف ادوار کا احاطہ کیا ہے۔ مزید برآں نظام جیل کے جدید اصول اور پاکستانی جیلوں میں اصلاحی اور بحالی کے نظریات کے فقدان کو موضوع بحث بناتے ہوئے قیدیوں کے انسانی حقوق کو تسلیم کرنے اور ان کو تحفظ دینے کی ضرورت پر زور دیا گیا۔ پاکستان میں جیلوں کی دگرگوں صورتحال کا جائزہ لیتے ہوئے جیلوں کے پرہجوم ہونے کے مسئلہ پر اعداد و شمار کی روشنی ڈالی اور جیل میں قیدیوں کو دی گئی سہولیات کے فقدان، بیماریوں کے پھیلاؤ، تشدد، امتیازی سلوک اور انصاف کی فراہمی میں تاخیر جیسے مسائل کے ساتھ ساتھ قیدی خواتین اور بچوں کے ساتھ ناروا سلوک اور بنیادی غذائی وسائل کے

فقدان کی جانب بھی حاضرین کی توجہ دلائی گئی ہے۔ جیل اصلاحات کو وقت کی اشد ضرورت قرار دیتے ہوئے اور قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں قیدیوں کے ساتھ اچھے سلوک کی تلقین کی گئی ہے اور ان کی فلاح کیلئے اقدامات اٹھانے پر زور دیا گیا ہے۔

معزز مہمانانِ گرامی

فاضل جج صاحبان

عزت مآب چیف جسٹس آف پاکستان

اسلام علیکم!

میرے لئے اعزاز کی بات ہے کہ اس ورکشاپ کی بدولت آپکے ساتھ **"جیل اصلاحات وقت کی اشد ضرورت"** کے موضوع پر خیالات کے اظہار کا موقع ملا۔ جیسا کہ مشہور روسی **ناول** The House of Dead میں لکھا ہے کہ " کسی معاشرہ کی تہذیب کا اندازہ جیلوں سے لگایا جا سکتا ہے" میں نے خود بھی تاریخی وکلا تحریک کے دوران اٹھارہ دن کی قید جھیلی جو جیلوں کی حالتِ زار اور ترقی پذیر اسلامی جمہوری معاشرہ کی ایک خوفناک تصویر پیش کرتی ہے۔ میں اپنے مقالہ کے ذریعہ پاکستان میں جیل کی اصلاحات وقت کی اشد ضرورت کے حق میں دلائل بنیادی نکات کے تجزیہ کی بُنیاد پر دونگا۔

(الف) جیلوں کے پیچھے کارفرما فلسفہ اور نظریہ اور کیا یہ اصول پاکستانی جیلوں میں نافذ العمل ہیں؟

اور

(ب) کیا سزا یافتہ قیدی کو انسانیت کی تعریف سے خارج کر دیا جاتا ہے اور کیا سزا یافتہ قیدیوں سے حقوق واپس لے لیے جاتے ہیں؟

1۔ جیل خانہ جات کے مختلف ادوار میں فلسفہ

اے) جیلوں کا قیام اس وقت سامنے آیا جب ریاست ایک سماجی تنظیم کے طور پر اُبھری اور قوانین کی بطور ضابطہ باقاعدہ ترقی شروع ہوئی۔ سب سے پہلا ضابطہ ہمرابی کے نام سے 1750 قبل مسیح میں تشکیل دیا گیا ہمرابی ضابطہ میں سزائیں دی جاتی تھیں اور یہ قانون ردِعمل کے تصور پر مبنی تھا۔

(بی) اسلام میں جیل کے تصور سے مراد سزا یافتہ شخص کو معاشرہ سے دور ایسی جگہ رکھنا مقصود ہوتا تھا جہاں پر وہ اپنے کئے پر نادم ہو سکے۔ 633 عیسوی میں خلیفہ عمر ابن خطاب کے دورِ حکومت میں جیل خانہ جات قائم کئے گئے۔ انہوں نے مکہ میں جیل کی غرض سے ایک گھر خریدا چنانچہ اس وقت قیدیوں کے ساتھ روا

رکھا جانے والا سلوک انسانی اور مہذب تھا۔ قیدیوں کی دیکھ بھال کے لیے ڈاکٹروں کی تعیناتی کی گئی۔ قیدیوں کے اہل خانہ کو ملاقات کی اجازت تھی اور قیدی پڑھ اور لکھ سکتے تھے۔

(سی) جہاں تک رومیوں کا تعلق ہے انھوں نے سزا کے طور پر جیلوں کا استعمال کیا۔ سب سے قابل ذکر جیل 640 قبل مسیح میں **میری ٹائم** کے نام سے گندگی کے ڈھیر پر قائم کی گئی تھی اور قیدی بہت ہی غلیظ صورت حال میں انسانی فضلے پر محبوس ہوتے تھے۔

(ڈی) مغرب میں سترہویں صدی کے دوران سزاؤں کا عمل درآمد عام لوگوں کے سامنے غیر مجاز افعال کے تدارک کے لیے تھیٹر کے طور پر پیش کیا جاتا تھا تاکہ غریب طبقہ اس سے خوف زدہ ہو اور سیاسی مخالفین کو نیچا دکھایا جا سکے۔ چنانچہ عوامی ردعمل نے جیلوں کو جنم دیا جہاں نجی طور پر سزا دی جائے گی۔

(ای) اٹھارویں صدی میں سزا دینے کے بعد سزا پر عمل درآمد کی جگہ کیلئے جیل کا تصور دیا گیا لیکن یہ پہلے ادوار سے بہتر متبادل تھا اور یہ تصور کیا جاتا تھا کہ قید تنہائی کی سزا مجرموں کو اپنے افعال پر نادم ہونے کا موقع فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ اصلاح کا بھی موقع دیتی ہے۔

(ایف) اُنیسویں صدی میں دنیا سزا کے بجائے اصلاح اور بحالی کی طرف منتقل ہوگئی اس نظریے نے جیلوں کے مقاصد اور افعال کو بھی تبدیل کر دیا جدید جیلوں کا بنیادی مقصد اصلاح معاشرے کی شمولیت اصلاح اور معاشرے میں کامیاب معاشی بحالی تھا جیل خانہ جات اب اصلاح اور تربیت کے اداروں میں تبدیل ہو گئے ہیں۔

(جی) لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پاکستانی جیلوں کے اندر اصلاح اور بحالی کے تصور پر عمل نہیں کیا گیا۔ قیدی جانوروں سے بدتر حالات میں رہ رہے ہیں۔ کسی بھی صورت میں مشاورت معاشی بحالی، اصلاح اور معاشرے کے حوالے سے کوئی مدد فراہم نہیں کی جاتی بہت سارے قیدی اپنے جرم کی زندگی سے باہر نہیں نکلتے کیونکہ جیلوں سے رہائی کے بعد انھیں بہت سارے سماجی خطرات سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور جیلوں کے پست حالات، اژدھام اور خطرناک مجرموں، دہشت گردوں اور معمولی جرائم میں ملوث قیدیوں میں تفریق کے باعث منشیات کا استعمال اور شدت پسندی کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ جیلوں میں سنگین قسم کے جرائم میں ملوث افراد جیلوں کے پُر ہجوم ہونے کی وجہ سے دوبارہ جُرم کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔

2۔ سزا یافتہ قیدی انسان ہونے کے ساتھ ساتھ انسانی حقوق کے بھی حقدار ہیں۔

(اے) بہت لوگ بشمول سیاسی رہنماؤں کے جو دلائل دیتے ہیں کہ قیدیوں کو اُن کے انسانی حقوق سے لطف اندوز ہونے کا کوئی حق نہیں، اسطرح کے دلائل غلط ہیں اور قانون میں اُن کی کوئی بنیاد نہیں قیدی انسان ہیں اور انسان ہونے کے ناطے وہ تمام حقوق کے حقدار ہیں کیونکہ بالآخر وہ انسان ہیں۔

(ب) انسانی حقوق عالمی حقوق ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص بشمول قیدی کو انسانی حقوق حاصل ہیں انسانی حقوق کسی بھی صورت چھینے نہیں جاسکتے چاہے وہ ایک قیدی ہی کیوں نہ ہو اور ایک انسان کا شخصی وقار ہر حال میں برقرار رہنا چاہیے۔ یہ حقوق کسی بھی صورت چاہے اس نے کوئی بھی جرم سرزد کیا ہو ہر حالت میں ناقابل تنسیخ ہیں۔

(سی) ہمارے نظام میں جب پولیس ملزم کے خلاف مقدمہ درج کرتی ہے تو ملزم کو اُسی وقت حراست میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ماتھے پہ بدعنوانی اور بے ایمانی کی مہر لگا دی جاتی ہے اور اس صورت میں وہ عدالت، پولیس اور معاشرے کی ہمدردی اور رحم کا حقدار نہیں رہتا۔ایسی صورت میں ذہن میں سوال ابھرتا ہے کہ کیا قیدی اپنے تمام موروثی حقوق سے دستبردار ہوگیا ہے؟ اور اس کے ساتھ آزاد انسان کی طرح سلوک نہیں کیا جائے گا۔ یہ نقطہ نظر نہ صرف غلط، غیر اخلاقی اور غیر اسلامی ہے بلکہ عالمی انسانی حقوق کی خلاف ورزی بھی ہے۔سب سے پہلے ہمیں اس سوچ کو تبدیل کرنا ہوگا اس کے بعد ہم قانونی اور انتظامی اصلاحات کو متعارف کرواسکتے ہیں جس کی بنیاد پر ہمارا جیل اور فوجداری نظام انصاف برقرار رہ سکتا ہے۔

3۔ پاکستان میں جیلوں کی صورتحال:

(اے) پاکستان کو برطانوی راج سے جیل کا نظام وراثت میں ملا ہے۔آزادی کے بعد جیل خانہ جات اور اس سے متعلقہ شعبے حکومت کی ترجیح نہیں رہے ہیں۔آئین پاکستان کی رو سے جیل خانہ جات صوبائی معاملہ ہے لیکن ملک میں موجود جیل خانہ جات میں بہتری کبھی بھی صوبائی حکومتوں کی ترجیح نہیں رہی ہے۔

(بی) گزشتہ چند دہائیوں کے دوران جیلوں میں بدانتظامی اور بدعنوانی بہت زیادہ بڑھ گئی ہے اس کے علاوہ جیلوں میں قیدیوں کی تعداد میں روزافزوں اضافہ ہوا ہے لیکن جیلوں کی تعداد میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا ہے۔صوبہ پنجاب میں آزادی سے پہلے 28 جیلیں تھیں اور اب 32 جیلیں ہیں اس کا مطلب ہے کہ 66 سالوں میں صرف چار نئی جیلیں تعمیر کی گئیں ہیں۔

(سی) وقت کی کمی کے باعث ہم صرف پانچ اہم معاملات پر بات چیت کریں گے۔

(i) اژدحام:

سیریل نمبر	صوبہ کا نام	جیلوں کی تعداد	مقرر کردہ گنجائش
1	پنجاب	32	21527
2	سندھ	22	10285
3	خیبر پختونخواہ	23	7982
4	بلوچستان	11	2173
5	آزاد کشمیر	06	530
6	گلگت بلتستان	05	173
	ٹوٹل:۔	99	42670

(ذریعہ معلومات: قومی اکیڈمی برائے جیل انتظامیہ)

مذکورہ بالا خاکے سے چاروں صوبوں، گلگت بلتستان اور آزاد کشمیر کی جیلوں میں موجود گنجائش کو ظاہر کیا گیا ہے ان اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان کی جیلیں پر ہجوم ہیں اور ان میں گنجائش سے زیادہ 35,000 قیدی زیرِ حراست ہیں۔

کرائسس گروپ ایشیاء کی رپورٹ 2011 کے مطابق ریمانڈ پر رکھے گئے قیدی جیل آبادی کا سب سے زیادہ حصہ ہیں۔ لاہور کی ضلعی جیل میں 50,000 سے لے کر 78,000 تک ہیں۔ 3930 بیرکوں اور سیلوں میں قید ہیں اور صرف 1050 قیدیوں کو سیٹ کیا گیا ہے۔

(بی) رہنے کے حالات

پاکستان کی بہت ساری جیلوں کی تعمیر میں موسم گرما کی شدت کو مدنظر نہیں رکھا گیا تا کہ جیلوں کے اندر بڑھتے ہوئے درجہ حرارت پر قابو پایا جاسکے۔ امریکی محکمہ خارجہ کی رپورٹ 2010 کے مطابق حفظانِ صحت کی سہولیات، ہوا کا گزر، درجہ حرارت، روشنی کے علاوہ پینے کے پانی تک رسائی کی سہولیات نا کافی ہیں۔

پاکستانی انسانی حقوق کمیشن کی 2010 کی سالانہ رپورٹ کے مطابق طبی سہولیات کی تمام جیلوں میں کمی ہے۔ کراچی ملیر جیل میں 20200 قیدیوں کی دیکھ بھال پر تین ڈاکٹر مامور ہیں۔ جن میں پچاس قیدی

ایچ آئی وی ایڈز کے مرض میں مبتلا ہیں اور 400 خارش زدہ ہیں ۔ پنجاب میں 255 قیدی ایچ آئی وی ایڈز کے مرض میں مبتلا ہیں ۔ 1979 ہیپاٹائٹس بی اور 5223 ہیپاٹائٹس سی اور 483 قیدی ٹی بی دق کے مرض میں مبتلا ہیں ۔ مزید برآں غیر ملکی قیدی سفری اخراجات کے میسر نہ ہونے کی بناء پر جیلوں میں پڑے رہتے ہیں ۔ اس کے علاوہ اقلیتوں خاص طور پر عیسائیوں اور احمدیوں کو بہت کم سہولیات میسر ہوتی ہیں ۔

جیل عملہ کی طرف سے ہونے والی خلاف ورزیوں کو پرکھنے کے لیے کوئی احتسابی نظام موجود نہیں ہے۔ تشدد کے مختلف طریقے جو کہ قیدیوں پر آزمائے جاتے ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں ۔ انگلیوں سے ناخن اکھاڑنا، گرم پسی ہوئی مرچوں کو آنکھوں میں ڈالنا، ڈنڈوں کے ساتھ پیٹنا اور وحشیانہ تشدد جس میں قیدی کے بازووں کو کلائی سے باندھ کر اُس وقت تک لٹکایا جاتا ہے جب تک کندھے الگ نہیں ہو جاتے اور پاکستان میں یہ تشدد عام ہے۔

(سی) انصاف سے انکار:

اگست 2011 میں چاروں صوبوں میں نچلی سطح پر موجود عدالتوں میں اعداد و شمار کے حساب سے مندرجہ ذیل مقدمات زیر التواء ہیں ۔

پنجاب	927,4387
سندھ	99, 81
خیبر پختونخواہ	99,511
بلوچستان	7,383

مقدمات کے بڑھتے ہوئے بوجھ کی وجہ سے کرائسس گروپ کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں اکثر قیدیوں کو عدالت کے سامنے بہت کم پیش کیا جاتا ہے۔ دوسرا سب سے اہم مسئلہ قانونی نمائندگی کے موثر نظام کی قیدیوں تک رسائی کی کمی ہے۔ بہت کم قیدی اپنے حقوق سے آگاہ ہوتے ہیں اور بہت سارے وکیل کی فیس کے متحمل نہیں ہو سکتے یا ضمانت یا جرمانہ ادا کرنے کے لیے درکار رقم جمع نہیں کر سکتے ۔ قیدیوں کو معمولی جرائم پر جرمانہ عائد کر کے حراست میں رکھا جاتا ہے۔

D) امتیاز اور دوہرے معیار:

کیا یہ سب سے پریشان کن امر نہیں ہے کہ پاکستانی جیلوں کے اندر دوہرے معیار اختیار کیے جاتے ہیں ۔ امیر، بااثر اشخاص اور سیاسی رہنماؤں کے ساتھ عام قیدیوں سے ہٹ کے سلوک کیا جاتا ہے

انکے اہل خانہ اور وکلاء کو آزادانہ ملاقات کی اجازت ہوتی ہے ان کیلئے باہر سے کھانا لانے اور باقی سہولیات کی بھی اجازت ہوتی ہے یا اپنی کوٹھڑیوں میں موبائل فون، لیپ ٹاپ اور ٹیلی وژن بھی رکھ سکتے ہیں۔ اسکے علاوہ اخبار منگوانے کی بھی اجازت ہوتی ہے اکثر ڈاکٹروں کو رشوت دے کے سرکاری ہسپتالوں میں منتقل ہو جاتے ہیں جہاں پر وہ وی آئی پی کمروں میں رہتے ہیں جبکہ غریب اور پسماندہ قیدی سلاخوں کے پیچھے طبی امداد نہ ملنے کے باعث ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دم توڑ جاتے ہیں۔ جنہیں کوئی طبی سہولت میسر نہیں ہوتی۔

E) خواتین اور بچے

پاکستان میں قید خواتین اور بچے سب سے زیادہ خطرات سے دو چار ہوتے ہیں۔ صرف پنجاب میں تقریباً 78% قیدی خواتین پولیس کی تحویل میں بُرے سلوک اور 72% جنسی استحصال کی شکایت کرتی ہیں۔ ان خواتین میں اکثر حاملہ ہو جاتی ہیں اور مناسب طبی سہولیات کے بغیر بچوں کو جنم دیتی ہیں۔ جنسی استحصال سے ایچ آئی وی ایڈز کی بیماری بھی منتقل ہوتی ہے۔ جس کا علاج کبھی بھی نہیں ہوسکتا۔ خواتین کی اصل مشکل یہ ہے کہ وہ کس شخص سے مدد حاصل کریں؟ ان کے اہل خانہ ان کی دیکھ بھال نہیں کرتے اور نہ ہی ان سے رابطہ کرتے ہیں اس وجہ سے یا اپنے مقدمات کی پیروی نہیں کر سکتیں اور نہ ہی ان کے پاس وکیل کی فیس ہوتی ہے جو ان کی طرف سے پولیس کے خلاف شکایت درج کرا سکے۔

انسانی حقوق کمیشن پاکستان نے اپنی رپورٹ میں نشاندہی کی ہے کہ سنٹرل جیل روڈ لاہور میں واقع خواتین کے سیل سڑک سے ہر راہگیر کو نظر آتے ہیں اور ان کے غسل خانوں کی دیواریں چار فٹ اُونچی ہوتی ہیں اس طرح کا ذلت آمیز اور جانوروں جیسا سلوک نہ صرف آئین کی رُوح کے منافی ہے بلکہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ مزید برآں اٹھارہ سال سے کم عمر بچیوں کے لیے علیحدہ سیل موجود نہیں ہیں۔

اقوام متحدہ کی تنظیم برائے انسداد منشیات و جرائم (UNODC) نے واضح کیا ہے کہ کسی بھی جیل میں بچوں کی نگہداشت اور ان کی تعلیم کے حوالے سے سہولیات موجود نہیں ہیں۔ خواتین کو تولیدی صحت کی سہولیات یا تو بہت کم حد تک میسر ہوتی ہیں یا سرے سے نہیں ہوتیں۔ اکتوبر 2010 میں پنجاب کے وزیر جیل خانہ جات نے اسمبلی میں بتایا کہ پنجاب کی 32 جیلوں میں ایک بھی گائنا کالوجسٹ میسر نہیں ہے۔

جہاں تک قید بچوں کا تعلق ہے تو 2009 کے اعداد و شمار کے مطابق ملک میں 1662 بچے قید ہیں جن میں 123 سزا یافتہ ہیں جبکہ 1539 بچے ٹرائل کا انتظار کر رہے ہیں۔ بچوں کی تعلیم کا حق، صحت اور تحفظ بشمول جنسی استحصال کے حوالے سے قانونی حراست میں خلاف ورزیاں سامنے آئی ہیں۔ ایسے بچوں کو تحفظ

اور بحالی جیسی سہولیات دستیاب کرنے کے بجائے جیل مظالم انہیں سخت جان مجرم اور عسکریت پسند مجرم بناتے ہیں۔ بہت سے بچے ایسے ہیں جو دوسروں کے ہاتھوں استعمال ہو کر چھوٹی موٹی چوریوں کے جرم میں ملوث ہو جاتے ہیں اور کچھ جیلوں میں قید ماؤں کے ہاں پیدا ہونے کے باعث سزا کاٹ رہے ہوتے ہیں یہ بچے ہمارے ملک کا مستقبل ہیں ہمیں اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

(ای) انسانی وسائل کا انضمام

خودمختاری کی کمی، سیاسی بھرتیاں، بدعنوانی، بے ایمانی، رشوت، دھوکہ دہی اور انسانی حقوق سے پہلوتہی جیل سٹاف کی خصوصیات سے منسلک ہیں۔ ہماری ملک میں صرف ایک تربیتی ادارہ لاہور میں موجود ہے جو وفاقی حکومت کے دائرہ اختیار میں آتا ہے صوبائی سطح پر کوئی تربیتی ادارہ موجود نہیں ہے۔ جیلوں کو متوثر بنانے کیلئے عملے کی تربیت بہت ضروری ہے۔ اس کے علاوہ قیدیوں کو بحالی اور مشاورتی سہولیات میسر ہونی چاہئیں۔ تجارتی مہارت سکھانے کے ساتھ اسلام کی تعلیمات سے بھی روشناس کرایا جائے تاکہ قیدی اپنے کیے پر نادم ہو سکیں اور عسکریت پسندی کو جیلوں کے اندر ہی ختم کیا جا سکے۔ جیل کے اندر ماہر نفسیات کی تعیناتی کی جائے تاکہ وہ آنے والے ہر نئے قیدی کا معائنہ کرنے کے بعد ضروری ہدایات جاری کر سکے۔

میں پر امید ہوں کہ مذکورہ بالا اعداد و شمار نہ صرف آپ کو اس بات پر مائل کر لیں گے کہ جیل اصلاحات نہ صرف بہت ضروری ہیں بلکہ وقت کی اشد ضرورت ہیں۔ ہماری جیلیں غیر فعال فوجداری نظام انصاف کی نشاندہی کرتی ہیں بلکہ جرم کے تدارک کے لیے ریاستی ناکامی کو بھی نمایاں کرتی ہیں۔ ہماری جیلیں قیدیوں کے حقوق کے تحفظ میں ناکام ہو چکی ہیں۔ قیدی بھی پاکستان کے باعزت اور معزز شہری ہیں جانور نہیں جن کو چڑیا گھر میں بند کیا جائے۔ میں اپنے مقالہ کا اختتام قرآن پاک کی سورہ الدھر کی ان آیات سے کرتا ہوں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

﴿اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو﴾

﴿ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکرگزاری نہیں مانگتے﴾

﴿بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش نہایت سخت ہے﴾

جیل اصلاحات: وقت کی اشد ضرورت

جناب طارق کھوسہ، مشیر برائے UNODC

زیرِ نظر مقالہ میں پاکستانی جیلوں میں گنجائش سے زائد اسیران، عملہ کی کمی اور فنڈز کی قلت جیسے مسائل کا جائزہ لیا گیا۔ ملک میں جیلوں کے حالات اور قیدیوں کے حقوق سے متعلقہ مروج قوانین کا تذکرہ کیا گیا اور انہیں بین الاقوامی معیارات سے متضاد قرار دیا۔ جیل عملہ کی تعداد اور ان میں تربیت میں کمی کی شکایت کی گئی۔ قومی عدالتی پالیسی کے زیرِ اہتمام عدلیہ کے جیلوں کے دوروں کو سراہا اور مثبت نتائج کا اعتراف بھی کیا گیا ہے۔ حکومت پاکستان کے ساتھ UNODC کے جو قیدیوں کی اصلاح اور فلاح کیلئے پاکستان میں شروع کئے اشتراکی منصوبوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ UNODC بین الاقوامی ماہرین کی خدمات حاصل کر کے پاکستان میں قیدیوں اور جیل کے متعلق قوانین پر جدید نظریات اور بین الاقوامی قوانین کی روشنی میں کام ہو رہا ہے اور اس ضمن میں UNODC نے کچھ دستاویزات بھی تیار کی ہیں جنہیں حکومت پاکستان کی رضامندی کے بعد ملک میں نافذ کیا جائے گا۔ مزید بتایا گیا ہے کہ UNODC جیل عملہ اور متعلقہ حکام کی تربیت پر بھی خصوصی توجہ دے رہی ہے اور شعبہ ریکلیمیشن (Reclamation) اور پروبیشن کے افسران کو جدید بنیادوں پر تربیت فراہم بھی کی گئی ہے جو اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں۔ UNODC حکومت پاکستان سے مل کر قومی عدالتی پالیسی کے صحیح نفاذ کا خواہش مند ہے۔

پاکستان کا نظامِ جیل گنجائش، سٹاف اور فنڈز کی کمی کا شکار ہے۔ ملک کی 102 جیلوں میں گنجائش 45472 افراد کی ہے۔ ایک زیادہ قابلِ غور مسئلہ زیرِ سماعت قیدیوں کی غیر معمولی تعداد کا ہے جس کی وجہ سے جیل کی آبادی کا 68% زیرِ سماعت قیدیوں پر مشتمل ہے۔

مزید برآں قیدیوں کو بحالی کے پروگرام غیر موزوں ہوتے ہیں جن میں زیادہ تر مذہبی نوعیت کی تعلیمات دی جاتی ہیں جس کا قیدیوں کی رہائی پر بہت کم اثر پڑتا ہے۔ اگرچہ تعلیم اور پیشہ ورانہ / ہنر مند

تربیت قیدیوں کی بحالی کے اہم اجزاء ہیں لیکن تعلیم اور پیشہ ورانہ تربیت کیلئے انتظامات کی کمی ہوتی ہے اگر یہ پروگرام کہیں دستیاب بھی ہوں تو زیادہ تر غیر ملکی یا غیر سرکاری تنظیمیں ایسی تعلیم اور تربیت فراہم کرتی ہیں یہ تربیت قیدیوں کی ضروریات پوری کرنے کیلئے ناکافی ہے کیونکہ قیدیوں کی زیادہ تعداد ان پڑھ ہوتی ہے۔ اس رجحان میں تقویت کا پتا اس سے بھی چلتا ہے کہ زیرِ سماعت قیدی جن کی جیلوں میں اکثریت ہے، ان کو یا تو ایسے پروگراموں میں شامل نہیں کیا جاتا یا پھر آغاز سے ہی نکال دیا جاتا ہے۔

مزید یہ کہ جیل کے انتظام و انصرام کے قوانین بشمول قانونِ جیل خانہ جات مجریہ 1894 (Prison Act) اور قواعد جیل خانہ جات مجریہ (prison Rules 1978) بھی ماضی بعید کے وضع کردہ ہیں اور قیدیوں سے سلوک کے اقوام متحدہ کے بین الاقوامی قواعد UN Standard Minimum Rules (SMR) سے مختلف ہیں اور جو متعلقہ ہیں وہ بھی بحالی، سیکورٹی اور کنٹرول کے اصول پر مبنی ہیں اور ان میں کئی دفعات SMR کی خلاف ورزی پر مبنی ہیں۔

جیل کا عملہ بھی ناکافی ہے، یہ قلیل عملہ تربیت کے فقدان ناموزوں حالات اور ناکافی/نامناسب تنخواہوں جیسے مسائل کا شکار ہے۔ جنھیں قیدیوں کی بحالی کی ضروریات کا ادراک نہیں بلکہ وہ مذہبی فلاحی تنظیموں کو بحالی کی تعلیمات کا مخزن سمجھتے ہیں۔ جیل کے طویل اوقات پر مشتمل حالات کئی دفعہ جیل کے عملے کو عام حالات سے زیادہ ذہنی دباؤ میں مبتلا کر دیتے ہیں، بلکہ بعض دفعہ زیادہ تناؤ میں غیر معمولی اضافہ کر دیتے ہیں۔

وفاقی سطح پر عملہ کی تربیت قومی تربیت گاہ برائے انتظام جیل خانہ جات (NAPA) وزارتِ داخلہ کے زیرِ انتظام محکمہ کی ذمہ داری ہے۔ عملی طور پر ناپا (NAPA) میں تربیت حاصل کرنے والے عملہ کی غالب اکثریت افسران پر مشتمل ہوتا ہے۔ جیل کی ملازمت اختیار کرنے والے عملہ کی ضروری تربیت نہیں ہوتی بلکہ عملہ کی بڑی تعداد نے تربیت حاصل ہی نہیں کی ہوتی جبکہ مختلف صوبوں میں تربیت کی سطح مختلف ہے۔ عملہ کی کمی اور تربیت کے فقدان کی وجہ سے جیل کے انتظام و انصرام، نظم و ضبط اور نگرانی کیلئے سزا یافتہ قیدیوں پر انحصار کرنا پڑتا ہے جو بین الاقوامی معیار کے قواعد (SMR) کی خلاف ورزی ہے۔ پیرول پر رہا اور پروبیشن پر چھوڑے گئے ملزموں / قیدیوں کی نگرانی ریکلیمیشن اور پروبیشن ڈائریکٹوریٹس کی ذمہ داری ہے مگر یہاں بھی افسران کی شدید قلت ہے اور ملک بھر میں کل گیارہ ہزار (11000) قیدیوں کیلئے صرف ترانوے (93) پیرول اور پروبیشن افسران تعینات ہیں۔

موجودہ دور میں نگرانی کا مطلب ہے کہ پیرول اور پروبیشن کی بابت رپورٹس باقاعدگی سے مناسب وقفوں سے پیرول اور پروبیشن افسران کو پیش کرنا۔ وسائل کی کمی کی وجہ سے پروبیشن افسران اہم ذمہ داریاں ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں جیسا کہ اپنے متوکلین کے شہری بننے کیلئے تعاون ومعاونت مہیا کرنا۔ کم سن مجرمان کو انصاف کی فراہمی کے قانون کے اطلاق کیلئے پروبیشن افسران کی متعدد اہم ذمہ داریاں ہوتی ہیں جیسے کہ ضمانت یا پروبیشن کے تحت رہا کیئے گئے بچوں کی دیکھ بھال اور نگرانی اور سماجی انکوائری رپورٹس کی تیاری وغیرہ۔

جیسا کہ پروبیشن پر رہا قیدیوں / ملزمان کی تعداد میں اضافہ کے ساتھ ریکلیمیشن اور پروبیشن ڈائریکٹوریٹ کو ریکلیمیشن اور پربیشن ڈائریکٹوریٹ کے مسائل کا اعادہ اور جیلوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کو کنٹرول کرنے کیلئے وفاقی اداروں اور عدالتِ عظمیٰ نے محکمہ داخلہ پر دباؤ ڈالا ہے کہ وہ ریکلیمیشن اور پروبیشن ڈائریکٹوریٹ کی استعداد میں اضافہ کرے۔

جیلوں کا بیرونی جائزہ زیادہ تر عدلیہ نے لیا ہے۔ موجودہ دفعات کے تحت ایک ڈسٹرکٹ جج اور مجسٹریٹ قیدیوں کو ضمانت یا پروبیشن پر رہائی کیلئے جیلوں کا دورہ کرنے کے پابند ہیں۔ موجودہ چیف جسٹس کی زیرِ نگرانی قومی عدالت پالیسی 2009 کے بعد ججوں نے جیلوں کے دورے بڑھا دیئے ہیں جس کی وجہ سے جیلوں کی آبادی میں خاطر خواہ کمی ہوئی ہے۔ عدالتِ عظمیٰ کے چیف جسٹس صاحب کی ہدایات اور خصوصی دلچسپی کی وجہ سے ضلعی عدلیہ کے جج اور مجسٹریٹ صاحبان نے جیل کے دوروں کی تعداد میں اضافہ کر دیا ہے۔ نتیجتاً معمولی نوعیت کے جرائم میں ملوث قیدیوں کی ہر 15 روز کے بعد رہائی کی وجہ سے قید خانوں کی آبادی کے حجم پر خاطر خواہ فرق پڑا ہے۔ پاکستان قواعد قید خانہ جات مجریہ سال 1978ء پاکستان میں جیلوں کے قواعد کا خاکہ وضع کرتے ہیں مگر اس نظام کو صحیح معنوں میں فعال نہیں کیا گیا۔ وزارتِ انسانی حقوق جیلوں کے دورہ جات کی نگرانی کرتی ہے مگر اس کے وسیع اختیار کار اور محدود استعداد کار کی وجہ سے ان عارضی دوروں کی خاص افادیت نظر نہیں آتی۔

پاکستان میں موجودہ جیل خانہ جات کا نظام ماضی بعید سے لاگو ہے جس میں اصلاح و بہتری کی ضرورت ہے۔ سال 2009ء کی جوڈیشل عدالتی پالیسی جیسے اقدامات عدالتوں سے بدعنوانی کے خاتمہ، فوجداری انصاف کے طریقہ کار کو تیز کرنا، پروبیشن اور ضمانت کے استعمال میں اضافہ اور پیرول اور پروبیشن نظام میں بہتری کے اقدامات اچھا آغاز ہیں مگر ان کے مئوثر نفاذ کیلئے مزید اقدامات اٹھانے کی ضرورت

ہے۔حکومتِ پاکستان کے ساتھ کام کرتے ہوئے، اقوام متحدہ کی منشیات اور جرائم کی تنظیم (UNODC) نے اپنے ملکی پروگرام میں ایسے اقدامات کا منصوبہ دیا ہے جو متعلقہ اداروں کو بااختیار بنانے اور نظام جیل کی اصلاح اور اسے بین الاقوامی معیار کے مطابق بنانے کیلئے اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔ قیدیوں کا جیلوں میں نمایاں اژدحام (رش)، بحالی کے اختیار کی کمی، کمزور انتظامی عملہ کی ناکافی اور نامناسب تعداد و تربیت، متبادل ذریعوں کے چند آپشن اور جائزہ کی کمی کا مطلب ہے کہ جیل کا ماحول قیدیوں کی انتہاپسندی کیلئے سازگار/مددگار ہے۔

UNODC نے سال 2010ء میں پاکستان نظام جیل کی شعبہ وار جانچ بعنوان **"پاکستان نظام جیل کی جانچ"** کے تحت پاکستان کی جیلوں اور شعبہ ریکلیمیشن اور پروبیشن کیلئے امدادی پروگرام سال 2011ء شروع کیا ہے۔ اس مشن کا ارتکاز نظام جیل کی قانونی اور ضابطہ میں اصلاحات پر تھا۔ اقوام متحدہ کی تنظیم برائے منشیات وجرائم (UNODC) پاکستان کے نظام فوجداری انصاف اور انصاف کی فراہمی ونفاذ کے طریقہ کار بشمول نفاذِ قانون، استغاثہ اور جیل خدمات وغیرہ کیلئے 2011 میں حکومتِ پاکستان کی امداد و معاونت شروع کی ہے۔ منصوبہ کا مقصد ملک کے نظام جیل خانہ میں قانونی اور انضباطی اصلاحات رائج کرنا تھا۔ UNODC نے حکومتِ پاکستان کو ملک کے فوجداری نظام انصاف اور انصاف کی فراہمی کے طریقہ کار بشمول قانون نافذ کرنے والے اداروں، استغاثہ اور جیل کے معاملات میں معاونت فراہم کی۔

قواعد (جلد 1) کیلئے بین الاقوامی ماہرین کی خدمات کو بروئے کار لاکر کام کا آغاز ہوا۔ یہ قواعد ملک میں نظام جیل کے اصول وطریقہ کار اور معیار کا ڈھانچہ مہیا کریں گے۔ جولائی 2012ء میں ضوابط (جلد II) کی ترویج پر کام شروع کیا گیا جو کہ ہر صوبہ بشمول پنجاب، سندھ، خیبر پختونخواہ اور بلوچستان کے نظام جیل کیلئے مفصل طریقہ فراہم کرے گا۔ پاکستان میں کنونشن اور سیکنڈری قانون سازی کو یقینی بنانے کیلئے اقوام متحدہ کی تنظیم برائے جرائم ومنشیات نے قومی قانونی ماہر کی خدمات حاصل کی ہیں جنہوں نے ماڈل قواعد کے مسودہ کی نظر ثانی کی ہے۔ حتمی طور پر اس کا جائزہ لینے کے بعد صوبہ پنجاب اور صوبہ سندھ کے ساتھ جیل قواعد پر مشاورت کی گئی ہے۔ مزید برآں جیل خانہ جات کا ایک قانون اقوام متحدہ کی تنظیم (UNODC) نے تشکیل دیا۔ جس کیلئے بین الاقوامی ماہر کی خدمات حاصل کی گئیں ہیں۔ جس نے یہ ماڈل ایکٹ (قانون) بنالیا ہے جس پر جلد حتمی نظر ثانی کے بعد حکومت سے اس کے متعلق گفت وشنید کی جائے گی۔

اگست 2012ء میں پاکستان میں قانونی امداد کی فراہمی کی جانچ کی گئی جس میں ملک میں مہیا کی جانے والی قانونی امداد اور انصاف تک رسائی وغیرہ کا جائزہ لے کر اس شعبہ میں مستقبل کے منصوبوں پر تجاویز مہیا کی گئی ہیں۔

اقوامِ متحدہ کی تنظیم (UNODC) نے پاکستانی جیلوں کی دیکھ بھال کیلئے اہم دستاویزات بھی مرتب کی ہیں جس میں پاکستانی جیلوں کی اندرونی پڑتال کے قوانین (Pakistan Prison Internal Inspection Manual) اور پاکستانی جیلوں کا دورہ کرنے والوں کے قوانین (Pakistan Prison Visitor Manual) شامل ہیں۔ ان دونوں قوانین (Manuals) میں دیکھ بھال / جانچ پڑتال کی کوششوں کو فروغ دینے کیلئے چیک لسٹ بھی شامل ہیں۔

اقوامِ متحدہ کی تنظیم برائے انسداد جرائم و منشیات (UNODC) نے جیل کے جدید قواعد پر مناسب تربیت مہیا کرنے کیلئے متعلقہ عملہ کی فراہمی کو یقینی بنانے کیلئے بھی منصوبہ تیار کیا ہے۔ اس ضمن میں پاکستانی جیل خانہ جات کے عملہ کی تربیت کے وسیع اصلاحاتی طریقہ کار کے تحت تفصیلی ماڈیولز بھی مرتب کئے ہیں، منطقی طور پر امید کی جاسکتی ہے کہ حکومتی تربیتی نظام کا استعمال جدید جیل ضابطوں کے منوثر نفاذ کو فروغ دے گا۔ دیگر تفصیلی ماڈیولز اعلیٰ سطح کے جیل افسران، جیل وارڈن کی تربیت اور خواتین کی جیلوں کے عملے کیلئے بطور تربیتی پیکیج تیار کئے گئے۔ عملہ کی رہنمائی کیلئے ایک قومی تربیتی کورس مرتب کیا گیا اور یہ تربیتی پیکیج کا حصہ ہے۔ جو حال میں متعارف و مرتب کرایا گیا۔

ہوم ڈیپارٹمنٹس اور صوبائی جیلوں کے نامزد نمائندگان نے UNODC پاکستان کے نمائندگان سے مل کر مارچ میں جیلوں کی اصلاحات کیلئے تھائی لینڈ کے مطالعاتی دورہ میں حصہ لیا۔ ان افراد نے تھائی لینڈ کے شعبہ انصاف، مرکزی جیل، خواتین کی جیل، کم سن ملزمان / قیدی کی جیل اور ڈرگ ٹریٹمنٹ سنٹر کا دورہ کیا۔ اس دورہ میں تھائی لینڈ کی حکومت نے تھائی لینڈ کے نظامِ جیل میں قیدیوں کی بحالی، اہلیت اور متبادل طریقے بر خلاف قید وغیرہ کو فروغ دینے کے اقدامات پر دورے کے شرکاء کو بریفنگ دی گئی۔ UNODC کی پاکستان میں قیدیوں کی مخصوص ضروریات اور خواتین جیلوں کی معاملات پر خاص توجہ ہے۔ اس تناظر میں اقوامِ متحدہ کی اس تنظیم نے خواتین قیدیوں اور جیل کے عملہ کیلئے تربیتی مشقوں کا اہتمام کیا۔

جیل انتظامیہ اور جیل اصلاحات کے کام کے علاوہ UNODC نے پاکستان میں پیرول اور پروبیشن قوانین پر مشتمل کتابچہ (ہینڈ بک) صوبائی ریکلیمیشن اور پروبیشن کے شعبہ اور حکومتِ پاکستان کی

مشترک کاوش سے مرتب کیا ہے۔ جبکہ یہ نمونہ اور تصورات پر مبنی کتابچہ (ہینڈ بک) کی بنیاد پیرول اور پروبیشن کے قانون پر منعقدہ ورکشاپوں میں پیش کی گئی تجاویز پر مرتب کی گئی ہیں۔ کتابچہ کو نافذ کرنے کیلئے اقوامِ متحدہ کی منشیات اور جرائم کی تنظیم نے شعبہ ریکلیمیشن اور پروبیشن کے ماسٹر ٹرینرز آٹھ کو تربیت فراہم کی ہے جو ہر صوبہ سے لئے گئے۔ ان تربیت دہندگان (ماسٹر ٹرینرز) نے فروری میں کراچی اور اسلام آباد کے مختلف معاون پروگراموں میں چالیس سے زیادہ پیرول اور پروبیشن افسران کو تربیت دی ہے۔ UNODC کیلئے تربیت دہندگان کی تربیت اوّلین ترجیح ہے کیونکہ یہ بین الاقوامی اصولوں اور متبادل ذرائع کو مقامی نظام سے ہم آہنگ کرنے اور تعلیمی پروگراموں کیلئے اداروں کی استعداد میں اضافہ کرتی ہے۔

صوبائی شعبہ پیرول اور ریکلیمیشن اور پروبیشن اپنے متعین کردار اور انتہائی مخلص افسران کے ساتھ نظامِ فوجداری انصاف کے ناگزیر شراکت دار ہیں۔ قیدیوں اور ملزمان کی معاشرہ میں دوبارہ واپسی اور بحالی براہ راست معاشرتی دفاع پر اثر ڈالتی ہے۔ ان افسران کی اہم ذمہ داری ہے کہ تمام اداروں میں رابطہ و تعاون یقینی بنائیں۔ اقوام متحدہ کی تنظیم (UNODC) حکومتِ پاکستان سے مل کر قومی عدالتی پالیسی (نیشنل جوڈیشل پالیسی) میں دیے گئے اصولوں اور ڈھانچہ کو نافذ کرنے کی بھرپور کوشش کر رہی ہے۔

جیل اصلاحات: وقت کی اشد ضرورت

جناب فیصل صدیقی، مشیر برائے اٹارنی جنرل پاکستان

جناب فیصل صدیقی مشیر برائے اٹارنی جنرل پاکستان نے گروپ سوئم میں تفصیلی مقالہ پڑھا۔ انہوں نے مقالہ میں جیلوں کی کارکردگی، جرم وسزا کی بناء پر قید کے طریقے، قیدیوں کی اصلاح، آبادکاری اور جیلوں کے ہجوم زدہ ہونے کے مسائل کا تجزیہ کیا اور زیر سماعت قیدیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کا حوالہ دیتے ہوئے پاکستان کی جیلوں میں بند قیدیوں کی تعداد کے متعلق ٹھوس اعداد و شمار پیش کئے اور نتیجہ نکالا کہ جیلوں کے پر ہجوم ہونے کی اصل وجہ زیر سماعت ملزمان کی بڑی تعداد زیر قید ہونا ہے۔ انہوں نے جیلوں کی آبادی اور زیر سماعت ملزمان کے متعلق بین الاقوامی رجحانات کا جائزہ بھی لیا اور چند سفارشات بھی پیش کیں۔ انہوں نے کہا کہ جیلوں میں زیر سماعت ملزمان کی بڑی تعداد کی وجوہات ملزمان کی غربت، مالی مشکلات اور آگاہی کا فقدان ہے۔ انہوں نے قیدیوں کے مسائل کے سدباب کیلئے ٹاسک فورس یا کمیشن کے فوری قیام کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے دوران سماعت سزا کی مدت پوری کرنے والے قیدیوں پر توجہ دینے کا مطالبہ کیا اور عدالت عظمیٰ پاکستان کو آئینی اختیارات استعمال کے کمیشن کے قیام کے احکامات جاری کرنے کا مشورہ بھی دیا۔

کیا جیلوں کی کارکردگی تسلی بخش ہے؟ کیا افراد کو فوجداری جرائم میں قید میں یا حراست میں رکھنا بجز سنگین نوعیت کے جرائم کے اخلاقی طور پر درست ہے؟ کیا جیل خانہ جات اور افراد کی سزائیں مستقبل میں جرائم کے سدِ باب کیلئے عبرت کا باعث ہیں یا سزا یافتہ افراد کی بحالی میں معاون ہیں؟ اور کیا عبرت اور آباد کاری مقاصد کے حصول کیلئے جرائم میں متبادل سزائیں مثلاً گروہی سزائیں، بحالیِ انصاف زیادہ بہتر عمل کرتے ہیں؟ کیا جیل جرائم میں کمی کی بجائے ایسی جگہ بن گئی ہے جہاں مجرم طبقہ تیار اور جرائم میں اضافہ کیا جا رہا ہے؟ یا مائیکل فوکالٹ نے مناسب انداز میں قرار دیا کہ "جیلوں کے منصوبے کی ناکامی فوری سامنے آ گئی تھی اور اس کا اندازہ ابتداء میں لگا لیا گیا تھا۔ 1820 میں یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ جیل مجرمان کو اچھے انسانوں میں بدلنے کی بجائے نئے ملزمان کو پیدا کر رہی ہیں اور موجودہ مجرمان کو جرم کی دلدلوں میں مزید دھنسا رہی ہیں؟ متذکرہ بالا تمام مسائل / سوالات معلوماتی اور پالیسی مباحثوں کا مسلسل موضوع رہے ہیں۔ مثال کے طور پر رتھمین کی کتاب "**پناہ کی دریافت**" "**اخلاقی تمیز اور آسائشات**" اور رشتے اور کرچیمر کی "**سزائیں اور سماجی ڈھانچہ**" Iqnotieff کی "**درد کا جائزہ اندازہ**" فوکالٹ کی نظم "نظم وضبط اور سزا" کوہن کی "سماجی تسلط کا نظریہ" آکسفورڈ کی "جرائم کی کتاب" آکسفورڈ کی کتاب "جرائم کی روک تھام" اور ہرش اور ایشورتھ کی "اصولی سزائیں" مباحثوں کے متعلق ہیں۔

لیکن پاکستان میں پالیسی کی ترجیہات کی بنیاد جیل ضروری سزا کیلئے درست ہے اور قید خانے مستقبل کے جرم کے خلاف باعثِ عبرت ہیں، ہونی چاہیے۔ مقالہ میں متذکرہ بالا مسائل اور توجیہات کا براہ راست احاطہ اور مسائل مثلاً پاکستان کی جیلوں کے پُرہجوم اور زیرِ ساعت ملزمان کے مسائل کا جائزہ لیا گیا ہے۔ دیگر الفاظ میں زیرِ ساعت ملزمان کی بڑی تعداد کا جیلوں میں بند ہونا، پاکستان میں جیلوں کے حقیقی مقصد پر سوال اٹھاتا ہے اور جیلوں اور جرائم کی روک تھام کے باہمی تعلق پر سوال کرتا ہے اور جیل اصلاحات جیلوں پر توجہ دیئے بغیر کیسے ممکن ہے جیسے مسائل کا تفصیلاً جائزہ لیا گیا ہے۔

مسائل کا تذکرہ: پُرہجوم جیل اور زیرِ ساعت قیدی

پاکستان میں تقریباً 97 مختلف جیلیں ہیں، جن میں عدالتی حوالات وغیرہ بھی شامل ہیں۔ (جنہیں مجموعی طور پر جیل کہا جائے گا)۔ ان جیلوں میں 44578 افراد رکھنے کی مقررہ گنجائش ہے جبکہ ان میں 75444 قیدیوں کو رکھا گیا ہے لہذا جیلوں کا پُر ہونا یقینی ہے لیکن ان 75444 قیدیوں میں سے صرف 25341 قیدی ایسے ہیں جو سزا یافتہ ہیں اور 49582 زیرِ ساعت مجرمان ہی ہیں۔ زیرِ ساعت ملزمان قیدی تمام جیلوں میں 65.72 فیصد ہیں۔ لہذا یہ بات اہم ہے کہ جیلوں میں زیادہ آبادی زیرِ ساعت ملزمان کی بڑی تعداد پر مشتمل ہے۔

زیرِ ساعت ملزمان کی بڑی تعداد کا یہ مسئلہ کئی سوالات کو جنم دیتا ہے۔ اول یہ کہ اگر جیلوں میں آبادی کی زیادہ تعداد زیرِ ساعت ملزمان کی ہے تو کیا یہ جیلوں کے اصل مقاصد مثلاً جرم کی سزا، مستقبل میں روکنے کیلئے باعثِ عبرت اور سزا یافتہ مجرمان کی معاشرہ میں بحالی ہے کی نفی نہیں کرتا؟ ان میں کسی مقصد کا حصول زیرِ ساعت مجرمان سے نہیں کیا جاسکتا جن کے گناہ کو ابھی عدالت نے ثابت کرنا ہے۔ اس لئے انہیں سزا دی جاسکتی ہے نہ ہی عبرت مزید یہ کہ بحالی کی ترغیب بھی نہیں دی جائے گی۔ دوئم یہ کہ کیا زیرِ ساعت ملزمان کی اتنی بڑی تعداد کو جیلوں میں قید رکھنا جیلوں کی نمائندگی کو متاثر نہیں کرتی؟ یہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 4 (فرد کے قانون کے تحت سلوک کا حق)، آرٹیکل 9 (شخصی تحفظ) اور آرٹیکل 10 A (منصفانہ کارروائی کا حق) کے تحت شخصی وشہری کی نفی بھی ہے۔ سوئم زائد آبادی اور زیرِ ساعت ملزمان کے یہ مسائل جیلوں کے نظام میں اصلاحات کے ذریعے حل کئے جاسکتے ہیں یا ان مسائل کے حل کیلئے فوجداری نظامِ انصاف (مثلاً جیل، عدالتیں یا پولیس اور استغاثہ) کے دیگر پہلوؤں میں اصلاحات کی ضرورت ہے؟

پُر ہجوم جیلیں اور زیرِ سماعت قیدیوں کے مسائل کا ادراک

اس موضوع میں انسانی حقوق کمیشن پاکستان کی رپورٹ کے صفحات نمبر 82 تا 86 میں شائع شدہ معلومات پر انحصار کیا گیا ہے۔ مقالہ سے منسلک (Annexure-A) میں تفصیلی اعداد و شمار دیئے گئے ہیں۔

مختلف جیلوں کے متعلق اعداد و شمار کا جائزہ درج ذیل حقائق افشاء کرتا ہے:۔

1۔ صوبہ بلوچستان کے علاوہ دیگر صوبوں کی جیلوں بشمول گلگت بلتستان (مقررہ گنجائش 2473 ہے، ٹوٹل قیدی 2983، سزا یافتہ 1354، زیرِ سماعت 1129 ہیں) میں زیرِ سماعت ملزمان کی تعداد سزا یافتہ قیدیوں سے زیادہ ہے، پنجاب جس میں زیرِ سماعت ملزمان کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ (مقررہ گنجائش 21527، ٹوٹل قیدی 49889، سزا یافتہ 17181، زیرِ سماعت ملزمان 32108) ہیں۔ جبکہ سندھ میں مقررہ گنجائش 11937، ٹوٹل قیدی 14199، سزا یافتہ 2880، زیرِ سماعت ملزمان 11299 ہیں، دوسرے نمبر پر سب سے زیادہ زیرِ سماعت ملزمان کی تعداد صوبہ خیبر پختونخواہ میں ہے جہاں (مقررہ گنجائش 7996، ٹوٹل قیدی 8113، سزا یافتہ 3742، زیرِ سماعت 4870) لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ زیرِ سماعت ملزمان کے مسائل سب سے زیادہ صوبہ پنجاب جہاں (ٹوٹل قیدی 49889، سزا یافتہ 17781، زیرِ سماعت 32810) اور صوبہ سندھ جہاں (مقررہ گنجائش 11937، ٹوٹل قیدی 14199، سزا یافتہ 2880، زیرِ سماعت ملزمان 11299) میں ہیں۔

2۔ زیرِ سماعت ملزمان کی تعداد پنجاب میں ہر جیل میں مختلف ہے۔ مثال کے طور پر ایسی کم از کم پانچ جیلیں ہیں جن میں سزا یافتہ قیدیوں کی تعداد زیرِ سماعت ملزمان کی تعداد سے زیادہ ہے ان جیلوں میں مرکزی جیل لاہور (سزا یافتہ قیدی 2411، زیرِ سماعت ملزمان 1148)، مرکزی جیل فیصل آباد (سزا یافتہ قیدی 1799، زیرِ سماعت ملزمان 906)، ضلعی جیل ملتان (سزا یافتہ قیدی 1461، زیرِ سماعت ملزمان 938)، مرکزی جیل بہاولپور (سزا یافتہ قیدی 1195، زیرِ سماعت ملزمان 905) اور مرکزی جیل میانوالی (سزا یافتہ قیدی 896، زیرِ سماعت ملزمان 839) شامل ہیں۔ لیکن صوبہ سندھ کی 26 جیلوں جن میں مرکزی جیل حیدر آباد (سزا یافتہ قیدی 930، زیرِ سماعت ملزمان 826)، مرکزی جیل سکھر (سزا یافتہ قیدی 501، زیرِ سماعت ملزمان 396) قیدیوں کی بڑی تعداد موجود ہے جبکہ بدین کے کھلے جیل میں سزا یافتہ قیدی 3 اور زیرِ سماعت ملزمان کوئی نہیں ہے۔ سندھ کی باقی 23 جیلوں میں زیرِ سماعت ملزمان کی تعداد سزا یافتہ قیدیوں سے زیادہ ہے لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ زیرِ سماعت قیدیوں کی تعداد کا سزا یافتہ قیدیوں کی تعداد سے زیادہ ہونا پنجاب کی جیلوں

میں عمومی رجحان نہیں ہے جبکہ سندھ کی جیلوں میں زیر سماعت قیدیوں کا سزا یافتہ قیدیوں سے زیادہ تناسب ایک عمومی رجحان ہے۔

پاکستان کی چند جیلوں میں زیر سماعت قیدیوں کی تعداد سزا یافتہ قیدیوں کی تعداد سے خطرناک حد تک زیادہ ہے۔ مثال کے طور پر ڈسٹرکٹ جیل لاہور میں (سزا یافتہ قیدی 117، زیر سماعت ملزمان 2831)، ڈسٹرکٹ جیل فیصل آباد میں (سزا یافتہ قیدی 147، زیر سماعت ملزمان 2030)، مرکزی جیل کراچی میں (سزا یافتہ قیدی 773، زیر سماعت ملزمان 3120)، ڈسٹرکٹ جیل ملیر کراچی میں (سزا یافتہ قیدی 235، زیر سماعت ملزمان 1915)، ڈسٹرکٹ جیل شکارپور میں (سزا یافتہ قیدی 4، زیر سماعت ملزمان 452) ڈسٹرکٹ جیل گھوٹکی میں (سزا یافتہ قیدی کوئی نہیں اور زیر سماعت ملزمان 295) قیدی موجود ہیں۔ اسی طرح عدالتی حوالات مالاکنڈ میں (سزا یافتہ قیدی کوئی نہیں، زیر سماعت ملزمان 110) قیدی بند ہیں۔ لہذا زیر سماعت ملزمان کی زیادہ تعداد صوبہ سندھ کا عمومی مسئلہ ہونے کے علاوہ مخصوص علاقوں اور جیلوں کا مسئلہ بھی ہے۔

3۔ اگر پاکستان میں سزا یافتہ قیدیوں کی مجموعی تعداد جو 25341 کو پاکستان کی جیلوں کی مقررہ گنجائش جو 44578 سے منہا کیا جائے تو 19237 سزا یافتہ اور زیر سماعت ملزمان کیلئے جگہ بچے گی۔ اسی طرح اگر پنجاب میں مجموعی سزا یافتہ قیدیوں کی تعداد 17781 کو پنجاب میں جیلوں کی مقررہ گنجائش 21527 سے منہا کیا جائے تو تقریباً 3746 سزا یافتہ اور زیر سماعت مجرمان کیلئے جگہ بچتی ہے۔ ایسے ہی سندھ میں سزا یافتہ مجرمان کی مجموعی تعداد 2880 کو مقررہ گنجائش جو 11937 سے منہا کیا جائے تو 9057 سزا یافتہ اور زیر سماعت ملزمان کیلئے گنجائش رہ جاتی ہے لہذا اس تجزیہ سے یہ بات سامنے ہے کہ جیلوں کے پُرہجوم ہونے کی اصل وجہ جیلوں میں گنجائش کی کمی نہیں بلکہ زیر سماعت ملزمان کی بڑی تعداد کا ہونا ہے۔

جیلوں کی آبادی اور زیر سماعت ملزمان: بین الاقوامی رجحانات

پاکستان میں زیر سماعت ملزمان کی زیادہ تعداد کا ہونا انوکھی بات نہیں۔ اس ضمن میں باقی دنیا کی چند مثالیں ذیل میں دی گئی ہیں:۔

a) ریاست ہائے امریکہ: آبادی (306 M)، جیلوں کی آبادی (2266832)، زیر سماعت ملزمان کی تعداد (487369)، امریکہ میں زیر سماعت ملزمان کی تعداد دنیا میں سب سے زیادہ ہے۔

b) برازیل: آبادی (198.1 M)، جیلوں کی آبادی (514582)، زیر سماعت ملزمان کی تعداد (189881)، یہاں بھی زیر سماعت ملزمان کی تعداد کافی زیادہ ہے۔

c) میکسیکو: آبادی (15.5 M) ، جیلوں کی آبادی (237580) ، زیرِ سماعت ملزمان کی تعداد (98121)، یہاں بھی زیرِ سماعت ملزمان کی تعداد زیادہ ہے۔

d) بولیویا: آبادی (10.3 M) ، جیلوں کی آبادی (11516) ، زیرِ سماعت ملزمان کی تعداد (9627)، جس کا مطلب ہے کہ 83.6 فیصد جیل کی آبادی زیرِ سماعت قیدیوں پر مشتمل ہے جو بلاشبہ ایک بڑی تعداد ہے۔

e) وینزویلہ : آبادی (29.2 M) ، جیلوں کی آبادی (43461)، زیرِ سماعت ملزمان کی تعداد (28771)، لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ جیل کی آبادی کا 66.2 فیصد حصہ زیرِ سماعت ملزمان پر مشتمل ہے۔

f) پیرو: آبادی (30.1 M) ، جیلوں کی آبادی (57721) ، زیرِ سماعت ملزمان کی تعداد (33532)، لہٰذا جیل کی آبادی کا 58.6 فیصد حصہ زیرِ سماعت ملزمان پر مشتمل ہے۔

g) ارجنٹائن: آبادی (40.9 M) ، جیلوں کی آبادی (59727)، زیرِ سماعت ملزمان کی تعداد (31153)، لہٰذا جیلوں کی آبادی کا 52.6 فیصد حصہ زیرِ سماعت ملزمان پر مشتمل ہے۔

h) بھارت: سال 2010 میں بھارتی جیلوں میں 384735 قیدی موجود تھے اور جیل کی اس تمام آبادی کا 70 فیصد حصہ زیرِ سماعت قیدیوں پر مشتمل تھا۔

زیرِ سماعت مقدمات کے قیدی: متبادل وجوہات

پاکستان میں جیلوں میں ان افراد کی تعداد کا زیادہ ہونا جن کے فوجداری مقدمات کی سماعت عدالتوں میں جاری ہو عام طور پر فوجداری مقدمات کے فیصلوں میں تاخیر کی وجہ سے ہوتا ہے۔جس کی عام وجہ پولیس اور استغاثہ کی جانب سے تاخیر اور لاپرواہی اور قانونی کردار سے پہلو تہی سمجھی جاتی ہے اور عدالتی نظام میں مقدمات میں بوجھ کو بھی وجہ سمجھا جاتا ہے لیکن ان افراد کا مسئلہ جو فوجداری مقدمہ میں ملوث ہیں، ان میں وہ افراد جو ضمانت پر ہیں اور جیل کی آبادی کا حصہ نہیں اور دوسرا وہ افراد جو کارروائی کے دوران ضمانت پر نہیں ہوتے اور جیل کی آبادی کا حصہ ہوتے ہیں، یہ دو طرح کے افراد شامل ہیں ۔اس مقالہ کا ان سوالات سے تعلق نہیں کہ اتنی زیادہ تعداد میں فوجداری مقدمات میں کیوں کارروائیاں چل رہی ہیں اور فوجداری مقدمات کی بڑی تعداد التواء کا شکار کیوں ہے؟ مقالہ کا تعلق صرف اس مسئلہ سے ہے کہ زیرِ سماعت فوجداری کارروائیوں کے بے پناہ مقدمات میں اس قدر زیرِ سماعت ملزمان جیلوں میں کیوں ہیں؟ بالفاظِ دیگر ان ملزمان کی بڑی تعداد کو بلاواسطہ ضمانت پر رہائی اور فوری کارروائی کے فوائد کیوں مہیا نہیں؟

سماجی پالیسی کیلئے قیاس آرائی کی مشق میں درج ذیل دومثالیں بیان کرنا چاہوں گا: ۔

غریب اور زیرِ سماعت مقدمات کے ملزمان

فوجداری نظامِ انصاف تک رسائی کا تعلق منوثر قانونی نمائندگی اور دیگر الفاظ میں ایک معقول اور قابل وکیل تک رسائی اور ایسا مالی استعداد پر منحصر ہے۔ ایسا ملک جہاں عمومی اور منوثر قانونی امداد کا نظام موجود نہیں، جو غریب ملزمان اور بطور خاص مفلس زیر سماعت ملزمان اور معاشرہ کے پسے ہوئے طبقہ کی قانونی اعانت کرنے کا انتظام کرے، جب کہ یہ حیران کن ہے کہ جیلوں میں بڑی تعداد زیرِ سماعت ملزمان کی موجود ہے۔ اسی وجہ سے شاید مرلی دھر نے اپنی کتاب **قانون، غریب اور قانونی مدد،** Rode نے اپنی کتاب **"انصاف تک رسائی"** اور ینگ اور وال نے **"فوجداری انصاف تک رسائی"** میں فوجداری نظام انصاف میں حقوق تک رسائی اور غرباء اور مستحق طبقہ کو قانونی مدد کی فراہمی کے مابین تعلق پر زور دیا ہے۔ لہذا ضروری نہیں کہ زیرِ سماعت ملزمان کی بڑی تعداد کا مسئلہ فوجداری مقدمات کے فیصلوں سے متعلق ہو بلکہ زیادہ امکان ہے کہ یہ مسئلہ بنیادی طور پر ان ملزمان کی غربت اور اچھا وکیل حاصل نہ ہونے کے متعلق ہو جو ان کے مقدمات کی پیروی دادرسی مثلاً ضمانت پر رہائی یا سماعت زور دے کر کرے۔ ضمانت بھی مچلکہ ملکیت یا زری بنیاد پر دی جاتی ہے جو کہ غریب زیر کارروائی ملزمان کے ساتھ امتیازی سلوک کے زمرہ میں آتی ہے کہ اگر وہ مطلوبہ مچلکہ کا انتظام نہ کر پائیں تو وہ رہا نہیں ہونگے، جو کہ غریب اور زیرِ سماعت ملزمان کے مابین تعلق ظاہر کرتی ہے۔

شعور کے فقدان اور احتساب کی عدم موجودگی

جیلوں میں باقاعدگی سے معلومات کے تبادلے کا ایسا کوئی نظام نہیں ہے جس سے اہم متعلقہ اداروں جن میں پولیس، استغاثہ اور عدالتوں کو مطلع کیا جاتا رہے اور وہ باقاعدگی سے زیرِ سماعت قیدیوں (زیرِ تفتیش یا زیرِ استغاثہ) کی موجودگی سے آگاہ رہیں اور انہیں معلوم ہو کہ ان کے مقدمات کن عدالتوں میں ہیں اور عدالتوں کو معلومات دینا کہ کتنے عرصہ سے ایک ملزم جیل میں ہے۔ معلومات کا فقدان زیرِ سماعت ملزمان کی بڑی تعداد کے جیل میں موجودگی اہم مسئلہ سے انکار میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ دیگر لفظوں میں کہا جا سکتا ہے کہ آگاہی کا فقدان انکار کی وجہ ہے اور یہ مسئلہ عوامی بحث کا موضوع بننے سے رہ جاتا ہے۔ مزید برآں، یہ انکار اور آگاہی کا فقدان اس وجہ سے جنم لیتے ہیں کہ حکومت احتساب کرنے میں ناکام رہی ہے کہ پاکستانی جیلوں کی آبادی کا 65.72 فیصد حصہ زیرِ سماعت ملزمان پر کیوں مشتمل ہے؟ آگاہی کے

فقدان اور طریقہ کار سے انکار اور احتساب کی عدم موجودگی باعثِ فکر ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس حقیقت کو قبول کیا جائے کہ نظامِ جیل خانہ زوال کے قریب ہے۔

نتیجہ اور عارضی سفارشات

میں پالیسی سفارشات پیش کرنے سے قبل اس مقالہ کے نتائج بیان کرنا چاہوں گا:۔

اگر پاکستان کی جیلوں کی آبادی کا 65.72 فیصد حصہ زیرِ سماعت قیدیوں پر مشتمل ہے تو کیا پاکستان کے نظامِ جیل خانہ نے سزا، عبرت اور بحالی کا اصل کام کرنا ترک کر دیا ہے؟ جیلوں کے پُر ہجوم ہونے کا براہِ راست تعلق جیلوں میں گنجائش کی کمی نہیں بلکہ بڑی تعداد میں زیرِ سماعت ملزمان کی موجودگی جیلوں میں زیرِ سماعت ملزمان کی صوبائی اور مرکزی سطح میں مختلف ہے۔ جیلوں میں زیرِ سماعت قیدیوں کی زائد تعداد کی موجودگی صرف پاکستان کا مسئلہ نہیں بلکہ دیگر کئی ممالک کا بھی مسئلہ ہے۔ پاکستان کی جیلوں میں زیرِ سماعت قیدیوں کی زائد تعداد میں موجودگی ان کی وجوہات غربت اور مالی مشکلات ہیں جن کی وجہ سے وہ قابل وکیل کی خدمات حاصل نہیں کر سکتے۔ حکومت بھی اس مسئلہ سے آگاہی کے فقدان اور احتساب کی عدم موجودگی کی بناء یہ ذمہ داری ٹھہرائی جا سکتی ہے۔ متذکرہ بالا بحث اور نتائج کے تناظر میں چند سفارشات درج ذیل ہیں:۔

پاکستان کی جیلوں کی آبادی کا 65.72 فیصد حصہ زیرِ سماعت قیدیوں پر مشتمل ہے لہٰذا ریاست کے تمام اداروں، بطورِ خاص صوبائی اور وفاقی حکومتوں کو اس مسئلہ کی اہمیت کا ادراک عوامی سطح پر کرنا چاہیے اور اس مسئلہ کو فوجداری نظامِ انصاف کا اولین سمجھ کر فوری توجہ دینی چاہیے اور سفارشات کی بنیاد پر مسئلہ کا جائزہ لے نے کیلئے ٹاسک فورس یا کمیشن کا قیام عمل میں لایا جانا چاہیے۔

مزید تفصیلی اعداد و شمار متعلقہ اسٹیک ہولڈرز، بالخصوص وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے جمع کئے جانے چاہئیں، جس میں ان کی زیرِ حراست کی مدت، جرائم کی نوعیت، وکیل کی سہولت ایک تا چھ ماہ کے دوران عدالت کے رُوبرو پیشی کی تفصیلات، مقدمہ کی سماعت میں کارروائی کی تفصیلات وغیرہ شامل ہونی چاہیے۔ یہ عام ہے کہ زیرِ سماعت ملزمان کی بڑی تعداد ایسے قیدیوں کی ہے جو دورانِ سماعتِ مقدمہ اس سزا سے زیادہ وقت جیل میں گزار لیتے ہیں جو کہ ارتکاب جرم کی زیادہ سے زیادہ سزا ہے یا زیرِ سماعت ملزمان کارروائی سے قبل کی حراست میں 75 سے 90 فیصد تک کی زیادہ سے زائد گزار لیتے ہیں جو انہیں کارروائی کے اختتام پر دی جاتی ہے۔

جیل حکام اور استغاثہ کو ہدایات دی جانی چاہئیں کہ وہ ابتدائی سماعت کی عدالتوں کو ہر تاریخِ پیشی پر کارروائی سے قبل ملزم کی حراست کی مدت کے متعلق آگاہ کریں اور بالخصوص جب حراست کا دورانیہ جرم میں 50 فیصد سے زائد سزا سے بڑھ جائے۔

آئینی اختیارات کے تحت سپریم کورٹ کمیشن کے قیام کی تجاویز کا جائزہ لے۔ جو ان مسائل اور زیرِ سماعت قیدیوں کے مسائل کا جائزہ لے کر کمیشن کی رپورٹ پر ضروری احکامات جاری کرے اور خاص طور پر زیرِ سماعت قیدیوں کے متعلق کہ جن کا قبل کارروائی حراستی دورانیہ جرم میں زیادہ سے زیادہ سزا سے بڑھ گیا ہو، جو کہ مقدمہ کے فیصلہ کے بعد انہیں دی جانی تھی اور ان افراد کا بھی جو جرم کی زیادہ سے زیادہ سزا کا 75 سے 90 فیصد حصہ دورانِ سماعت جیل میں گزار چکے ہیں۔

جیل اصلاحات: وقت کی اشد ضرورت

مس خاور ممتاز، چیئر پرسن، قومی کمیشن برائے خواتین، اسلام آباد

مقالہ میں جیلوں میں قید خواتین کے مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے اور پاکستان کی مختلف جیلوں میں قید خواتین کی تعداد کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ UNODC کے تجزیے کے مطابق دیگر سنگین مسائل مثلاً بنیادی سہولتوں کا فقدان، طبی نگہداشت کی غیر موجودگی، بچوں کی دیکھ بھال، ذہنی و نفسیاتی مسائل، انصاف تک عدم رسائی، رہائی کے بعد آبادکاری اور خاندان سے رابطوں کا انقطاع کا ذکر کیا گیا ہے۔ جیلوں میں خواتین ڈاکٹروں کی عدم دستیابی اور زچگی کی پیچیدگیوں میں مناسب سہولیات کی عدم موجودگی اور قیدی خواتین کے نومولود بچوں کی دیکھ بھال کے نامناسب انتظامات کی جانب توجہ دلاتے ہوئے خواتین میں دماغی امراض اور نفسیاتی مسائل کے علاج معالجے کی ضرورت پر بھی زور دیا گیا ہے اور قیدی خواتین کے خاندانوں کے قطع تعلق کر لینے کی وجہ سے ان میں پیدا ہونے والے عدم تحفظ کے احساس کے خاتمہ کیلئے انہیں پیشہ ورانہ ہنر فراہم کرنے کی تجویز دی گئی تاکہ یہ خواتین رہائی کے بعد آزاد معاشرہ میں اپنا مقام حاصل کر سکیں۔ خواتین قیدیوں کے مقدمات کی سماعت میں تاخیر کے

> مسئلے اور مالی مشکلات کی وجہ سے مقدمے کی پیروی نہ کر پانے کے مسئلہ کی بھی نشاندہی کی۔ جیل ہینڈبک کی متعلقہ شقات کا حوالہ دیا گیا ہے جو خواتین قیدیوں کو حاصل سہولیات سے متعلق ہیں۔ ان مسائل کے تدارک کیلئے تجاویز دی گئی ہیں جیل میں قید خواتین کے مسائل کے جائزہ کیلئے قابل خاتون سماجی کارکن کا تقرر کیا جائے جو خواتین قیدیوں کے حالات کا جائزہ لے اور خواتین کی غذائی ضروریات اور زچگی سے متعلق طبی سہولیات کے فقدان کا نوٹس لیا جائے، ان کی پیشہ ورانہ تربیت کی جائے تاکہ وہ معاشرہ میں اپنا مقام بنا سکیں۔ دماغی اور اعصابی بیماریوں میں مبتلا خواتین کو علاج کی سہولت بہم پہنچائی جائے اور ضرورت مند خواتین کو قانونی مدد اور مشورہ کے انتظامات کئے جائیں۔

پاکستان میں خواتین قیدیوں کی تعداد مقابلے میں کم ہی ہے انسانی حقوق سے متعلق انسانی حقوق کمیشن آف پاکستان (HRCP) کی رپورٹ مجریہ 2012 کے مطابق پاکستان کے چاروں صوبوں اور گلگت بلتستان میں پچھتر ہزار (75,000) قیدیوں میں خواتین قیدیوں کی تعداد گیارہ سو (1100) تھی۔ خواتین قیدیوں کی سب سے زیادہ تعداد پنجاب میں ہے جو سات سو اکیانوے (791) ہے اور سب سے کم تعداد گلگت بلتستان میں ہے۔ جیلوں سے متعلق مختلف قوانین اور تفصیلی جیل قواعد کے ذریعے قیدیوں کی مختلف اقسام بشمول خواتین قیدیوں کے ساتھ برتاؤ سے متعلق معاملات کی وضاحت کی گئی ہے۔

خواتین قیدی مردوں کے مقابلے میں صنفی طور پر اور کمزور معاشی حالت، معاشرتی پس منظر، تعلیم کی کمی اور نظام انصاف سے لاعلمی کی وجہ سے زیادہ استحصال کا شکار ہوتی ہیں۔ اسلئے وہ نہ صرف انتہائی ذہنی دباؤ، جنسی اور جسمانی تشدد یا ایسی دھمکیوں کا شکار ہو سکتی ہیں بلکہ انکے ساتھ مخصوص طبی مسائل اور ضروریات اور چھ سال تک کے بچوں کو ساتھ رکھنے کی ذمہ داری اور رہائی کے بعد بے آسرا چھوڑے جانے اور اسکی عزت وناموس کو داغدار کئے جانے جیسی پریشانیاں بھی لاحق ہوتی ہیں۔ غیر ملکی خواتین قیدی جن کی خاطر خواہ تعداد پاکستانی جیلوں میں موجود ہے، کو ساتھ کچھ مزید مسائل بھی لاحق ہیں جیسے کہ زبان اور کسی غیر ملک میں وہاں کے قوانین سے لاعلمی کے مسائل۔ خواتین کی زیادہ تر تعداد غریب اور معاشرتی طور پر پسماندہ طبقے اور زیادہ تر دیہاتی علاقوں سے تعلق رکھتی ہے۔

کئی ممالک کا جائزہ لینے کے بعد اقوام متحدہ کے دفتر برائے منشیات اور جرائم (UNODC) کی نشاندہی کے مطابق خواتین قیدیوں کی مخصوص ضروریات حسب ذیل ہیں:

نظام انصاف تک عدم رسائی: نظام انصاف اور ضابطہ کار کے بارے میں معلومات میں کمی خواتین کیلئے ایک بڑا مسئلہ ہے۔

نشانہ بنائے جانے کی صورت میں اور ذہنی دیکھ بھال کی ضروریات: جن خواتین کو قید سے پہلے گھریلو تشدد کا شکار کیا گیا ہے ان کے بارے زیادہ احتمال یہ ہوتا ہے کہ انکا ذہنی توازن خراب ہو جائے۔

صنفی لحاظ سے مخصوص صحت کی دیکھ بھال کی ضروریات: خواتین قیدی صحت کے بنیادی مسائل میں دیکھ بھال کی زیادہ محتاج ہوتی ہیں خصوصاً جبکہ وہ غریب گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں اور خوراک کی کمی کا شکار رہی ہو۔ وہ حاملہ ہو سکتی ہے، وہ بچوں کی دیکھ بھال کرنے والی ہو سکتی ہے وہ جنسی اور تولیدی حوالے سے صحت کے مسائل سے دوچار ہو سکتی ہے جیسے ایڈز اور جنسی طور پر منتقل ہونے والی متعدی بیماری اور دیگر کسی پوشیدہ بیماری جیسے ٹی۔بی کا شکار ہو سکتی ہے۔

جیلوں کا تحفظ:

رہائش اور خاندان کے ساتھ روابط: ایسے جیلوں کی قلت جو رہائش کے قریب ہو زیادہ فاصلہ خاندان کے ساتھ روابط کو محدود کر دیتا ہے۔

حمل اور بچوں والی خواتین: بچے کی پیدائش سے پہلے اور بعد میں طبی معائنے اور حفاظتی ضروریات، حفظان صحت کے خلاف ماحول میں بچہ کی پیدائش اور بعض پیچیدگیوں کی صورت میں ہنگامی ضروریات کی عدم دستیابی بعض بڑے مسائل میں سے ہیں۔اسی طرح اگر گھر میں بچے موجود ہوں تو ان کی دیکھ بھال کیلئے کوئی موجود نہیں ہوتا اور جو ماں کے ساتھ رہ رہے ہوں تو وہ مناسب ماحول سے محروم ہو جاتے ہیں۔

رہائی کے بعد دوبارہ آباد کاری: خاندان اور معاشرہ کے سلوک کے نتیجہ میں درپیش بڑے مسائل۔

پاکستان کے حالات: رپورٹ کے مطابق پاکستان میں خواتین کی جیلوں میں زیادہ اژدحام جیسا مسئلہ نہیں ہےتاہم مذکورہ بالا ئی ضروریات اور مسائل سے یہ خواتین دوچار رہتی ہیں۔موجودہ حالات کے جائزہ رپورٹس اور جیلوں کے معائنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جیلوں کی حالت سے لیکر کھانے کے معیار، طبی سہولیات اور بچوں کی دیکھ بھال کی سہولیات کی کامیابی، خاندان کی طرف سے بے سہارا چھوڑ دئے جانے کے خوف کی وجہ سے ذہنی دباؤ جیسے بعض ایسے بڑے مسائل ہیں جن سے قیدی خواتین دوچار رہتی ہیں۔خواتین جیلوں میں مجرم بچیوں کیلئے علیحدہ سیل کی عدم دستیابی ایک دوسرا عمومی مسئلہ ہے۔

رہائش: بستر اور چٹائیاں رپورٹ کے مطابق ہر جگہ دستیاب نہیں ہیں اور قیدیوں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنے بستر کا انتظام خود کریں گی۔حفظان صحت کے حوالے سے ماحول بھی خوش آئند نہیں ہے اگر چہ یہ مختلف جیلوں میں مختلف ہو سکتا ہے۔کمیشن برائے حقوق نسواں کے ایک رُکن کی رپورٹ کے مطابق ملتان کے

خواتین جیل کی عمارت میں خواتین قیدیوں کیلئے بہتر انتظام کیا گیا ہے، خواتین کو جرم کی نوعیت اور ان کی حیثیت کے مطابق تقسیم کیا گیا ہے مثلاً حوالاتی قیدی خواتین کو سزا یافتہ خواتین سے الگ رکھا گیا ہے۔ اڈیالہ جیل میں خواتین کا شعبہ بھی رپورٹ کے مطابق مقابلتاً زیادہ صاف، کھلا اور بہتر حالت میں ہے۔ دوسری طرف انسانی حقوق کمیشن کی رپورٹ کے مطابق لاہور میں خواتین پولیس سنٹر (جیل روڈ) میں خلوت کا کوئی بندوبست نہیں ہے اور لاک اَپ کا حصہ روڈ کی طرف ہے اور بیت الخلا کی دیواریں صرف چار فٹ ہیں۔

اقوامِ متحدہ کے ادارے برائے منشیات اور جرائم (UNODC) کی رپورٹ کے مطابق بیرکوں کی صفائی معمول کے مطابق نہیں ہوتی حتیٰ کہ وہاں بھی جہاں صفائی والا عملہ موجود ہے۔ بڑی جیلوں میں غسل خانوں کی تعداد مختلف جگہ مختلف ہے۔ بعض جگہ چار پانچ قیدیوں کیلئے ایک غسل خانہ دستیاب ہے تو دوسری جگہ ساٹھ قیدیوں کیلئے صرف ایک غسل خانہ ہے۔ رپورٹ کے مطابق تین جیل خانوں میں کوئی علیحدہ غسل خانہ موجود نہیں ہے اور یہ انتظام بیرکوں میں کیا گیا ہے۔ ایک اور جیل میں چار غسل خانے تھے لیکن کئی ماہ سے استعمال میں نہیں تھے۔ کئی جیل خانوں میں پانی کا ایک نلکہ تھا ماسوائے دو جگہوں کے جس میں چوبیس گھنٹے تازہ پانی موجود تھا۔ کھانے کا معیار اور مقدار خاص طور پر روٹی کا معیار نہایت ہی غیر معیاری تھا۔ کھانے کی چند سہولیات ہیں جہاں خواتین خود پکا سکتی ہیں اور ان میں سے کچھ کو گھر والوں کی طرف سے کھانا ملتا ہے۔ غیر ملکی قیدی خواتین کو کبھی کبھی کھانا اور فروٹ اپنے کونسلیٹ یا سفارتخانہ سے مل جاتا ہے۔ عام طریقہ یہ ہے کہ دن میں تین وقت کا کھانا دیا جاتا ہے۔

ہر ایک جیل میں کئی بچے ہوتے ہیں جو کہ اپنی ماؤں کے ساتھ آتے ہیں ان کیلئے تفریح کے مواقع یا سہولیات بہت ہی کم ہوتی ہیں۔ ملتان جیل میں بچوں کیلئے ایک کمرہ، ایک استاد اور یونیفارم ہیں۔ تاہم ان کیلئے کھیلنے / تفریح کیلئے سہولیات موجود نہیں ہوتیں۔ خواتین قیدیوں کیلئے چند جیلوں میں ٹیلی ویژن موجود تھے لیکن دیگر تفریح کی سہولیات موجود نہیں تھیں۔ ملتان جیل میں خواتین کو دستکاری کیلئے سازوسامان مہیا کیا گیا ہے جس کو آویزاں کیا گیا اور فروخت کیلئے نمائش بھی کی گئی۔ دیگر جیلوں میں فنی تربیت یا بنیادی تعلیم بالکل موجود نہ تھی۔

طبی سہولیات: خواتین کی جیلوں میں طبی نگہداشت کی کمی ایک عام مسئلہ ہے۔ تمام جیلوں میں مرد ڈاکٹرز موجود ہوتے ہیں، جبکہ تربیت یافتہ کل وقتی خواتین ڈاکٹرز زیادہ تر تعینات نہیں کی جاتیں۔ اڈیالہ جیل میں خاتون ڈاکٹر حاضر نہیں تھی اور اُن کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ غافل اور لاپرواہ تھیں۔ خواتین کی جیلوں میں خواتین طبی

عملہ موجود نہیں تھا۔ملتان جیل میں جہاں چند نرسیں اور لیڈی ہیلتھ ورکرز اور الٹرا ساونڈ مشینیں موجود تھیں لیکن وہاں نہ ہی ٹیکنیکل عملہ اور نہ ہی ڈاکٹر تھے۔ایسی کمی کو وزیر جیل خانہ جات نے پنجاب اسمبلی میں "اکتوبر 2010" میں تسلیم کیا۔انہوں نے بتایا کہ صوبہ پنجاب کی 32 (بتیس) جیلوں میں زچہ و بچہ کی ڈاکٹر ہے اور نہ ہی وہاں کبھی کوئی سرجری کی گئی۔انہوں نے یہ بھی بتایا کہ جیلوں میں کسی قسم کی مشاورت کی سہولت موجود نہیں ہے ماسوائے تین جیلوں کے جہاں این جی او زرضا کاروں کی طرف سے مایوس اور ذہنی طور پر پریشان قیدیوں کو مشاورت کی سہولت مہیا کی جاتی ہیں۔مزید یہ کہ بچوں کو صحت کے حوالے سے باقاعدگی سے ٹیکے / دوائیں نہیں دیئے جاتے۔انسانی حقوق کمیشن رپورٹ 2012 میں کوٹ لکھپت جیل لاہور کے حوالے سے لکھا گیا کہ وہاں ایسے بچے جو اپنی ماؤں کے ساتھ جیل میں تھے ان کو پولیو ویکسین کے قطرے نہیں پلائے گئے جس کی وجہ سے دو بچوں کو پولیو کی بیماری ہوئی۔جیل میں یہ طریقہ کار ہے کہ جیلوں میں بند خواتین کے مطابق جیلوں میں پیچیدہ نوعیت کے کیسز کو سرکاری ہسپتالوں میں بھیجا جاتا ہے۔جس کیلئے طریقہ کار صوابدیدی اور طویل اور بڑے پیمانے پر غیر تسلی بخش ہے۔اس مقالہ کیلئے تقریباً ان تمام رپورٹس میں یہ دیکھا گیا ہے کہ خواتین قیدیوں کے نفسیاتی مسائل اور ذہنی بیماریوں کی طرف مناسب توجہ نہیں دی جاتی۔

پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن جرنل کے مطابق " کہ قیدیوں میں بڑھتا ہوا نفسیاتی بگاڑ پایا جاتا ہے"جریدہ میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ 59% مردوں میں ریمانڈ کے دوران ذہنی بیماری کے نشانات پائے گئے، جبکہ 76% خواتین میں ریمانڈ کے دوران وہی نشانیاں پائی گئیں۔یہ عنصر اس چیز کو ظاہر کرتا ہے کہ ذہنی مریضوں میں تشدد کا زیادہ خطرہ مردوں کی نسبت خواتین میں زیادہ ہوتا ہے اور اس حوالہ سے گھروں میں زیادہ شدت پسند اور جارحیت پسند ہونے کا امکان ہوتا ہے۔کسی بھی جیل میں منشیات استعمال کرنے والوں کے حوالے کسی قسم کی علاج معالجہ کی سہولت موجود نہیں ہے۔

دوبارہ انضمام: خواتین کے جیلوں سے متعلق سب سے بڑا مسئلہ جس کی نشاندہی کی گئی یہ ہے کہ جب ایک دفعہ وہ قید کر لی جاتی ہیں (سزا کے بعد یا دورانِ سماعت) ان کے خاندان والے ان سے قطع تعلق کر لیتے ہیں۔انہیں اپنے خاندان اور معاشرہ کی جانب سے الزام تراشی کا سامنا کرنا پڑتا خاص طور پر وہ خواتین جنہیں سزائے موت دی جاتی ہے ان کے خاندان والے ان کی کوئی پرواہ نہیں کرتے اور ملاقاتوں کے سلسلے ختم کر دیتے ہیں۔ان خواتین کی مشکلات میں مزید اضافہ ساتھی قیدیوں اور جیل کے عملے کی جانب سے ہراساں کئے جانے پر ہوتا ہے۔ UNIDO کے ایک تجزیہ سے سامنے آیا کہ جن جیلوں میں خواتین قیدیوں

کی تعداد کم ہے۔ الزامات بھی کم ہیں اور جہاں تعداد زیادہ ہے، وہاں الزامات بھی زیادہ ہیں۔ خواتین سے خاندان کے افراد کی یہ قطع تعلقی ان خواتین میں قید پوری ہو جانے یا آزاد ہونے کے بعد بے یقینی اور عدم تحفظ کے احساس کو جنم دیتی ہے۔ ایسی خواتین کو دورانِ قید کوئی ہنر نہ سکھانا اور بچوں کا ساتھ ہونا ان کے مستقبل کو تاریک بناتا ہے اور ان کے استحصال کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔

دیگر مسائل: ایک اور گھمبیر مسئلہ جس کا قید خواتین کو سامنا ہے ان کے مقدمات کی سماعت میں تاخیر ہے جو قانون کی سست روی کی وجہ سے ہے۔ مقدمات شہادتوں کی عدم موجودگی یا وکلاء یا ججوں کی غیر حاضری کی وجہ سے تاخیر کا شکار ہو جاتے ہیں۔ غریب ہونے کی وجہ سے بہت سی خواتین قیدی اتنی استطاعت نہیں رکھتیں کہ اچھا وکیل حاصل کر سکیں۔ سہولیات کے حصول کیلئے کرپشن اور رشوت ستانی جیلوں میں عام ہے۔ وہ خواتین جن کے خاندان ان سے قطع تعلق کر لیتے ہیں یا وہ بہت غریب ہوں تو ان کی ضمانت دلوانے والا کوئی نہیں ہوتا عدالت کی جانب سے مقرر کردہ وکلاء ان کے مقدمات کو درست طور پر نہیں چلاتے۔

3۔ جیل مینول کی شقات

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ جیل مینول ایک جامع دستاویز ہے جس میں قانونِ جیل خانہ جات مجریہ 1894 کے تحت تفصیلی ہدایات اور مخصوص معیارات مقرر کئے گئے ہیں۔ باب 13 جو خواتین قیدیوں اور بچوں سے متعلق ہے میں قاعدہ 305 سے 364 تک میں خواتین قیدیوں کو زیرِ حراست رکھنے اور ان کی حراست کی مدت وضع کی گئی ہے۔ جس میں خواتین قیدیوں کو سختی سے علیحدہ رکھنے یعنی قاعدہ 305 کے مطابق "خواتین کی جیل کو مردوں کی جیل سے فاصلے پر واقع ہونا چاہیے اور اس کا کوئی بھی حصہ مردوں کی جیل سے دکھائی نہیں دیا جانا چاہیے"، جیل میں کسی بھی مرد افسر کو داخل ہونے کی اجازت نہیں سوائے ضروری حالات میں اور جب بھی وہ کسی خاتون وارڈن کے ہمراہ صرف دن کے وقت خواتین کی جیل میں داخل ہو سکتا ہے (قاعدہ نمبر 314)۔ مینول میں خواتین کی جیلوں میں عمر کے حساب سے درجہ بندی کی گئی ہے یعنی کمسن کی عمر 16 سال سے کم نوجوان کی عمر 16 سے 20 سال اور بالغ کی عمر 20 سال سے زیادہ۔ مزید یہ کہ جرم کی نوعیت کے حساب سے انہیں الگ درجہ بندیوں میں رکھنے کی بھی ہدایت ہے یعنی سزا یافتہ، زیرِ سماعت، عادی اور عمومی وغیرہ، اور خواتین قیدیوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑی، پیروں میں بیڑیاں اور کوڑوں کی سزا سے منع کیا گیا ہے۔ اسی طرح سے خواتین عملہ اور وارڈنز، کھانا پکانے، مخصوص تعداد، سردیوں اور گرمیوں کیلئے کپڑوں اور چادروں وغیرہ کا مہیا کیا جانا اور بچوں کے کھانے اور کپڑوں سے متعلق تفصیلی شقات بھی موجود

ہیں ۔جبکہ مینول کے مطابق جیلوں کی حدود میں بچوں کی پیدائش سے گریز کیا جانا چاہیے جبکہ جیل انتظامیہ ایک خاتون ڈاکٹر یا مستند مڈوائف کا تقرر کرے گی ۔جیل مینول کے مطابق خواتین قیدیوں کو دیئے جانے والے کام میں احاطوں کی صفائیاں اور غسل خانہ کی صفائی کے کام شامل ہیں ۔

خلاء جو پُر کرنا ہے۔

خواتین قیدیوں کی جیل خانہ جات کی حالت زار کا طائرانہ جائزہ اور قانون جیل کے مندرجات سے دو نتائج نکلتے ہیں ۔اوّل یہ کہ قانون جیل کا نفاذ پوری طرح نہیں ہو رہا (مثال کے طور پر بستر، غسل خانوں کی صفائی، خوراک کا معیار وغیرہ) اور دوئم یہ کہ ایسے بھی مسائل ہیں جن کو حل نہیں کیا جا سکا اسی طرح عورتوں اور مردوں کے پیمانوں میں بہت فرق ہے مثلاً باب 12 کم سن اور نو جوان ملزمان کے متعلق ہے لیکن حقیقتاً اس میں زیادہ تر مرد قیدیوں کے قواعد پائے جاتے ہیں اور اس میں یہ بھی وضع کیا گیا ہے کہ کم سن خاتون سزا یافتہ قیدیوں کو فی الفور ما بعد سزا خواتین کی جیل میں منتقل کیا جائے گا ۔قانون جیل خانہ جات میں نابالغ کم سن خاتون قیدی کی بیان کردہ تعریف میں یہ وضاحت نہیں کی گئی آیا کہ انہیں آپس میں بھی عمر کی بنیاد پر الگ الگ رکھا جائے گا۔خواتین کے قید خانوں میں ان کو سزا کی اقسام کے لحاظ سے الگ رکھا جاتا ہے اسی طرح کچھ دفعات کم عمر قیدیوں کی انفرادی توجہ کے بارے میں ہیں (قاعدہ 295) قاعدہ 298 کے تحت ایک سال یا اس سے زیادہ سزا یافتہ قیدی کو ایک ہدایتی نصاب کے تحت روزانہ ہر دو گھنٹے تک پڑھنے لکھنے اور حساب سکھانے کی بابت ہے۔کم عمر قیدیوں کو جسمانی مشقت / ورزش، جمناسٹک اور کھیل کے بارے میں قاعدہ (299) ہے مگر کم عمر خواتین قیدیوں کے بابت ایسی کوئی دفعات موجود نہیں ہیں ۔

اسی طرح مسائل جن کو مناسب طور پر حل نہیں کیا گیا ان میں

الف) خواتین سے متعلقہ بیماریوں کی طبی سہولیات کا فقدان، خاص طور پر ذہنی دباؤ اور نفسیاتی امراض جن کا خواتین زیادہ تر شکار ہوتی ہیں میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

ب) غذایت سے بھرپور غذا کی کمی بھی جو ویسے بھی خاص طور پر پاکستان میں غریب خواتین خون کی کمی اور نشو ونما میں کمی کا باعث بنتی ہے اور جیل کی غذا کا موجودہ معیار اور پانی بھی حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق نہیں ہیں ۔

ج) بچوں اور کم عمر مرد خواتین قیدیوں کی خاطر تعلیمی اور تفریحی سہولیات کی عدم موجودگی

د) کم سن خواتین قیدیوں کی پیشہ ورانہ تربیت کی کمی جو اگر فراہم کی جائے تو اپنی قید کی خاتمے پر اس

تربیت کو معاشرہ میں بحالی کیلئے استعمال کرسکتی ہیں۔ خاص طور پر جب ان کا خاندان بھی ان کو قبول نہیں کرتا۔

ذ) ریاست کی طرف سے مناسب اور موضوع قانونی امداد اور فیس کی عدم ادائیگی مقدمات میں تاخیر کا باعث بنتی ہے۔

ر) جیلوں میں خواتین عملہ بشمول وارڈن، صفائی والا عملہ، خواتین ڈاکٹروں کی کمی، انسٹرکٹر کی کمی ہے۔

تجاویز:

ایک ایسی عالم فاضل خاتون کا تقرر کیا جائے جو خواتین کی جیلوں کا تفصیلی اور گہرا مشاہدہ اور تجزیہ کرے کہ جیل قوانین پر کس حد تک عمل ہو رہا ہے اور جیل کے عملہ کو جیل قوانین اور قواعد کے بارے میں کتنی معلومات ہیں۔ خاص طور پر جیل کی اصلاحات بشمول غیر ملکی قیدیوں کے مسائل پر توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہے۔ کم سن ملزمان سے متعلق قواعد بشمول کم سن خواتین کی تعلیم، پیشہ ورانہ / فنی تربیت کی فراہمی، جسمانی سرگرمیوں کیلئے قواعد پر نظر ثانی کی جائے۔

ایک غذائی ماہر پر مشتمل کمیشن کا قیام تا کہ حفظانِ صحت کے اصولوں اور خاص علاقائی اور جغرافیائی ضروریات و حالات کے پیشِ نظر خواتین کیلئے غذائی چارٹ بنایا جائے۔

- دماغی اور اعصابی بیماریوں میں مبتلا خواتین کو مشورہ دینے اور ان کے علاج سے متعلق شق؛ خواتین قیدیوں کی بحالی اور آبادکاری کیلئے اقدامات کرنا تا کہ انہیں اپنی زندگیاں درست طریقہ سے دوبارہ شروع کرنے میں مدد ملے؛
- جیلوں کے انتظامی معاملات کی نگرانی کیلئے عوامی اور نجی شراکت داری یا کمیٹیوں کے ذریعہ طریقہ کار وضع کرنا؛ اور
- مشکلات کی شکار اور زیرِ حراست خواتین کیلئے قائم کردہ فنڈ کے استعمال کیلئے طریقہ کار وضع کرنا تا کہ ضرورت مند خواتین کو وقت پر ضمانت دلوانے کیلئے معیاری قانونی خدمات مہیا کی جاسکیں۔

جیل اصلاحات: وقت کی اشد ضرورت

ڈاکٹر طیبہ رشید لاہور

محترمہ طیبہ رشید نے ایڈز کی مہلک بیماری کو موضوع بحث بنایا اور اس بیماری کا قیدیوں کے مابین خطرناک پھیلاؤ کے متعلق اپنے تحفظات کا اظہار کیا۔ انہوں اس مرض کا تاریخی پس منظر اور پاکستان میں موجودہ صورتحال سے متعلق اعداد و شمار پیش کئے۔ انہوں نے قیدیوں میں اس خطرناک بیماری کے عام ہونے کے عوامل کا جائزہ لیا اور اس بیماری کی جیلوں کے اندر سکریننگ کے اعداد و شمار بھی پیش کئے۔ انہوں نے جیلوں میں بیماری کی تشخیص کیلئے مناسب سہولیات مہیا کئے جانے، مریضوں کے معائنے اور علاج معالجہ کی سہولت مہیا کرنے اور رہائی کے بعد بھی مریضوں کو اپنے مرض کے علاج کی جانب مائل رکھنے کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے جیلوں میں اس بیماری کے خطرناک پھیلاؤ پر تشویش کا اظہار کیا اور ہنگامی بنیادوں پر اس بیماری سے تدارک کے عزم کا اعادہ کیا۔

(اے) پاکستان میں پس منظر۔ ایچ آئی وی کی وباء اب کم خطرناک حد سے انتہائی خطرناک بیماری کی جانب بڑھ رہی ہے۔

1. The HIV epidemic has transitioned from low Prevalence High risk to a concentrated one.

2۔ وبائی بیماری کا زیادہ ہونا۔

3۔ (HSW, MSE and FSW) کا بڑھتا ہوا رجحان ظاہر کرتے ہیں۔

4۔ میاں بیوی کے درمیان خطرہ۔

5۔ جیلوں میں قید لوگ۔

6۔ بالغان کیلئے خطرہ۔

(ب) لوگ جو سب سے زیادہ خطرے میں۔

1۔	منشیات کا استعمال کرنے والے لوگ	38.4%
2۔	ہیجڑے	2.8%
3۔	مرد	0.6%
4۔	خواتین	0.3%

(سی) ایڈز کا پس منظر۔

1۔ امریکہ میں 1981 میں پہلی بار مردوں کے درمیان ہم جنس پرستی کو تسلیم کیا گیا۔

2۔ بیسویں صدی کی بدترین وبائی بیماری۔

3۔ 35 ملین سے زائد ہلاکتوں کا باعث بنی۔

4. Ranks alongside the influenza pandemic of the early 1900s and the Buibonic plague of the fourteenth century in terms of fatalities

5 بین الاقوامی سطح پر نسانوں، ثقافتوں، زمینی صورتحال، معاشیات اور سیاست پر اس کا گہرا اثر۔

(ڈی) پاکستان میں موجودہ صورتحال۔

1۔ پاکستان میں ایچ آئی وی کی بیماری میں مبتلا لوگوں کی تعداد 87000، (48000-160000)

2۔ بالغان: 15 سال سے 49 سال کی عمر کے لوگوں میں ایڈز میں مبتلا لوگوں کی تعداد (0.1%-02%)0.1%

3۔ بالغان: 15 سال اور زائد عمر والے ایڈز میں مبتلا لوگوں کی تعداد (48.000-16000) 85,000

4۔ خواتین: 5 سال اور زائد عمر میں ایچ آئی وی میں مبتلا افراد کی تعداد (14.000-44.000)24,000

عام آبادی میں ایچ آئی وی۔ 0.1%

(ای) ایچ آئی وی KAP کے درمیان ایچ آئی وی کا رجحان۔

(ایف) خطرہ کا سامنا۔

1۔ پہلے سے (HIV) خطرہ کا رجحان۔

2۔ انجکشن اور دیگر آلات جیسا کہ سرجیکل اور دانتوں کے علاج میں استعمال ہونے والے اوزار۔

3۔ HIV کے بارے میں کم علمی، تدارک اور علاج کا ہونا۔

(جی) قیدیوں اور گروہوں کے درمیان مطابقت۔

1۔ جیل > گروہ > ایڈز

(ایچ) جیلوں اور گروہوں کے باہمی عمل کی وجہ سے ایڈز کا ہونا۔

**آئی)	عموماً افراد کا ایسا گروہ جس کو HIV کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے۔ جب وہ عام لوگوں کے درمیان ہوتے ہیں اور جیلوں کے اندر زیادہ سمجھا جاتا ہے۔ نتیجہ میں جیلوں میں بند قیدیوں میں ایڈز کا تناسب عام گروہ کے افراد سے زیادہ ہوتا ہے۔**

**(جے)	جیل اور لوگوں کی صحت۔**

1۔	ہر سال 30 ملین مرد اور خواتین اپنا وقت جیلوں میں گزارتے ہیں۔

2۔	یقیناً ایسے قیدی معاشرہ میں واپس بھی جائیں گے اور ان میں سے کئی مہینوں اور سالوں تک معاشرہ سے رابطہ میں رہیں گے۔

3۔	پاکستان میں تقریباً پانچ سو پچاس (550) قیدیوں کو روزانہ آزاد کیا جاتا ہے جن کی تعداد سال میں دو لاکھ تک ہوتی ہے۔ان میں سے 110 قیدی جو روزانہ رہا کئے جاتے ہیں ان میں HCV, HBV, TB یا ایڈز پایا جاتا ہے۔

4۔	ایسے قیدیوں کو بغیر کسی مکمل علاج معالجہ کے رہا کیا جاتا ہے۔

5۔	ان قیدیوں کو صحت کی تعلیم بھی نہیں دی جاتی ہے۔

6۔	جیلوں کے باہر ایسے علاج معالجہ کے بارے میں پیروی نہیں کی جاتی۔

**(کے)	قیدیوں کیلئے 2012-13ء میں اٹھائے گئے اقدامات**

**(ایل)	جیلوں کے اندر سکریننگ 2012-13**

1۔	لاہور۔ سات جیلوں میں 19,867 قیدیوں کا معائنہ کیا گیا۔ ابتدائی ٹیسٹ 120 قیدیوں کا ہوا۔ دوسرا ٹیسٹ 60 قیدیوں کا ہوا۔ یقینی نتیجہ 56 قیدیوں میں پایا گیا۔ CD-4 ٹیسٹ 43 اور علاج 21 افراد کا کیا گیا۔

2۔	راولپنڈی۔ تین جیلوں میں 8220 قیدیوں کا معائنہ کیا گیا۔ ابتدائی ٹیسٹ 81 قیدیوں کا ہوا۔ دوسرا ٹیسٹ 14 قیدیوں کا ہوا۔ یقینی نتیجہ 14 قیدیوں میں پایا گیا۔ CD-4 ٹیسٹ بیس 20 قیدیوں کا ہوا اور علاج 3 افراد کا کیا گیا۔

3۔	فیصل آباد۔ چھ جیلوں میں 12475 قیدیوں کا معائنہ کیا گیا۔ ابتدائی ٹیسٹ 149 قیدیوں کا ہوا۔ دوسرا ٹیسٹ 144 قیدیوں کا ہوا۔ یقینی نتیجہ 136 قیدیوں میں پایا گیا۔ CD-4 ٹیسٹ 39 قیدیوں کا ہوا اور علاج 5 افراد کا کیا گیا۔

4۔ ملتان ۔ 11 جیلوں میں 9731 قیدیوں کا معائنہ کیا گیا ۔ ابتدائی ٹیسٹ 39 قیدیوں کا ہوا ۔ دوسرا ٹیسٹ 30 قیدیوں کا ہوا ۔ یقینی نتیجہ 30 قیدیوں میں پایا گیا ۔ CD-4 ٹیسٹ 6 کا ہوا اور علاج ایک فرد کا کیا گیا۔

ٹوٹل تعداد :۔ **32** جیلوں میں 50293 قیدیوں کا معائنہ کیا گیا۔ ابتدائی ٹیسٹ 387 قیدیوں کا ہوا۔ دوسرا ٹیسٹ 317 قیدیوں کا ہوا ۔ یقینی نتیجہ 306 قیدیوں میں پایا گیا ۔ CD-4 ٹیسٹ 108 اور علاج افراد کا کیا گیا ۔

(ایم) جیلوں میں موجودہ سہولیات۔

1 ۔ قیدیوں میں ایڈز کی جانچ کیلئے مفت سازوسامان کا بیگ (Kit) ۔

2 ۔ ایڈز کیلئے مفت پیشگی ٹیسٹ ۔

3 ۔ مفت دوائیں مہیا کرنا ۔

4 ۔ باقاعدگی سے معائنہ کرنا ۔

5 ۔ مریضوں کا چیک اپ، علاج اور ماہر نفسیات کا قیدیوں سے پوچھ گچھ کرنا ۔

6 ۔ جیل اہلکاروں کو معلومات بمعہ سامان مہیا کرنا ۔

(این) جیلوں میں بیماری سے بچاؤ کے عام اصول۔

1 ۔ جیلوں میں صحت ہونا دراصل عوام کی صحت ہونا ہے۔

2 ۔ جیل میں قیدی کی اچھی صحت دراصل جیل انتظامیہ کی اچھی کارکردگی ہے ۔

3 ۔ بیماری میں مبتلا ہونے کا خطرہ اور امتیازی سلوک کے معاملات پر توجہ دینا ۔

4 ۔ جیل میں صحت اور صفائی کے ماحول میں برابری ہونا ۔

5 ۔ صحت کو ترجیحی بنیاد پر رکھنا ۔

6 ۔ باہمی تعاون اور شمولیت کے ذریعہ اقدامات اٹھانا ۔

(او) درکار مسائل۔

1 ۔ بیماری کی نشاندہی اور علاج کے درمیان فاصلہ ہونا ۔

2 ۔ قیدیوں کا معالج ٹیم کے دورہ کے دوران چھپ جانا ۔

3 ۔ ایڈز میں مبتلا قیدیوں کا جیل سے رہائی کے بعد بیماری کے متعلق پیروی نہ کرنا ۔

4 ۔ رہا شدہ قیدیوں کا علاج کرانے میں تذبذب ہونا ۔

(پی) اصلاحات کیلئے سفارشات۔

1۔ سیاسی قیادت۔

2۔ قانونی اور پالیسی اصلاحات۔

3۔ جیل کے حالات۔

4۔ رقم اور ذرائع مختص کرنا۔

5۔ صحت کے معیارات اور علاج معالجہ کو عام کرنا۔

6۔ ایڈز کی بابت معلومات جامع اور آسان رسائی۔

7۔ اہلکاروں کی تربیت اور امداد کرنا۔

8۔ شہادتوں کی بنیاد پر عمل کرنا۔

9۔ بین الاقوامی، قومی اور علاقائی تعاون۔

(کیو) مسائل۔

1۔ جیلوں کے اندر ایڈز کا ہونا ایک مشکل، متضاد اور متنازعہ موضوع ہے۔

2۔ جیلوں کے اندر بنیادی صحت کی سہولیات کے ذرائع کی کمی اور ایڈز کے پروگرام کا کم ہونا۔

3۔ لیکن قیدیوں کا حق ہے کہ ان کو معاشرہ کے باقی طبقات کی طرح بنیادی اور معیاری صحت اور علاج معالجہ کی سہولت بہم پہنچائی جائیں۔

(آر) اظہار تشکر۔

1 پنجاب ایڈز کنٹرول پروگرام، جیلوں کے اندر ایڈز کے مسئلہ کے ضمن میں خدمات پر انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات کی طرف سے غیر مشروط تعاون پر خراجِ تحسین پیش کیا جاتا ہے۔

جیل اصلاحات: وقت کی اشد ضرورت

ڈاکٹر فاروق احمد، سماجی کارکن، لاہور

لاہور کے سماجی کارکن جناب ڈاکٹر فاروق احمد نے گروپ سوئم کے موضوع "جیل اصلاحات وقت کی اشد ضرورت" پر اپنا مقالہ پیش کیا۔ انہوں نے جیل اصلاحات کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیا اور جیل انتظامات کو 6C کے نظریے میں منسلک کیا۔ انہوں نے ماضی کے حالات سے سبق سیکھتے ہوئے حال اور مستقبل کیلئے اقدامات اٹھانے کی تجویز دی۔ انہوں نے جیلوں کے پُر ہجوم ہونے کے مسئلہ کو اُجاگر کیا اور جیل اصلاحات کو سائنسی بنیادوں پر رائج کرنے اور قیدیوں کو مذہبی اور جدید تعلیم دینے اور پیشہ ورانہ اور فنی تربیت کے انعقاد کی ضرورت کے ساتھ ساتھ قیدیوں کی اصلاح کے مقصد کے حصول کیلئے جیلوں کی عمارات کی تعمیر، جیلوں میں درسگاہوں کے قیام، قیدیوں کی تعلیم وتربیت بذریعہ ماہرین کروانے، جیلوں میں لائبریریوں، کمپیوٹر کی تعلیم کے فروغ اور دیگر اقسام کی فنی تربیت کی فراہم کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے قرار دیا کہ قیدیوں کی تعلیم و تربیت اور اصلاح کے ذریعہ انہیں رہائی کے بعد معاشرہ میں فعال کردار ادا کرنے کے قابل بنایا جاسکتا ہے۔

آج کا دور تبدیلیوں، اصلاحات اور خوب سے خوب تر کی تلاش کا دور ہے۔ اس دور میں ہمارا جیل کا نظام پیچھے کیوں رہ جائے۔ ہمیں بہتری اور اصلاحات کی طرف بڑھنا ہے جو کہ وقت کی ضرورت ہے۔ موجودہ دور میں جیل کے انتظامات کو 6C کے ساتھ منسلک کیا جاتا ہے۔ جن میں سے 3C یعنی Custody, Care and Control حال کیلئے ہیں جبکہ 3C یعنی Corrrection, Cure and Community مستقبل کیلئے ہیں۔

اگر ہم معاشرتی اصلاح کیلئے پُرعزم ہیں تو ہمیں حال کے ساتھ مستقبل پر بھی نظر رکھنی ہوگی۔ معاشرتی امن میں جیل کا کردار اہم ہے۔ بہتر مستقبل کیلئے جیل کو اصلاح گاہ، تعلیم اور تربیت کا مرکز بنانا ہوگا۔ قومی اکیڈمی برائے جیل انتظامیہ کے مطابق پاکستان میں 2010 میں جیل خانہ جات کی تعداد 99 تھی، جس میں مجموعی طور پر 42670 قیدیوں کی گنجائش تھی جبکہ ان جیلوں میں پابندِ سلاسل افراد کی تعداد 78328 تھی۔ اسی طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہماری جیلوں میں پابندِ سلاسل افراد گنجائش سے دوگنا ہیں۔ ان افراد کی اصلاح آسان کام نہیں اور اس کیلئے نیا اصلاحاتی منصوبہ درکار ہے۔

نیا منصوبہ سائنسی اور جدید بنیادوں پر بنانا ہوگا۔ اصلاح وتربیت کا عمل ابھی جاری ہے۔ جیل میں تعلیم وتربیت، سنتِ یوسفی کے اجراء کی سعادت ادارہ تعلیم القرآن، خط وکتابت سکول، لاہور کو گزشتہ 38 سالوں یعنی 1975 سے حاصل ہے۔ ان 38 سالوں میں 1,79,300 اسیرانِ جیل اسلامی تعلیم کے پانچ

کورسز سے بذریعہ خط وکتابت استفادہ کر چکے ہیں اور بیشتر سزا میں رعایت بھی حاصل کر چکے ہیں۔ یہ کورسز مکمل کر کے سے جیل کے قاعدہ نمبر 215 الف کے تحت سزا میں رعایت ملتی ہے۔ ناظرہ قرآن کریم سے مستفید ہونے والے اسیران کی تعداد تقریباً 26000 سے زائد ہے۔ ترجمہ قرآن کریم سے اسیران کی کی تعداد 1530 اور حفظ قرآن کریم سے مستفید اسیران کی تعداد 193 ہے۔

صوبہ پنجاب کے علاوہ صوبہ سندھ، بلوچستان اور آزاد کشمیر جیل خانہ جات میں یہ تعلیمی سلسلہ جاری ہے صوبہ سندھ کے جیل خانہ جات میں سندھی کورسز کا اہتمام ہے۔ یہ اعداد و شمار حوصلہ افزا محسوس ہو رہے ہیں۔ لیکن اگر آپ ان تربیت یافتہ افراد کا موازنہ مجموعی تعداد سے کریں تو شاید یہ تعداد 10% سے بھی کم ہو۔ اگر ہم تقریباً ایک لاکھ پابندِ سلاسل افراد کی حقیقی اصلاح چاہتے ہیں تو درج ذیل چند اقدامات ناگزیر ہیں۔

☆ مزید جیلیں تعمیر کی جائیں۔

☆ موجودہ جیلوں میں مزید سیل تعمیر کئے جائیں اور پرانے سیلوں کی تزئین و آرائش کر کے رہائشی سہولتیں بہتر کی جائیں۔

☆ ہر جیل میں جماعت کے الگ کمرے (تربیت گاہ) معہ لائبریری قائم کی جائے۔

☆ جماعت کا ماحول درس گاہ کا مظہر ہو۔

☆ اسیران کی تعلیم و تربیت کیلئے مستقل بنیادوں پر عملہ تعینات کیا جائے جس میں اساتذہ اور ماہرِ نفسیات شامل ہوں۔

☆ جیل کا تربیتی اور انتظامی عملہ الگ ہو۔

☆ لائبریری میں کتب کے علاوہ کمپیوٹر اور اس کی سی ڈیز موجود ہوں، جو کہ تعلیم و تربیت اور اصلاح کے موضوع پر ہوں۔

جیل میں مندرجہ ذیل اقسام کی تعلیمات دی جائیں۔

☆ اخلاقی و مذہبی

☆ عمومی

☆ فنی

تاکہ اسیران مفید شہری بن سکیں، ان کی معاشرتی و معاشی تربیت ہو سکے اور وہ معاشرہ پہ بوجھ نہ بنیں بلکہ

مستقبل میں معاشرہ کی معاشی ترقی کا باعث بن سکیں۔

اخلاقی و مذہبی تعلیم کے لیے تعلیم القرآن خط و کتابت سکول اور جمعیت تعلیم القرآن ٹرسٹ کی خدمات ماضی میں بھی حاصل رہی ہیں اور مستقبل میں بھی حاصل رہیں گی۔ تاہم عمومی تعلیم کے لیے اساتذہ مقرر کیے جائیں جن کی تعلیمی قابلیت کم از کم بی اے، بی ایس سی اور بی ایڈ ہو۔ علاوہ ازیں تربیت کیلئے سوشل کونسلر متعین کیے جائیں جنہوں نے نفسیات یا سوشل ورک میں ایم اے کیا ہو۔ فنی تربیت کیلئے ٹیوٹا (TEVTA) سے معاونت حاصل کی جائے اور درج ذیل شارٹ کورسز (جن کی مدت تین سے چھ ماہ ہوسکتی ہے) شروع کیے جاسکتے ہیں ان کے لیے روزانہ چار گھنٹے کی تربیت لازم ہو۔

- ☆ موٹر وائنڈنگ۔
- ☆ ترکھان۔
- ☆ الیکٹریشن۔
- ☆ معمار۔
- ☆ کمپیوٹر کورسز۔
- ☆ آٹو کیڈ۔
- ☆ موبائل فون ریپئرنگ۔
- ☆ پلمبر۔

یہ کورسز ٹیوٹا (TEVTA) دینی مدارس بھی کروا رہا ہے۔ اگر کاوش کی جائے تو پروگرام جیل خانہ جات میں بھی شروع کرائے جا سکتے ہیں۔ اسیرانِ جیل کو سماجی خدمات دی جائیں جن کی نگرانی سوشل کونسلر کرے اس طرح اسیران کو عملی طور پر مثبت خدمت میں مصروف کر کے معاشرتی فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ پڑھے لکھے اسیران کو نائب معلمین اور سماجی ورکر کے طور پر رضاکارانہ خدمات کیلئے راغب کیا جائے اور انہیں مشقت سے استثنا حاصل ہو۔ ان اقدامات سے اسیران کی ایسی اصلاح ہوگی جو انہیں مفید شہری بنائے گی۔ انہیں معاشرہ میں عزت ووقار دے، جینے کا حوصلہ دے اور ان میں خوداعتمادی پیدا کرے اور وہ ملک میں بگاڑ کی بجائے معاشرتی اور معاشی ترقی میں اپنا کردار ادا کرسکیں۔ وہ ایک عضو معطل کی بجائے مفید کارآمد شہری بنیں اور معاشرہ جیل کی ان خدمات سے فیض یاب ہو۔

جیل اصلاحات: وقت کی اشد ضرورت

اکبر علی شاہ، غیر سرکاری معائنہ کار، پشاور

مقالہ نگار پشاور سے جیلوں کے غیر سرکاری معائنہ کار ہیں۔ آپ نے بین الاقوامی سطح پر رائج شدہ معیارات کی روشنی میں جیل اصلاحات کا جائزہ لیا اور قرار دیا کہ جیل اصلاحات میں اقتصادی عوامل اہمیت کے حامل ہوتے ہیں اور طویل افراد کی سزا سے غریب قیدیوں کے اہل خانہ معاشی بدحالی کا شکار ہو جاتے ہیں جس کے نتائج معاشرہ پر معاشی نقصان کی صورت میں مرتب ہوتے ہیں۔ جیلوں میں صحت عامہ کے سنگین مسائل کا تجزیہ کیا گیا ہے اور جیلوں کے سماجی اثرات پر بھی نظر ڈالی گئی ہے اور بین الاقوامی معیارات جو قیدیوں کے حقوق اور بحالی سے متعلق ہیں کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔ جیل اصلاحات سے متعلق UNODC کی حکمت عملی کا تذکرہ کرتے ہوئے زور دیا گیا ہے کہ جیل اصلاحات کیلئے حکمت عملی طے کرتے ہوئے بین الاقوامی اداروں کے معیارات اپنا کر مثبت نتائج حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ جیل میں اصلاحات کیلئے قید کے متبادل ذرائع اپنا لے، جیل انتظامیہ کیلئے موثر قانون سازی کیلئے مربوط انتظامی نظام کی تشکیل، انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے سدباب، سہولیات، جیلوں کی آبادی اور خواتین اور بچوں کے مسائل کے حل کی ضرورت پر زور دیا۔ جیل اصلاحات کے ضمن میں قواعد اور قوانین میں مناسب ترامیم کو ضروری قرار دیا اور تمام اسٹیک ہولڈرز اور سول سوسائٹی کے اراکین پر مبنی جیل اصلاحات کمیٹی کی ضرورت کا ذکر کیا اور کم سن مجرمان اور بچوں کے مسائل کو ہنگامی بنیادوں پر نمٹانے کا اعادہ کیا گیا ہے اور نوعمر مجرمان کو مفت قانونی امداد دینے، بچوں کی مخصوص عدالتوں کے قیام اور خیبر پختونخواہ اور بلوچستان میں بورسٹل اداروں کے قواعد کے نفاذ کا خصوصی ذکر کیا ہے۔

عزت مآب چیف جسٹس صاحب اور معزز شرکاء ورکشاپ:

میرے لئے اعزاز کی بات ہے کہ میں سپارک کی طرف سے آج اپنا مقالہ پیش کر رہا ہوں۔ میں نے سال 1997 سے اب تک غیر سرکاری معائنہ کی حیثیت سے پشاور جیل اور خیبر پختونخواہ میں موجود جیلوں کے متعدد دورے کئے ہیں۔ اس دوران میں نے قیدیوں سے ملاقاتیں بھی کیں اور بہت باریک بینی سے ان کے مسائل کا مطالعہ بھی کیا۔ یہ مقالہ آپ کو جیلوں کی صورت حال کا جائزہ لینے اور اس حوالے سے اسے پاکستان اور بین الاقوامی سطح پر مداخلت کے بارے میں روشناس کرائے گا۔ جیلوں کے حوالے سے اقوام متحدہ نے بہت سارے معیارات وضع کیے ہیں۔ کیونکہ جیلوں کی اصلاحات انسانی حقوق کے فروغ کا ایک اہم حصہ ہیں تاہم یہ دلیل محدود انسانی اور مالی وسائل والے ممالک کے لیے ناممکن بن جاتی ہے۔ قید کے برے اثرات نہ صرف افراد پر مرتب ہوتے ہیں بلکہ اسکے اثرات خاندان اور معاشرہ پر بھی ہوتے ہیں اور جیلوں کی اصلاحات کے پہلو پر غور کرتے ہوئے اقتصادی عوامل کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے۔

انسانی حقوق سے متعلقہ تحفظات

قید آزادی جیسے بنیادی حق سے محرومی ہے لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ قیدی کو آئین کی رو سے ملنے والے باقی بنیادی حقوق سے بھی محروم رکھا جائے۔ جیلوں میں اصلاحات بہت ضروری ہیں اور اسکے علاوہ مذکورہ بالا اصولوں کی پیروی کرتے ہوئے قیدیوں کی حقوق کا تحفظ اور معاشرے میں انکی بحالی کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

قید اور غربت

گھر کے کفیل فرد کی قید سے غربت میں رہنے والا خاندان بری طرح متاثر ہوتا ہے خاندان کا واحد کفیل جب قید ہو جائے تو خاندان کے باقی ارکان اس معاشی نقصان پر قابو نہیں پا سکتے۔ اور اس معاشی نقصان کے اثرات اس وقت شدید تر ہو جاتے ہیں جب وہ پاکستان جیسے ملک کا شہری ہو جہاں پر ضرورت مند افراد کو مالی امداد نہیں دی جاتی اور جہاں پر اس بات کو غیر معمولی تصور نہیں کیا جاتا کہ ایک کمانے والا فرد بہت سارے خاندانوں کی کفالت کر رہا ہے۔ قید کی وجہ سے معاشی نقصان کے ساتھ ساتھ قیدی کے خاندان کو اضافی مالی مسائل سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے جس میں وکیل کی فیس، قیدی کے لیے کھانے کا خرچہ اور قیدی کی ملاقات کے لیے ٹرانسپورٹ پر اُٹھنے والے اخراجات شامل ہیں۔ جب قیدی کو رہا کیا جاتا ہے تو اس کے روزگار کے حوالے سے کوئی بندوبست نہیں ہوتا اور اس وجہ سے رہا ہونے والا قیدی سماجی و اقتصادی بحران کا شکار ہونے کے ساتھ ساتھ نہ ختم ہونے والے غربت کے پہیے میں جکڑنے کے بعد دوبارہ جرائم کی طرف مائل ہو کر قید کا شکار ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ قید کے براہ راست اثرات قیدی اور اس کے خاندان اور معاشرے پر مرتب ہوتے ہیں اور مستقبل کے ممکنہ اقتصادی امکانات کم ہو جاتے ہیں۔

قید کی صورت میں صحت عامہ پر مرتب ہونے والے نتائج

یہ بات مشاہدہ میں آئی ہے کہ جیلوں میں سنگین قسم کے صحت کے حوالے سے مضمرات ہیں کیونکہ جیل میں غریب پس منظر کے لوگوں کی غیر تسلی بخش تعلیم اور بنیادی سماجی و اقتصادی سہولیات سے محروم ہونے کی وجہ سے مناسب صحت کی سہولیات تک رسائی ممکن نہیں ہوتی لہٰذا ان وجوہات کی بناء پر جیل اندراج پر موجودہ صحت کے مسائل ہو سکتے ہیں۔ ان کی صحت کے حوالے سے حالات مزید بدتر ہو جاتے ہیں جب جیلوں میں پہلے ہی قیدیوں کا اژدحام ہو اور وہاں پہ ناکافی غذا، صفائی کا فقدان اور تازہ ہوا نہیں ملتی۔ اس کے علاوہ نفسیاتی عوارض اور بے شمار بیماریاں بشمول تپ دق، ہیپاٹائٹس، جنسی طور پر منتقل ہونے والی بیماریاں،

جلد کی بیماریاں، ملیریا، اسہال جیسے شدید مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

پاکستان میں ٹی بی جیسا موذی مرض کثرت سے پایا جاتا ہے اور یہ کوئی حیران کن نہیں کہ جیل کے اندر موذی مرض سوگنا زیادہ ہوگا اسی طرح جیلوں میں ہیپاٹائٹس اور جلد کی بیماریاں نشے اور باقی خطرناک افعال جیلوں سے باہر کی آبادی کی نسبت بہت زیادہ ہوتے ہیں۔

جیل خانہ جات کو معاشرہ سے الگ نہیں کیا جاسکتا اور جیل خانہ جات کے اندر قیدیوں کی صحت کا تعلق صحت عامہ سے بھی ہے اور قیدیوں کی اکثریت کو معاشرہ کی طرف راغب ہونا ہے اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ جیلوں کو مختلف بیماریوں کا ذخیرہ کہا جاسکتا ہے۔ ایسی صورت میں حیرت کی بات نہیں ہونی چاہیے کہ جیل کا عملہ بھی ان بیماریوں سے دوچار ہوسکتا ہے۔

نقصان دہ سماجی اثرات

جیلوں میں بند رہنے سے قیدیوں کے تعلقات اور خاص طور پر ان کے سماجی تعلقات بہت کمزور ہو جاتے ہیں، حالانکہ یہ رشتے بہت پرانے ہوتے ہیں۔ خاندان کا کوئی فرد جب جرم کی پاداش میں قید کر دیا جاتا ہے تو اس سے نہ صرف میاں بیوی اور ماں باپ اور بچوں کے تعلقات پر برا اثر پڑتا ہے بلکہ یہ قید خاندانی اور سماجی رشتوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں خاندانی اور برادری کے رشتوں کو بدل کے رکھ دیتی ہے۔

قید کی قیمت

قید کی قیمت کا اندازہ اس بات سے نہیں لگایا جاسکتا کہ صرف ایک قیدی پر جیل میں کیا اخراجات اٹھتے ہیں بلکہ بالواسطہ طور پر یعنی معاشی، معاشرتی اور صحت کے محرکات متعلقہ ہیں جنکا اندازہ لگانا مشکل ہے جو بہت زیادہ اور طویل المدتی ہیں۔

بین الاقوامی معیارات

بین الاقوامی سطح پر قیدیوں کے حقوق اور بحالی سے متعلقہ قوانین اور معیارات موجود ہیں، جن کا تجزیہ کرنا ضروری ہے۔ یہ درج ذیل ہیں۔

1۔ بین الاقوامی قیدیوں کے علاج معالجہ کے معیارات۔

2۔ کسی بھی صورت میں محبوس یا قیدیوں کے تحفظ کیلئے روا رہنما اصول۔

3۔ قیدیوں کے علاج معالجہ کے بنیادی اصول۔

4۔ خواتین قیدی اور غیر حراستی اقدامات اور خواتین ملزمان کیلئے علاج و معالجہ سے متعلق اقوامِ متحدہ کے قواعد۔

جیل اصلاحات کی حکمت عملی پر یو این او ڈی سی کا مربوط اور کثیر الشعبہ جاتی نقطہ نظر

جیل اصلاحات کو وسیع پیمانہ پر فوجداری انصاف کی اصلاح کے بغیر ممکن نہیں بنایا جا سکتا۔ منوثر جیل اصلاحات فوجداری انصاف کی پالیسیوں بشمول جرائم کے تدراک اور سزا کی پالیسیوں میں بہتری لائے بغیر نہیں لائی جا سکتیں اور اس کے علاوہ معاشرہ میں خطرہ سے دو چار گروہوں کو دستیاب دیکھ بھال اور علاج کی سہولیات پر منحصر ہے۔ جیل کے نظام میں اصلاحات کیلئے مکمل فوجداری نظامِ انصاف کی اصلاح کے لیے ضروریات کو مدنظر رکھنا چاہیے اور پائیدار مقاصد کے حصول کے لیے مربوط کثیر شعبہ جاتی حکمت عملی اپنانی پڑے گی۔ جیل خانہ جات کے نظام میں اصلاح کے حوالہ سے جیل خانہ جات کی خدمات کے علاوہ فوجداری انصاف سے متعلقہ اداروں جیسا کہ عدلیہ، پراسیکوشن اور خدمت پر مامور پولیس کا بھی احاطہ کرنا چاہیے۔ قیدیوں کی اصلاح کے لیے جیل خانہ جات سے باہر کمیونٹی یا نفسیاتی و سماجی مشاورت کے پروگرام متعارف کئے جائیں تاکہ ملزمان کے رویوں کو تبدیل کیا جا سکے نہ کہ انھیں جیل میں قید کیا جائے۔ جیل اصلاحات کے لئے مربوط حکمتِ عملی تشکیل دیتے ہوئے اقوامِ متحدہ کے پروگراموں کی باہمی شراکت اور دوسری بین الاقوامی اور قومی اداروں کے لائحہ عمل سے فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔

جیل اصلاحات اور قید کے متبادل ذرائع

1۔ جیل انتظامیہ۔

2۔ متبادل اقدامات اور پابندیاں۔

3۔ سماجی انضمام۔

1۔ جیل انتظامیہ

جیل خانہ جات کو شفاف اور انسانی طریقہ سے چلانے کے لیے منوثر قومی قانون سازی کو بین الاقوامی معیارات کے مطابق بنایا جائے جو کہ قیدیوں کے انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے بنائے گئے ہیں۔ جیل حکام کی ذمہ داری ہے کہ وہ قیدیوں کے ساتھ انسانوں جیسا سلوک کریں اور انھیں رہائی کے بعد زندگی گزارنے کے قابل بنائیں۔ پاکستان میں جیلوں کے انتظام سے متعلقہ قواعد فرسودہ ہو چکے ہیں لہٰذا ان میں ترامیم کی ضرورت ہے۔ جیل کے انتظام کے حوالہ سے محکمہ جیل کے عملہ کی کوئی تربیت نہیں کی جاتی جیل میں

اصلاحات کی مد میں متوثر قیادت کا فقدان بھی پایا جاتا ہے۔مزید برآں معلومات جمع کرنے والا اور انتظامی نظام بہت کمزور ہے۔ دیگر الفاظ میں جیل خانہ جات کا پورا نظام قابل اعتماد حقائق پر مبنی اعداد و شمار سے متعلقہ پالیسیوں کے نفاذ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔اگر ہم جیل خانہ جات اور اسکے نظام میں اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں جیل قوانین میں بھی ترامیم کرنا ہونگی۔جیل عملہ کی تربیت کے ذریعہ قیادت کی اصلاحات کو نکھارنا اور بین الاقوامی معیارات کو روزمرہ کی پریکٹس میں متعارف کرانا بھی ضروری ہے۔

متبادل اقدامات اور پابندیاں

جیلوں میں ہجوم ایک بہت اہم مسئلہ ہے۔اسکے ساتھ ساتھ مجرمانہ پالیسیاں اور سماجی تحفظ، سہولیات کی کمی ان مسائل کو مزید گھمبیر کردیتی ہے۔ جیلوں میں ہجوم بہت سی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی وجہ ہے۔اس مسئلہ کا حل قوانین کے عمل درآمد میں پوشیدہ ہے۔اس سلسلہ میں عدلیہ کو پروبیشن آرڈیننس کا زیادہ سے زیادہ استعمال کرنا چاہیے۔

غیر حراستی پابندیاں اور اقدامات جرم کے حوالہ سے ملزم اور معاشرہ میں انکی جگہ ایک بہت بڑی تبدیلی ہے جیلوں کا رجحان سزا کی بجائے انصاف اور دوبارہ بحالی کی طرف ہونا چاہیے جب اس حوالہ سے مجرموں کی آمادگی بھی حاصل ہوگی تو اسکی وجہ سے معاشرہ کے بہت سارے افراد دوبارہ سے جرائم کی طرف مائل نہیں ہونگے چنانچہ معاشرہ میں سزاؤں کے نفاذ کے ذریعہ ایک طویل مدتی بہتر تحفظ پیش کیا جا سکتا ہے بجائے اسکے کہ انھیں قید تنہائی میں رکھا جائے۔

سماجی انضمام

جیل اصلاحات کے حوالے سے قیدیوں کی رہائی کے بعد معاشرہ میں دوبارہ بحالی اور انضمام سب سے اہم مقصد ہے۔فوجداری انصاف کے عمل میں جتنا جلدی ممکن ہو سکے سماجی انضمام کے اقدامات اُٹھائے جائیں۔ لہٰذا اس کا مقصد فوجداری انصاف کے عمل کو مناسب علاج معالجہ کے پروگراموں، غیر حراستی پابندیوں کی طرف موڑنا چاہیے۔قیدیوں کو معاشرے سے کاٹ کر جیلوں میں قید رکھنے کی بجائے انھیں با مقصد سرگرمیوں میں مصروف رکھا جانا چاہیے یہ تمام عناصر جامع سماجی انضمام پالیسی کے ماخذ ہونگے۔اسی طرح جیلوں کے اندر قیدیوں کے ذریعہ معاش کے لیے دی جانے والی مدد اور نفسیاتی علاج معالجہ قیدیوں کو دوبارہ سے معاشرہ کا فعال رکن بنا سکتا ہے۔پالیسی، فوجداری انصاف سماجی تحفظ کے حوالہ سے باقی متعلقہ اداروں کے درمیان قریبی تعاون کے خواہاں ہیں۔ بہت سارے قیدی اپنے پڑاؤ کی تلاش میں سرگرداں

رہتے ہیں، کچھ مذہب یا روحانیت میں طرف دلچسپی رکھتے ہیں کچھ انسانیت اور سیکولرازم کا رجحان رکھتے ہیں اس حوالہ سے متعلقہ اداروں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور قیدیوں کو اس حوالہ سے مدد دیں۔

صحت کی دیکھ بھال

مساوی صحت کی دیکھ بھال اور صحت کا حق جیل میں محبوس تمام قیدیوں پر اسی طرح لاگو ہوتا ہے یا حقدار ہوتے ہیں جس طرح کے معاشرہ کے باقی افراد لیکن یہ حق جیلوں میں بہت کم دستیاب ہوتا ہے اکثر و بیشتر جیلوں میں سہولیات فنڈز کی عدم دستیابی اور کبھی سٹاف کے میسر نہ ہونے کی وجہ بہت کم ہوتیں ہیں۔ بیشتر اوقات جیل کی انتظامیہ قومی صحت حکام سے مکمل لاتعلقی میں صحت کی خدمات سرانجام دے رہے ہوتے ہیں۔

مخصوص خواتین اور بچوں کو تو شاذونادر ہی صحت کی سہولیات میسر ہوتیں ہیں۔ اسکے علاوہ پینے کا صاف پانی، محفوظ کھانا، مناسب غذائیت اور ہاؤسنگ، دانتوں کی صحت کی سہولیات، مناسب کام اور ماحول، صحت سے متعلق تعلیم اور معلومات اور صنفی مساوات کو بھی بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔

اگر ہم آزاد کشمیر، گلگت بلتستان کی جیلوں کو شامل کریں تو پاکستان میں کل 99 جیلیں ہیں ان جیلوں میں قیدیوں کو رکھنے کی گنجائش 42,670 ہے جبکہ 78,328 قیدی جیلوں میں قید ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستانی جیلوں میں اژدہام ہے۔ اور ان میں گنجائش سے زیادہ 35000 قیدی رکھے گئے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں قیدی اپنے مقدمہ کی سماعت کے منتظر ہیں آبادی کے بڑھنے کے باعث جرائم کی شرح میں بھی تیزی آئی ہے۔ جیل خانہ جات مجرموں کی اصلاح کرنے کی بجائے انکے لیے جرائم کی محفوظ پناہ گاہ بنے ہوئے ہیں۔

پیچیدہ قوانین وضابطے اکثر و بیشتر عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتے یہ بہت افسوس کی بات ہے کہ پورے پاکستان میں جیل عملہ کی تربیت کیلئے صرف ایک ادارہ موجود ہے۔ پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے 2011 میں شائع کردہ رپورٹ کے مطابق نا اہلی اور بدعنوانی پاکستانی جیل نظام میں بہت واضح ہیں جیل خانہ جات انتظامی اور مالی بحران کا شکار ہیں اور جیلوں میں سیکورٹی کی مشینیں یا تو کام نہیں کر رہی یا سرے سے موجود ہی نہیں ہیں۔

جیلوں میں اصلاحات کے لیے قوانین اور قواعد میں ترامیم کرنا ضروری ہیں پاکستانی جیل خانہ جات کے قواعد اٹھائیس سال پرانے ہیں انکی تجدید کی ضرورت ہے جیل عملے کی اندرون اور بیرون ملک

تربیت کی ضرورت ہے۔نئی میڈیکل لیبارٹریوں کو قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ جیلوں میں واٹر ٹریٹمنٹ پلانٹس نا کافی ہیں یا غیر فعال ہیں اسکی عدم موجودگی میں قیدیوں میں مرض پھیلتا ہے چنانچہ اس مسئلے کو حل کرنے کی ضرورت ہے۔ جیلوں میں بیڑیوں ،طوق اور زنجیروں کا استعمال عام ہے غیر ضروری جسمانی سزا جیلوں میں زندگی کا حصہ ہے جیلوں میں کمزور طبقہ خاص طور پر خواتین اور بچے جنسی تشدد سمیت بہت سارے مسائل کا شکار ہوتے ہیں۔عام طور پر قیدی خوراک، رہائش اور صحت کے حوالے سے پاکستان جیل قواعد کے تحت ملنے والے حقوق سے آگاہ نہیں ہوتے اور اسکے علاوہ رائج قوانین کے تابع قانونی امداد سے آگاہ نہیں ہیں اور دادرسی کے لیے شکایت کے مناسب طریقے سے بھی واقف نہیں ہوتے۔

جیل اصلاحات کمیٹی جو کہ مختلف اسٹیک ہولڈرز اور سول سوسائٹی کے اراکین پر مشتمل ہو بنائی جائے اوران کے پاس قیدیوں کے مسائل حل کرنے اور اچانک دورہ کرنے کے موثر انتظامی اختیارات ہونے چاہیں ایسی قیدی خواتین جن کے ساتھ انکے بچے بھی محبوس ہیں اور وہ ان کی صحت،تعلیم ترقی اور تحفظ کے لیے کوئی اقدامات نہیں کرسکتیں ایسے بچوں کیلئے جنگی بنیادوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ پاکستان میں بچے عمر کے تعین کے مسئلہ کی وجہ سے جیلوں میں قید ہیں۔جیلوں میں بہت سارے ایسے کم عمر بچے نظام انصاف برائے کم سن مجرمان کے قانون کے تحت اپنے مقدمہ کی سماعت کے منتظر ہیں۔ یہ مسئلہ فوری توجہ کا مستحق ہے۔آخر میں یہ کہنا چاہونگا کہ

- ☆ جووینائل جسٹس سسٹم آرڈیننس کی دفعہ 3 کے تحت بچوں کو مفت قانونی مدد فراہم کرنے کیلئے فنڈز مہیا کئے جائیں۔
- ☆ بچوں کی مخصوص عدالتیں قائم کی جائیں۔
- ☆ خیبر پختونخواہ اور بلوچستان میں بورسٹل اداروں کے قواعد کا نفاذ کیا جائے۔

جیل اصلاحات: وقت کی اشد ضرورت

ڈاکٹر ندیم الرحمٰن، (UNODC)

جیلوں میں منشیات کے استعمال کے مسئلہ پر حاضرین کی توجہ دلائی گئی ہے اور مختلف قسم کی نشہ آور ادویات کے عادی افراد کے اعداد و شمار پیش کیے گئے ہیں۔ صوبائی سطح پر منشیات کے استعمال کے اعداد و شمار پیش ہوئے اور اُن افراد کی تفصیلات بھی پیش کی گئی جو انجکشن کے ذریعہ منشیات کا استعمال کرتے ہیں اور یہ بھی بیان ہوا کہ بہت سے منشیات عادیین منشیات رکھنے کے جرم میں گرفتار کیے جاتے ہیں اور پھر منشیات کے حصول کے سلسلے میں وہ مختلف قسم کے دیگر جرائم میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے جیلوں میں منشیات کے غیر محفوظ استعمال کو ایچ آئی وی ایڈز کے پھیلاؤ کی بڑی وجہ بھی قرار دیا اور اُن دیگر وجوہات کا جائزہ لیا جو ایڈز کے پھیلاؤ کی وجہ بن رہی ہیں جن میں قیدیوں کی بہتات، بے راہ روی، غیر محفوظ جنسی تعلقات اور منشیات کا بذریعہ انجکشن استعمال وغیرہ جیسی وجوہات شامل ہیں۔ رپورٹ میں صوبہ سندھ کی مختلف جیلوں کا جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے جس میں تقریباً 1198 انٹرویو کیے گئے، جن میں شادی شدہ اور ان پڑھ افراد کا تناسب 50 فیصد تھا، جنہوں نے جائزہ کاروں کو ایڈز کے متعلق معلومات پیش کیں اور صوبے کی مختلف جیلوں میں ایچ آئی وی کے عمومی تناسب کی تفصیلات کی روشنی میں سفارشات پیش کیں جن میں بیماریوں کے متعلق آگاہی پیدا کرنا، تعلیم عامہ، منشیات کے عادی افراد کے علاج اور ایڈز زدہ افراد کو مخصوص نگہداشتی مراکز میں رکھنے اور مثبت اصلاحات کے نفاذ کی تجاویز پیش کی گئیں۔

1۔ منشیات کے استعمال کا مسئلہ

منشیات کا استعمال تقریباً 6% یا 6.7 ملین لوگوں، میں پندرہ سے 64 برس کے ہیں، میں پایا جاتا ہے۔

بھنگ	4000,000	(چالیس لاکھ)
ہیروئن	860,000	(اٹھ لاکھ ساٹھ ہزار)
انجکشن کے ذریعہ منشیات کا استعمال	430,000	(چار لاکھ تیس ہزار)
سکون آور ادویات	1,500,000	(پندرہ لاکھ)
دردکش ادویات	1,600,000	(سولہ لاکھ)

2۔ صوبائی سطح پر منشیات کے اعداد و شمار

	صوبہ	سالانہ موجودگی	تخمینی۔
1۔	پنجاب	4.7	2.9 ملین

2۔	سندھ	6.6	1.7 ملین
3۔	خیبر پختونخواہ	10.9	1.6 ملین
4۔	بلوچستان	5.0	280,000

3۔ وہ افراد جو انجکشن کے ذریعہ منشیات کا استعمال کرتے ہیں۔

1۔ پاکستان دنیا کے ان 15 ممالک میں سے ہے جس میں سب سے زیادہ PWD بیماریوں میں مبتلا لوگ ہیں۔

2۔ پاکستان کو HIV بیماری کا ملک ظاہر کیا گیا۔

3۔ ایچ آئی وی کی دوسری نسل کی نگرانی کے نتائج

4۔	راؤنڈ دوم 2005	11%
5۔	راؤنڈ سوم 2008	21%
6۔	راؤنڈ چہارم 2011	37%
7۔	فیصل آباد	52.5%
8۔	ڈیرہ غازی خان	49.6%
9۔	گجرات	46.2%
10۔	کراچی	42.2%

4۔ منشیات سے متعلق جرائم میں گرفتار منشیات صارفین

1۔ کہیں بھی گرفتار کرلیا گیا؟

2۔ گزشتہ سال منشیات سے متعلق گرفتاریاں۔

3۔ ایسے تمام منشیات صارفین جو انتہائی رسک پر ہیں۔

4۔ دیگر صارفین جو کم رسک پر ہیں۔

5۔ باقاعدگی سے منشیات استعمال کرنے والے صارفین۔

6۔ بھنگ پر انحصار کرنے والے صارفین۔

5۔ استعمال منشیات کے مختلف اقسام کے جرائم۔

1۔ بھنگ استعمال کرنے والے۔

2۔ باقاعدگی سے منشیات استعمال کرنے والے۔۔

3۔ دیگر بڑے پیمانے پر خطرناک منشیات استعمال کرنے والے۔

4۔ تمام خطرناک منشیات استعمال کرنے والے۔

5۔ منشیات استعمال کرنا، قبضے میں رکھنا، املاک کی چوری، بیچنا، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا، دیگر جرائم اور

عصمت فروشی وغیرہ۔

6۔ جیلوں میں خطرناک طرزِ عمل

دورانِ جیل	**بھنگ کا استعمال**	**منشیات کا استعمال**	**نئے انجکشن کا استعمال**
جنسی عمل کیا؟	7	11	10
منشیات کا استعمال کیا؟	44	66	63
انجکشن کا استعمال کیا؟	04	15	14
نئے انجکشن کا استعمال کیا؟	05	21	19
جیل میں قید کا دورانیہ۔	25 دن	66 دن	61 دن

7۔ جیل ایچ آئی وی ایڈز کیلئے ایک موزوں جگہ

ایچ آئی وی کے پھیلاؤ کی بلند شرح کچھ ممالک میں قیدیوں کے درمیان نوٹ کی گئیں۔

وجوہات:۔

8۔ جیل کے عام حالات

1۔ گنجائش سے زیادہ قیدیوں کا ہونا۔

2۔ تشدد اور ذاتی نقصان۔

3۔ منشیات کا زیادہ استعمال ایچ آئی وی، ہیپاٹائٹس (بی اور سی)، ٹی بی باہر عام معاشرہ کے مقابلے میں زیادہ پھیلاؤ۔

4۔ خطرہ سے دوچار گروپوں کا طرزِ عمل۔

5۔ ہم جنس پرستی کے تعلقات۔

6۔ جنسی تشدد کی دیگر اقسام، زنا وغیرہ۔

7۔ جسم کھود کر نقش بنانا۔

8۔ منشیات کا عام اور بذریعہ انجکشن استعمال۔

9۔ مطالعہ۔

10۔ مقصد۔

1۔ منتخب جیل کے قیدیوں میں ایڈز کی موجودگی کا اندازہ۔

2۔ ایسے قیدیوں کے رویوں کو سمجھنا اور مشاہدہ کرنا جن میں ایڈز موجود ہونے کا خطرہ زیادہ ہو۔

10۔ مطالعہ

مطالعے کی جگہیں

1۔ سنٹرل جیل کراچی۔

2۔ ڈسٹرکٹ جیل ملیر۔

3۔ سنٹرل جیل لاڑکانہ۔

4۔ سنٹرل جیل حیدرآباد۔

5۔ سنٹرل جیل سکھر۔

11۔ شمولیت کا پیمانہ

1۔ مرد قیدی

2۔ اٹھارہ یا اس سے زائد عمر کے قیدی۔

3۔ ایسے قیدی جنہوں نے تین ماہ سے زائد کا عرصہ گزارا ہو۔

4۔ مطالعہ میں شریک ہونے کیلئے اپنی رضامندی ظاہر کی ہو۔

12۔ استثنائی صورتیں

1۔ سننے یا بات سے محروم۔

2۔ مطالعہ میں شرکت نہ کرنے کے خواہش مند۔

13۔ رویہ کے بارے میں معلومات

1 حیاتیاتی/زندگی کے متعلق معلومات

14۔ انٹرویو کی تعداد

شہر	جیل	انٹرویو کی تعداد
کراچی	مرکزی جیل	438
ملیر	ضلعی جیل	258
لاڑکانہ	مرکزی جیل	118
حیدرآباد	مرکزی جیل	245
سکھر	مرکزی جیل	139
میزان		**1198**

15۔ مطالعہ کا نتیجہ

اوسط عمر	31.1 سال
شادی شدہ	50%
ان پڑھ	50%

16۔ جیل خانہ جات میں منشیات کا استعمال

منشیات	فی صد	تعداد
الکوحل	7.3%	87
چرس	19%	228
ہیروئین	6.9%	83
افیم	4.3%	51
بھنگ	1.3%	16

17۔ انجکشن کے ذریعہ منشیات کا استعمال

انجکشن کے ذریعہ استعمال کی گئی منشیات	104
جیلوں کے اندر انجکشن کے ذریعہ منشیات کا استعمال	104 میں سے 21 (20.1%)

18۔

منشیات سے متعلقہ جرائم میں گرفتار ملزمان	11.7%

باہمی رضامندی سے جنس پرستی کرنا	5%

19۔ **ایچ آئی وی ایڈز سے متعلق معلومات**

ایڈز سے متعلق معلومات حاصل ہوئی	60.9%
ایڈز کی جنس پرستی کے ذریعہ منتقلی	45.9%
سوئی اور انجکشن کے ذریعہ منتقلی	35.9%
خون کے ذریعہ منتقلی	20.3%

20۔ **ایچ آئی وی ایڈز سے بچاؤ کی معلومات**

کنڈومز	24%
نئے انجکشن کا استعمال	21%
صاف خون	12.5%

21۔ **ایچ آئی وی کی عمومی موجودگی**

سنٹرل جیل کراچی	1.4%
ڈسٹرکٹ جیل ملیر	2.7%
سنٹرل جیل لاڑکانہ	1.7%
سنٹرل جیل حیدرآباد	3.7%
سنٹرل جیل سکھر	2.9%

22۔ **سفارشات۔**

آگہی کے پروگرام

HIV/AIDS، ہیپاٹائٹس بی اور سی

محفوظ عمل۔

تعلیم۔

VCCT کا عمل۔

منشیات کا علاج و معالجہ۔

ایسے قیدی جن میں ایچ آئی وی کا مثبت نتیجہ موجود ہو ان کو ایچ آئی وی کے نگہداشت اور سپورٹ پروگرام تک رسائی اور قانونی اصلاحات۔

میری نیک خواہشات آپ لوگوں کے ساتھ ہیں۔

جیل اصلاحات: وقت کی اشد ضرورت

محمد یوسف عابد، غیر سرکاری معائنہ کار، لاہور

مقالہ ہذا میں غیر سرکاری معائنہ کاروں کو نوٹیفائیڈ وزیٹر قرار دینے اور ان کی تقرریاں سیاسی بنیادوں یا ذاتی پسند و ناپسند کی بجائے میرٹ پر کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ ان کی کم از کم تعلیمی قابلیت بی اے اور کم از کم عمر 40 برس مقرر کرنے اور ان کی مالی حیثیت کا تعین کرنے کی بات کی گئی ہے۔ مزید یہ کہ ان سفارشات کی روشنی میں نوٹیفائیڈ آفیشل وزیٹر کی تقرری کیلئے باقاعدہ کمیٹی تشکیل کرنے اور قیدیوں کی فلاح کی مد میں عطیات اور نقد زکوٰۃ کی صوابدیدی تقسیم کی حوصلہ شکنی کرنے اور جیل کے قیدیوں سے امتیازی سلوک روا رکھنے جیسے مسائل کی نشاندہی کیلئے تجویز پیش کی کہ جیل کے افسران کو عالمی فلاحی ریاستوں میں تربیت کیلئے بھیجا جائے تاکہ وہ جدید نظریات کی بنیاد پر قیدیوں کی اصلاح کرنے کے قابل ہو سکیں۔ پرانے قوانین میں ترامیم کر کے عالمی معیار کے جدید قوانین رائج کرنے کی ضرورت پر بھی زور دیا ہے۔

عزت مآب چیف جسٹس آف پاکستان

معزز مہمانانِ گرامی اور شرکاء ورکشاپ

میرے لئے اعزاز ہے کہ مجھے اس ورکشاپ میں مدعو کر کے خیالات کے اظہار کا موقع دیا گیا میں اس موقع پر آپکو اپنے تجربات سے آگاہ کروں گا جو کہ ایک دہائی پر محیط ہیں اور یہ تجربات آپکو جیلوں میں اصلاحات کیلئے مدد دیں گے۔

نوٹیفائیڈ آفیشل وزیٹر ہونے کے ناطے میں اپنے اس شعبہ کی درج ذیل خامیوں پر روشنی ڈالوں گا۔

(الف) N.O.V کا مخفف نان آفیشل وزیٹر کی بجائے نوٹیفائیڈ آفیشل وزیٹر پڑھا جائے۔

(ب) میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ نوٹیفائیڈ آفیشل وزیٹر کی تقرری کیلئے معیار موجود نہیں ہے اور یہ تقرریاں زیادہ تر سیاسی بنیادوں پر ہوتی ہیں اور ترجیحات سلاخوں کے پیچھے قید جرائم پیشہ سیاسی قیدیوں کے مفادات کا خیال رکھنا ہوتا ہے۔ اور یہ اعزازی تقرریاں میرٹ پر ہونی چاہیے۔

1۔ N.O.V کی کم از کم قابلیت گریجویشن ہونی چاہئے

2۔ کم از کم عمر 40 سال سے زائد ہو کیونکہ 40 سال کی عمر کے بعد ذہنی پختگی آتی ہے۔

3۔ غیر سرکاری معائنہ کاروں کا دس سال یا زائد عرصہ کے دوران آمدنی ٹیکس یا لینڈ ریونیو کی ادائیگی کی رقم کا ریکارڈ پیش کیا جائے تاکہ اس کی کم از کم مالی حیثیت کا تعین کیا جائے۔

4۔ مذکورہ بالا معیارات کے عمل درآمد کی سے صرف وہی افراد منتخب ہوں گے جو نیک مقصد کیلئے کام کرنے چاہتے ہیں۔

5۔ میں پر اعتماد ہوں کہ فیڈریشن چیمبر آف کامرس اور انڈسٹری کا پلیٹ فارم استعمال میں لا کر جیل خانہ جات کے مالی مسائل حل کر کے جیلوں میں قیدیوں کے رہنے کی حالت کو مزید بہتر بنایا جا سکتا ہے۔

(ج) مندرجہ بالا سفارشات کی روشنی میں نوٹیفائیڈ آفیشل وزیٹر کی تقرری کیلئے کمیٹی تشکیل دینی چاہیے اور یہ کمیٹی سالانہ بنیاد پر امیدواروں کی جمع کرائی گئی امداد پر بھی احتسابی نظر ڈالے۔

(د) میں آپ کی توجہ اس نکتہ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ بین الاقوامی سطح پر عطیہ دہندگان کو باعزت مقام حاصل ہے لیکن ہمارے معاشرہ میں جیلوں میں عطیہ دہندگان کو سول یا سیشن جج صاحبان کے مقررہ دوروں کے دوران گھنٹوں انتظار کروا کے ذلیل کیا جاتا ہے۔

(ڈ) مختلف تہواروں پر مستحق قیدیوں کو مخیر حضرات کی طرف سے بھیجے جانے والے تحائف جج صاحبان خود تقسیم کرتے ہیں جو کہ عطیہ دہندگان کی ہتک ہے جبکہ بالواسطہ سول سوسائٹی کے رابطہ سے قیدیوں کو حوصلہ ملے گا اور انہیں اپنے مسائل بیان کرنے میں آسانی ہوگی۔

(ر) جیل قوانین کے تحت جیل میں موبائل فون کا استعمال جرائم کی حوصلہ شکنی کرنے کے ممنوع ہے لیکن جیل کے اندر پی سی او جیل عملہ کی ملی بھگت سے فون کالز کرنے کیلئے چلائے جا رہے ہیں۔

(ژ) جیل وارڈن کے مطالبات کو پورا نہ کرنے والے قیدی اس جرم کی پاداش میں بیت الخلاء میں سونے پر مجبور ہوتے ہیں اور ان سے جانوروں جیسا سلوک روا رکھا جاتا ہے جو کہ اللہ کی بہترین مخلوق سے سلوک انتہائی شرمناک ہے۔

اس کے علاوہ مزید ایسے افعال بھی ہیں جو جیل عملہ قیدیوں کو ہراساں کرنے کیلئے کرتا ہے۔

میں آخر میں یہ تجویز دونگا کہ جیل کے افسران بالا کو عالمی فلاحی ریاستوں میں تربیت کے لیے بھجوایا جائے اور ملک میں رائج غلام قوموں کیلئے بنائے گئے قوانین میں ترامیم کے بعد عمل درآمد کی اشد ضرورت ہے اور جیل کو مجرموں اور جرائم کی افزائش کی بجائے قیدیوں کو مفید شہری بنانے کا ادارہ بنایا جائے۔

گروپ چہارم

قیدیوں کی بحالی: ایک نظر انداز پہلو

جناب جسٹس ناصر الملک جج، عدالتِ عظمیٰ، گروپ چہارم کی صدارت کرتے ہوئے

گروپ چہارم کے شرکاء

قیدیوں کی بحالی: ایک نظر انداز پہلو

جسٹس اعجاز افضل خان جج، عدالتِ عظمیٰ آف پاکستان

جیلوں کے مقاصد کا تذکرہ کرتے ہوئے جیلوں کو سزا کے مقصد کے حصول کی جگہ قرار دیا گیا ہے کہ اصلاح کے فقدان کی وجہ سے قیدی سزا کی تکمیل کے بعد پھر اسی مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں اس نے جرم کا ارتکاب کیا تھا۔ جیلوں میں قیدیوں پر اخراجات کو مثبت انداز میں استعمال اور ان کی اصلاح اور تعلیم و تربیت پر توجہ دینے کی تجویز دی گئی ہے تاکہ بعد از رہائی قیدی باعزت اور مفید زندگی بسر کرنے کے قابل ہو سکیں۔ جرم سرزد کرنے اور مجرمانہ رجحانات کے سدباب کی کوشش کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ قیدیوں کے مسائل پر توجہ دلائی گئی ہے اور جیلوں میں اژدھام، صحت مند سرگرمیوں کے فقدان، فرائض سے غفلت اور تشدد جیسے مسائل کی نشاندہی کی اور جیلوں کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے عملی اقدامات اٹھانے کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ کسی بھی جرم کے ارتکاب کے پس پردہ کوئی نفسیاتی الجھن یا پریشانی ہوتی ہے لہذا اس قسم کی پریشانیوں کے سدباب اور ان نفسیاتی بیماریوں کے علاج پر توجہ دینے کی تجویز پیش کی گئی ہے۔ قیدیوں میں بڑھتی ہوئی نفسیاتی بیماریوں اور خودکشی کے رجحانات کی تجزیہ کیا گیا ہے اور جیلوں کی بروقت اصلاح اور قیدیوں کی بحالی کیلئے مناسب پروگرام ترتیب دینے کی ضرورت پر زور دیا۔ جیلوں کی ابتر حالت کی جانب توجہ دینے اور کہا کہ جس طرح ہم ملک کی تعمیر نو کرتے ہوئے عمارتیں اور سڑکیں تعمیر کرتے ہیں اسی طرح ہمیں جیلوں کی بدحالی پر زبانی جمع خرچ کی بجائے عملی اقدامات اٹھانے کیلئے غفلت کی نیند سے جاگنا ہوگا۔ جیلوں کی بحالی کے اصل مقصد کے حصول کی ضرورت کا خصوصی ذکر کیا گیا ہے۔

تا حال مرتب کردہ تاریخ میں قید یا محبوس رکھنے کو سزا تصور کیا جاتا ہے۔ اور جہاں قید کر کے رکھا جاتا ہے اسے جیل کہا جاتا ہے۔ چاہے قدیم ہوں، وسطی ادوار ہوں یا جدید، قید یا تو ایک مقررہ مدت یا تا حیات عرصہ کیلئے ہوتی ہے۔ جیلوں کے متعدد مقاصد میں سے ایک جرم کے ارتکاب کو روکنا ہے اس لئے جیلیں جب تک قیدی اس میں قید رہتے ہیں بڑی حد تک مطلوبہ مقصد پورا کرتی ہیں۔ لیکن جونہی قیدیوں کو

رہا کیا جاتا ہے وہ اُسی موڑ پر کھڑے ہوتے ہیں جہاں وہ جرم جس کی پاداش میں انھیں قید کیا گیا تھا کے ارتکاب کرنے سے پہلے کھڑے تھے۔ بعض اوقات وہ جیل میں گزارے عرصہ کے دوران دیگر قیدیوں کے ساتھ میل میلاپ کی وجہ سے یا وہاں روا رکھے گئے غیر انسانی سلوک کی وجہ سے اور بھی زیادہ مجرمانہ سوچ کے حامل بن جاتے ہیں اور اور بھی تشدد پر اتر آتے ہیں۔ بہت کم افراد ایسا سمجھتے ہیں کہ بہت ایک خطیر رقم ایسے مقصد کے حصول میں خرچ ہوتی ہے جو بذات خود منفی ہے جبکہ جیل رقید میں گزارے ہوئے عرصہ کو ایک انتہائی مثبت اور اعلیٰ مقصد کے حصول کیلئے استعمال کرنا چاہیے۔ ایک قیدی جو قید کی صعوبت برداشت کرتا ہے کی اصلاح اور بحالی کی جا سکتی ہے۔ اسے ایک طریقہ کار کے تحت منظم بھی کیا جا سکتا ہے۔ اسے پڑھایا جا سکتا ہے اور با اختیار بنا کر اسکے ذہن کو جلا بخشی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے کہ ہم لوگ اس معاملے میں اپنے رویوں اور انداز میں قدیم وقتوں میں چلے جاتے ہیں۔

عدالت کے فیصلہ کے نتیجہ میں دی گئی قید محض قید ہے اور کچھ نہیں۔ وہ قیدی جنکے مقدمات زیر التواء ہیں یا جو سزا یافتہ ہیں، ایک جسم سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے اور پہلے تو ان کے جسم ودماغ کی صلاحیت کو بچایا یا بڑھایا جا سکتا ہے اور پھر اُسے کسی تخلیقی یا تعمیری کام کیلیئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ایسا کرنے سے قبل یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ آخر ان کے مجرمانہ رجحانات کیسے پیدا ہوئے، کس طرح وہ مجرمانہ ذہنیت کے حامل بنے اور وہ کیا حالات تھے جسکی وجہ سے یہ اُس معاشرہ جس میں یہ رہتے ہیں، سے الگ ہو کر رہ گئے یا اجنبی بن گئے؟ کس چیز نے اُنھیں باغی اور سیدھی راہ سے ہٹ کر چلنے والا بنایا؟ یہ اچانک یونہی تو نہیں ہو گیا کہ وہ دوسروں کے خلاف اسلحہ لیکر کھڑے ہو گئے اور انھیں گزند پہنچایا یا اُن کی جانیں لے لیں؟ یہ فرض کیا جاتا ہے کہ اصل میں کئی اور واقعات اور سانحات بھی تھے جس نے انھیں اس گہری کھائی میں ڈالا جہاں وہ عام حالات سے ہٹ کر کچھ کرنے پر مجبور ہوئے؟ اس طرح وہ جو لوٹ مار کرتے ہیں انھوں نے ایسا مذاق میں یا لطف اندوزی کیلئے نہیں کیا۔ ہمیں دیکھنا ہے کہ یہ سب انھوں نے نفسیاتی یا مالی مجبوریوں کی وجہ سے کیا۔ یہیں پر ہمیں توقف کر کے مجرمان کے پس منظر کو ڈھونڈ نکال کر کے دوران قید ایسے طریقے وضع اور وسائل مہیا کرنے ہیں جو اُنھیں صحیح راستے پر ڈال سکے۔

آغاز کرتے ہوئے آج پہلی چیز جسے ہماری توجہ درکار ہے یہ ہے کہ عمارات جہاں قیدیوں کو رکھا جاتا ہے کسی بھی نقطۂ نظر سے مناسب نہیں ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر جیلیں فرنگی طاقتوں کی ضروریات کے تحت بنائی گئی تھیں جن میں مقامی باشندوں اور قیدیوں کی اصلاح یا بحالی اصلاحات سے کوئی غرض نہ تھی۔

جیل خانہ جات بہت محدود تعداد میں قیدیوں کو رکھنے کیلئے تعمیر کی گئی تھیں۔ اُس زمانے میں قیدیوں کی تعداد کے پیشِ نظر تو یہ کسی حد تک کافی تھیں مگر آجکل قیدیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کی وجہ سے یہ چھوٹی ہوگئی ہیں۔ بلکہ قیدیوں کے بے تحاشہ اژدھام کی وجہ سے اب یہ ایسے تعفن زدہ پنجروں میں تبدیل ہو چکی ہیں جہاں سینکڑوں کے بجائے ہزاروں قیدی بغیر کسی سہولت کے سکڑے پڑے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی حالت زار مویشیوں کے باڑے میں جانوروں سے بھی بدتر ہے۔ وہ یہیں کھاتے ہیں، پیتے ہیں، سوتے ہیں اور انہی پنجروں میں رفع حاجت کیلئے بھی جاتے ہیں جہاں ایک لمحہ کیلئے کی کوئی گنجائش نہیں لہٰذا یہ اُنہیں اُس پتھر کے دور میں لے جاتا ہے جہاں آج کے دور کے جدید انسان کہلانے والوں نے ابھی اپنے خفیہ حصوں کو ڈھانپنا بھی نہیں سیکھا تھا۔ بعض اوقات تو انھیں جیل کے صحن میں لے جایا جاتا ہے۔ مگر پھر بھی اُنہیں کسی صحت مندانہ مشغلے میں مصروف نہیں کیا جاتا۔ عام یا پیشہ ورانہ رہنر مندانہ تربیت جو تین چار عشرے پیشتر اگر تھی بھی تو اب مکمل طور پر مفقود ہے۔ کاغذوں میں تو ہمارے پاس شعبہ جیل ہے مگر نچلی سطح سے لے کر اوپر کی سطح تک کے افسران اگر حادثاً نہ بھی کریں تو غفلت سے اپنے فرائض کی اہمیت کو سمجھے بنا سرانجام دیتے ہیں۔ متعدد بار سول اعلیٰ ملازمت کے افسران بھی اس شعبہ کی سربراہی اور نگرانی کرتے ہیں مگر وہ بھی اسی عام روش کا شکار ہو جاتے ہیں جسکا شاید ہی کوئی معنی ہو۔ وہ جن کا کوئی اثر ورسوخ یا اختیار ہوتا ہے نے بھی کبھی نہیں سوچا یا غور کیا کہ جیلیں ہمارے معاشرہ کا لازمی جزو ہیں جہاں ہم میں سے ہی ایسے ابنارمل رویوں کی وجہ سے سزا یافتہ افراد یا زیر التواء مقدمات کے قیدی ہی بھیجے جاتے ہیں۔

جیلوں کو جدید تقاضوں کے ہم آہنگ بنا کر فروغ دے کر مفید بنایا جا سکتا ہے تاہم اس پہلو کو بڑی بے رحمی سے نظر انداز کیا جاتا ہے۔ کئی جانب سے کچھ آوازیں اُٹھائی جاتی ہیں مگر وہ صرف اندھیرے میں تیر چلانے کے ہی مترادف ہے۔ آئے دن ہم دیکھتے ہیں کہ اگر ایک بیمار یا لاغر قیدی کو جیل بھیجا جاتا ہے تو اسکی بیماری اور شدید ہو جاتی ہے۔ نہ صرف اسکی صحت گرنا شروع ہو جاتی ہے بلکہ اُسکے ساتھ رہنے پر مجبور دیگر قیدیوں کو بھی متاثر کرتی ہے۔ اسی طرح اگر ایک قیدی جیل میں ہی بیمار پڑ جائے تو اسکی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ بظاہر ادویات فراہم کی جاتی ہیں مگر وہ اُس کی حالت کو ٹھیک کرنے کے بجائے اور بگاڑ دیتی ہیں۔ وجہ تلاش کرنا اتنا بعید نہیں اور وہ یہ کہ یہ ادویات اصلی سے زیادہ انتہائی غیر معیاری ہوتی ہیں۔ اپنے معاشرہ کے اس نظر انداز شدہ حصہ پر یہ نہ صرف غور کرنے کا بلکہ اپنی جیلوں کے ماحول کو بہتر بنانے اور اسے حیوانی سے انسانی سطح تک لانے کیلئے جنگی بنیاد پر اقدامات کرنے کا وقت ہے۔ قیدیوں کو اپنی قید کا وقت

جیلوں میں اگر معزز طریقے سے نہیں تو انسانی طریقے سے بتانے کیلئے کشادہ عمارات کی اشد ضرورت ہے۔

تعلیم بالعموم اور ہنر مندانہ تربیت بالخصوص قیدیوں کو بعد از رہائی صحتمندانہ سرگرمیوں میں مشغول رکھ کر مفید شہری بنا سکتی ہے۔ اس سے انھیں اپنی رہائی پر کچھ کما کر واپس نارمل زندگی کی طرف آنے میں بھی مدد مل سکتی ہے۔ جیلوں میں چھوٹے پیمانے پر صنعتیں بھی اس مقصد کے لیے قائم کی جا سکتی ہیں اور دوران قید بھی قیدیوں کو عام اور ہنر مندانہ تعلیم وتربیت مثبت اور معنی خیز سرگرمیوں میں مصروف رکھ سکتی ہے۔ اس کے دیگر کئی فوائد ہو سکتے ہیں ان میں سے ایک بڑا فائدہ انھیں مجرمانہ سازشوں اور سرگرمیوں سے ہٹانے کا ہوسکتا ہے۔ ہمارے ملک میں جیلوں کا ایک اور بدنما اور غلامانہ پہلو یہ ہے کہ یہ منشیات فروشوں اور منشیات کی نقل و حمل کرنے والوں کا گڑھ بن چکی ہیں۔ ہر نشہ آور مواد جو باہر سے نہیں مل سکتا بڑی آسانی اور بغیر کسی مشکل کے جیلوں میں مل جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جیل عملہ کی ملی بھگت اور تعاون کے بغیر یہ ممکن نہیں مگر اس کا کوئی جائزہ نہیں لیا جاتا نہ سزا نہیں دی جاتی۔ اگر کسی مرحلے پر ایسی سرگرمی کو منکشف بھی کر دیا جائے تو حکام بالا اور ارباب اختیار اس قسم کے حالات کے ذمہ داران کو بچانے آ پہنچتے ہیں۔ اس قسم کے حالات کا بھی نوٹس لینے اور ان سے آہنی ہاتھ سے نمٹنے کیلئے کوششیں کی جانی ضروری ہیں۔

اپنے پچھلے چھتیس سال پر محیط وکالت اور عدلیہ کے تجربے نے مجھ پر آشکار کیا ہے کہ اسطرح کی پردہ پوشی اور ایک دوسرے کو بچانا ہی دراصل اسکی وجہ ہے۔ اگر کوئی کسی اخلاقی جرم کا ارتکاب کرے تو اسکی پشت پر ضرور کچھ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ چوری اور لوٹ مار کے پیچھے بھی جذباتی یا ذہنی خلفشار کی بیماری ہوتی ہے۔ اس قسم کی علامات میں سے ایک kleptomaniac ہے۔ ایسی بیماری یا ذہنی کیفیت جو چیزیں چرانے کی طرف مائل کرتی ہے گو کہ اُس چیز کو یہ رکھنا بھی نہیں چاہتے۔ اس ذہنی بیماری paranoia (جس میں مریض اپنے آپ کو سب سے اہم اور دوسروں کو اپنا دشمن سمجھتا ہے) کے زیر اثر جرم کے مرتکب کو جیل میں قید سے زیادہ نفسیاتی علاج کی ضرورت ہوتی ہے۔ جنسی زیادتیوں میں ملوث عورتوں اور مردوں کی ایک کثیر تعداد satyriasis یا nymphomania کا شکار ہوسکتی ہے۔ انہیں ضرور اپنے کئے کی سزا ملنی چاہیے لیکن اس سے صرف نظر نہیں کرنا چاہیے کہ جو کچھ انھوں نے کیا نفسیاتی مجبوری کے تحت کیا جسے جیل کی بجائے کلینک میں علاج کی ضرورت ہے۔ آئیں اپنے معاشرے کے کبوتر کو برائی کی اس جنگلی بلی جو اسے نگلنے کیلئے بالکل تیار ہے اڑنا سکھائیں۔

یہی وقت ہے کہ سائنسی نفسیات ہی وہ موثر ذریعہ ہے جو ہمیں سرنگ کے آخر میں روشنی دیکھنے کے قابل بنا سکتا ہے۔ لیکن حیرت انگیز طور پر یہ نہ صرف جیلوں بلکہ عدالتوں کی سطح پر بھی اجنبی، غیر متعلقہ اور ان سنی چیز ہے۔ یہ اور ضروری ہو جاتا ہے کہ پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن کے مختلف جریدوں میں ظاہر کئے گئے اعداد و شمار کے مطابق جیلوں میں 10 فیصد آدمیوں اور 14 فیصد عورتوں میں نفسیاتی بیماریوں جبکہ 59 فیصد مردوں اور 76 فیصد عورتوں میں neurotic (بے چینی) جیسی بیماریاں پائی گئیں، جیلوں میں خودکشی کے بڑھتے ہوئے رجحانات بھی پائے گئے ہیں۔ ایسی علامات زیادہ پرتشدد اور جنونی قسم کے جرائم کے ارتکاب کا ایک پیش خیمہ ہوتی ہیں آج کل کی جیلوں میں جو حالات ہیں اتنے غیر انسانی، اتنے توہین آمیز اور اتنے ذلت آمیز ہوتے ہیں کہ ان کو سہتے ہوئے قیدیوں میں ایک طرف تو معاشرہ کے خلاف اور دوسری طرف انھیں ایذا دینے والوں کے خلاف غیر محاسمانہ، بلاتغیر (نہ تبدیل ہونے والی) لہر پیدا ہوتی ہے۔ اگر کوئی بروقت اقدام نہ کیا گیا تو جیلیں جنھیں اصلاح اور بحالی کے کام لایا جا سکتا ہے ان مجرموں کی آماجگاہ بن جائیں گی۔

رابرٹ امریکہ میں سابقہ مجرموں کی دوبارہ بحالی (Reintegration) کے ایک ایک پروگرام Project Return کے بانی اور انتظامی سربراہ (Executive Director) ہیں نے ایک سوال کہ کیا تمام ملزمان/مجرمان اصلاحی پروگراموں کے حقدار ہوتے ہیں؟ کا جو جواب دیا وہ جیلوں اور قید خانوں کے مثالی کردار کا وسیع نکتۂ نظر پیش کرتا ہے۔ امریکہ میں رائج متعلقہ مسائل اور ان کے نظام پر بات کرتے ہوئے، ان کے نظریات دنیا بھر کے مختلف علاقوں کی حالت زار اور ضروریات کو منکشف کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں۔

" قید خانے کا ماحول قیدیوں کو بعد از رہائی اپنے رویہ کو بہتر بنانے کے لیے ہر طرح سے مثالی ہونا چاہیے جیل سے رہائی کے بعد اُن سے کیسے رویہ کا برتاؤ کرنا چاہیے؟ ہم اُن کیلئے دوسروں سے عزت وشفقت اور قانون کی تکریم چاہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ قیدی ہوں تو انھیں عزت ملنی چاہیے۔ آج کی جیلیں ایسی نہیں جو کچھ ہمارے قید خانے ہمیں سکھاتے ہیں اس میں دشمنوں کے ساتھ نفرت اور انھیں تکلیف دینا ایک نارمل رویہ ہے۔ ملزمان/قیدی اس تشدد جو جیل میں ان کے ساتھ روا رکھا گیا کا جواب تشدد ہی سے دیں گے۔ مجھے یہ محسوس نہیں ہوتا بلکہ میں جانتا ہوں کہ جب آپ اصلاح کی بات کرتے ہیں تو قیدیوں کی زندگیوں کو ایک باوقار طریقہ سے لیکن قید خانے اس طرح کہ تبدیلی کرنے کے ماحول کی عکاسی

نہیں کر تے۔ وہ تشدد جوان جیلوں اور قیدخانوں سے باہر آ رہا ہے، دہشت گردی سے کہیں زیادہ بڑا خطرہ ہے۔اخراجات بھی (آفاقی) بے حد ہیں۔ میں یہ کہوں گا کہ آج امریکہ کی عام عوام سب سے زیادہ قید ہے جسے آجکل کی قید کی نوعیت اور اس کے نتائج کا کچھ علم نہیں۔ وہ ایک بہت بڑی مایوسی میں قید ہیں جو آخر میں معاشرہ کو اُس سے کہیں بڑی سزا دے گی جو معاشرہ ایک قیدی کو دیتا ہے"۔

ہر سال ملک کی ہر گلی، ہر راستہ، ہر شاہراہ اور ہر حصہ کشادہ یا ٹھیک کیا جاتا ہے۔ ملک کی ہر سرکاری عمارت عوامی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے وزراء، ایم پی اے اور ایم این اے کے کہنے پر کشادہ یا ٹھیک کی جاتی ہے کیونکہ وہ اُن کے حلقہ انتخاب میں آتی ہے مگر اسطرح کی کوئی چیز قیدخانوں میں نہیں کی جاتی کیونکہ یہ اُن کے حلقۂ انتخاب میں اُس طرح نہیں آتی نتیجہ سب کو معلوم ہے اور اسکا اعادہ کرنا صرف بدنامی ہوگی۔

اگلے سال، اسی طرح کی ایک کانفرنس میں اسی موضوع پر اس طرح کا ایک مقالہ اس عدالت کے ایک اور جج صاحب پڑھنے کیلئے آئیں گے۔ اُن کا مقالہ اس سے زیادہ جامع، تفصیلی اور زیادہ واضح بوجوہ افزودگیِ مسائل ہوگا۔ جوش وخروش دلچسپی کی سطح اور احتیاط کی کمی کہیں زیادہ قابل رحم، دردناک اور افسوسناک ہوگی۔ ایسے عوامل کو ایک، دو یا دو سے زیادہ تین دفعہ دہرانے کا اتفاق ہوسکتا ہے لیکن میں اپنے نظریات کی ناقابلِ دید قوت کے بل بوتے پر کہوں گا کہ اس کے بعد ہمارے پاس کچھ نہیں ہوگا۔ آئیں غفلت کی نیند سے جاگیں اس سے پہلے کہ موت واقع ہو جائے۔ کافی کچھ اور بھی کہا جا سکتا تھا لیکن جہاں کئی بنیادی چیزیں بھی عدم توجہ کا شکار ہیں، میں معمولی تفصیلات میں جانے کے بجائے زیادہ وسیع خاکے تک اپنے آپ کو محدود رکھوں گا۔ میرا خیال ہے کہ اگر اس مقالہ کی وسیع جزئیات پر ہی عمل کیا جائے یا اُس پر توجہ دی جائے تو اس مقالہ کا مقصد پورا ہو جائے گا۔

قیدیوں کی بحالی: ایک نظر انداز پہلو

جسٹس منیب اختر جج، ہائی کورٹ آف سندھ، کراچی

مقالہ میں اصطلاح "پینالوجی" کے معانی بیان کئے گئے اور بحالی کے مسئلہ پر توجہ دینے پر زور دیا گیا ہے۔ قیدیوں کی بحالی کیلئے عملی اقدامات سے قبل قیدیوں کی مناسب درجہ بندی بلحاظ صنف وعمر کرنے کی تجویز پیش کی گئی ہے اور خواتین اور قیدیوں کے مسائل اور ان کی آبادکاری کو توجہ طلب قرار دیا ہے۔ بحالی کے مذہبی تصور کو اصلاح اور جرم کی عادت ترک کرنے کا بہترین ذریعہ قرار دیا گیا ہے اور یہ اعادہ کیا گیا ہے کہ بحالی کے مقصد کیلئے درجہ بندی، جرم کی نوعیت اور بار بار ارتکاب کے رجحان سے بھی کی جاسکتی ہے مزید قسم کی درجہ بندی میں سزا یافتہ قیدی اور زیر سماعت قیدی بھی آتے ہیں جن میں سے اول الذکر کا جرم ثابت شدہ بلکہ موخر الذکر کے ساتھ بے گناہی کا عنصر منسلک ہوتا ہے لہذا ان افراد کی آزاد معاشرہ میں دوبارہ بحالی اہم مسئلہ ہے۔ جرائم کی درجہ بندی اور ملوث فرد کے نفسیاتی رجحان کی بنیاد پر آبادکاری اور بحالی پر توجہ دینے کی ضرورت پر زور دیا۔ بحالی کے عمل میں حکومتی اداروں کے ساتھ نجی شعبہ کو آگے لانے کی تجویز بھی پیش کی گئی ہے تاکہ مالی معاونت سے بحالی کے عمل سے وابستہ مالی خدشات دور کئے جاسکیں۔ قیدیوں کی اصلاح اور ان کی آزاد معاشرہ میں دوبارہ بحالی کے عمل میں ریاست کو نجی شعبہ کی مدد لینی چاہیے اور منظم اور جامع قانون سازی کر کے دور جدید کے مسائل سے نمٹنے کیلئے موثر حکمت عملی ترتیب دینی چاہیے۔

پینالوجی کریمنالوجی کا ایک پہلو ہے اور قیدیوں کی بحالی پینالوجی میں اہم ہے۔ آکسفورڈ انگریزی لغت کے مطابق" مجرم کی نارمل زندگی کی طرف بحالی مناسب تربیت کے ذریعہ ہے" اگرچہ باقی اشیاء کی طرح بحالی کہنا آسان اور کرنا بہت مشکل ہے لیکن چونکہ دولت مند طبقہ بہت بڑے پیمانہ پر وسائل کی فراہمی اور انتظام وانصرام کو یقینی بناتے ہیں وہاں بحالی کے کامیاب سامنے آتے ہیں۔ لیکن یہ غریب ممالک میں ممکن نہیں ہوتا۔ قیدیوں کی بحالی ایک نظر انداز پہلو ہے کہ اس مقالہ میں صرف اس مسئلہ کا جائزہ پیش کرونگا۔ جیسا کہ واضح ہو چکا ہے کہ یکساں معیار سب کیلئے موزوں نہیں ہوا اور بحالی کیلئے بہتر انتخاب کرنا بہت ضروری ہے، قیدیوں کو مختلف درجوں میں تقسیم کیا جاتا ہے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ انھیں کس طرح نارمل زندگی کی طرف لایا جاسکتا ہے۔ دومزید درجے صنف کے تحت ہیں جو کہ مرد اور عورت اور عمر کے لحاظ سے جوان اور بچہ میں فرق کی بناء پر ہیں مرد اور خواتین کو جیل کے مختلف حصوں میں علیحدہ رکھنے کی صورت میں مردوں کی نسبت عورت کے وقار کو ملحوظ رکھا جاتا ہے اور یہاں خواتین قیدیوں کیلئے مخصوص ہیں۔ بنیادی اور ثانوی قانون سازی میں صنف کو مدنظر نہیں رکھا جاتا۔ لہٰذا یہ معاملہ فوری توجہ کا مستحق ہے۔ جیلوں میں بچوں کی ضروریات کو ماضی بعید سے تسلیم کیا گیا ہے۔ برطانوی راج کے ابتدائی دور میں قانون سازی کے دائرہ

اختیار میں وسعت کے متعلق اقدامات اٹھائے گئے تھے جیسا کہ اصلاحی اداروں کا قانون 1897 اور اسکے بعد بورسٹل کا قانون 1926 اور اسکے علاوہ بچوں کے نظام انصاف کا قانون مجریہ 2000 قابل ذکر ہیں اور خیبر پختونخواہ بورسٹل کا قانون 2012 ہیں۔ابتدائی قوانین میں قیدی بچوں کی ضروریات پر زور دیا گیا لیکن یہ سوال چھوڑ دیا گیا کہ یہ قوانین ماضی یا حال میں کتنے موثر رہے ہیں۔ سب سے بڑا مسئلہ ان قوانین پر عمل درآمد کا رہا ہے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ عمل درآمد بالکل نہیں ہے بلا شبہ انٹرنیٹ پر فوری تلاش کے ذریعہ فیصل آباد پاکستان میں رونما ہونے والا حالیہ واقعہ سامنے آجاتا ہے۔جس سے پتہ چلتا ہے کہ ملک کی انتظامیہ نے کتاب میں موجود قوانین کو کتنی اہمیت دی ہے۔

ایک دیگر طریقہ سے قیدیوں کی بحالی کے لیے درجہ بندی کی جا سکتی ہے۔اس درجہ بندی میں عادی مجرم اور ایک دفعہ جرم سرزد کرنے والا مجرم شامل ہے۔قیدیوں کی بحالی کا تصور ہمارے مذہب میں ملتا ہے۔قدرتی طور پر ہر انسان کے اندر اچھائی ہے اور لوگ ہمیشہ سے مجرم نہیں ہوتے لہٰذا انھیں معاشرہ میں با مقصد زندگی گزارنے کے قابل بنایا جائے۔اگر چہ ان سے کوئی بھی جرم سرزد ہوا ہو۔بحالی کا ایک اہم مقصد عادی مجرم کو اسکی عادت سے ترک کروانا ہے۔قیدیوں کی بحالی کے مقاصد کیلئے دیگر درجہ بندی کی جا سکتی ہے۔جس میں پہلی بار جرم کرنے والا قیدی اور معمولی جرائم کا مرتکب قیدی شامل ہیں۔لہٰذا سنگین جرائم اور معمولی جرائم والے قیدیوں کی بحالی کیلئے مختلف منصوبے ترتیب دینے ہونگے لیکن قوانین میں بحالی کے مقصد کیلئے درجہ بندی کو اتنی اہمیت نہیں دی گئی جتنی کہ دینا ضروری تھی۔

بحالی کے ضمن میں ایک دیگر درجہ بندی سزا یافتہ اور زیر سماعت قیدیوں میں کی جا سکتی ہے۔
اگر چہ فوجداری مقدمات میں ٹرائل میں تاخیر ایک حقیقت ہے مگر ملزم کو لمبا عرصہ تک جیل میں قید رکھا جاتا ہے حتیٰ کہ اس کی سزا کا وقت گزر جاتا ہے اور وہ سزا سے زیادہ وقت جیل میں گزارتا ہے۔اگر چہ حالیہ برسوں میں مجموعہ ضابطہ فوجداری میں کی گئی ترامیم کے تحت مجرم کو ضمانت پہ رہا کیا جا سکتا ہے لیکن قانون کی پیچیدہ صورتحال کے پیش نظر ملزم وضع کردہ شرائط کو پورا نہ کرنے کی بناء جیل میں قید رہنے پر مجبور ہوتا ہے۔اگر چہ جیل میں رہنا ایک تکلیف دہ تجربہ ہے۔ یہ ناقابل تردید ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں اعلٰی معاشروں کی نسبت جیلوں کی صورت حال زیادہ سنگین ہے۔جیل خانہ جات کا قانون سزا یافتہ اور غیر سزا یافتہ قیدی کے

درمیان فرق کو واضح کرتا ہے لیکن بحالی کے ضمن میں بالکل خاموش ہے۔ پاکستان کے جیل خانہ جات کی صورت حال پہلے سے بدتر ہے اور حالیہ سزاؤں کے نظام کی ہولناکی کے بارے میں بتانے کی ضرورت نہیں۔ پہلے وقتوں میں محض الزام کی بناء پر حراست میں قیدی کی بحالی کو عجیب انداز سے دیکھا جاتا تھا لیکن آج نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

بحالی کیلئے اگلی درجہ بندی اہمیت کی حامل ہے یہ درجہ بندی ایسے جرائم کی اقسام سے متعلقہ ہے جو کہ معاشرہ کیلئے خطرناک اور نقصان دہ ہوں۔ میں دہشت گردی اور منشیات کے مجرموں کا حوالہ دونگا۔ اس درجہ بندی والے مجرموں کی بحالی کی اشد ضرورت ہے اور ان کے ذیلی گروپوں کو بھی ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ مثال سے ظاہر ہے کہ منشیات کے عادی اور نقل وحمل میں ملوث افراد کے جرائم کی نوعیت میں فرق ہے۔ یہ خطرناک مجرم نوعمر قیدیوں کے ذہن کو پراگندہ یا زبردستی کرتے ہوئے ان کو خودکش بمبار بنانے پر مجبور کرتے ہیں۔

آخر میں اس سوال کا جائزہ بھی لینا ضروری ہے کہ بحالی کا زیادہ ذمہ دار کونسا ادارہ ہے؟ درحقیقت اہم ادارہ ریاست ہے لیکن انتظامیہ کی استعداد کار پہلے سے کہیں زیادہ زبوں حالی کا شکار ہے۔ لہٰذا بحالی کے عمل میں نجی اداروں کی شمولیت ضروری ہے۔ قوانین میں ترامیم کے ذریعے نجی سیکٹر کی شمولیت اور امداد کو بحالی کے کاموں میں خرچ کیا جاسکتا ہے ان اداروں کے پاس ریاست کی نسبت زیادہ فنڈز دستیاب ہوتے ہیں اور ایسے اداروں کے پاس مختلف شعبہ جات میں بحالی کے عمل میں تربیت یافتہ ماہرین ہوتے ہیں۔ لہٰذا بحالی اور جیل خانہ جات کی پالیسی پر نظر ثانی کرنا ضروری ہے۔ بحالی کے عمل کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے جب ایک مجرم قید میں ہو یا پروبیشن اور پیرول پر رہا ہو گیا ہو۔ بحالی کے عمل کا مقصد قیدی کی نارمل زندگی کی طرف واپسی ہے چنانچہ ایک قیدی کی بحالی مزید ضروری ہو جاتی ہے جب سزا یافتہ قیدی رہا ہو کر معاشرہ کا رکن بن رہا ہوتا ہے۔ اگر کچھ محنت قید کے دوران اس پر کی جائے تو اس کا بالواسطہ فائدہ ہوگا۔ بحالی ایک تسلسل کا عمل ہے جو خلوص اور وقت مانگتا ہے۔ ہر قید کا اختتام لیکن بحالی کا عمل کبھی ختم نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے ریاست اس طرح کے عمل جاری رکھنے سے گریز کرتی ہے۔ میری رائے میں اگر بحالی کے عمل کی ذمہ داری نجی اداروں کو دے دی جائے تو بحالی کا کام نہ صرف قید کے دوران بلکہ پروبیشن اور پیرول پر رہائی کے بعد بھی جاری رہ سکتا

ہے اور نجی سیکٹر کی شمولیت شروع ہی سے ہو تو مختلف مراحل پر کام جاری ہو سکتا ہے۔ آخر میں قیدیوں کی بحالی کے عمل کا ابتداء سے دوبارہ جائزہ لینا ضروری ہے۔ وفاقی اور صوبائی سطح پر انتظامیہ اس پوزیشن میں نہیں کہ مئوثر اور نتیجہ خیز انداز میں بحالی کا کام کر سکے لہذا نجی اداروں کی شمولیت ایک منظم اور جامع انداز میں ہونی چاہیے۔ کتابوں میں موجود قانون سازی بہت پرانی ہو چکی ہے اور حالیہ دور کی مشکلات کے حل کیلئے نا کافی ہے چنانچہ ایسے قوانین میں تبدیلی ضروری ہے تا کہ مئوثر قانون سازی کے ساتھ عمل درآمد کو بھی ممکن بنایا جا سکے اور یہ درست سمت میں پہلا قدم ہو سکتا ہے۔

قیدیوں کی بحالی: ایک نظر انداز پہلو

رانا عمران لطیف ۔ سماجی کارکن، اسلام آباد

مقالہ میں نیکی بدی کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے انسان کو خطا کا پتلا قرار دیا گیا ہے اور بیان کیا گیا ہے کہ انسان کی غلطی ہی اسے مجرم بنا دیتی ہے لیکن اس انسانی جبلت پر اصلاح اور بھلائی کے اصول لاگو کر کے قابو پایا جا سکتا ہے اور اسی مقصد کیلئے جیل قوانین اور عدالتیں قائم کی جاتی ہیں ۔لہذا جیل خانہ جات کا اصل مقصد انسان کو اپنی غلطی پر پچھتانے اور اصلاح کا موقع فراہم کرنا ہوتا ہے ۔ پاکستان متعلقہ قوانین کی موجودگی مگر عدم نفاذ کا ذکر کیا گیا ہے ۔قیدیوں کے مسائل کا اعادہ کرتے ہوئے جیلوں میں ناقص خوراک کی فراہمی، پینے کے صاف پانی کی عدم فراہمی حفظان صحت کے اصولوں کی کھلی خلاف ورزی، نامناسب اور غیر معیاری وردی اور آبادی میں اضافے جیسے مسائل کی نشاندہی بھی کی گئی ہے اور مطالبہ کیا گیا ہے کہ جیلوں میں قیدیوں کو تربیت اور ہنر سیکھنے میں راہنمائی فراہم کی جائے اور ان کیلئے جیلوں میں روزگار کا بندوبست کیا جائے اور قیدیوں کی جانب سے دی جانے والی خدمات کا معاوضہ مقرر کیا جانا چاہیے تاکہ ان میں محنت سے کمائی کا رجحان پیدا ہو ۔جیل کے معائنہ کیلئے اس کمیٹی کو تشکیل دینے کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے جو سابق جج صاحبان، آرمی افسران، وکلاء یا صحافیوں پر مشتمل ہو اور روزانہ کی بنیادوں پر جیل حالات کا جائزہ لے ۔مزید برآں جیل کی قید کے تلخ تجربات کی روشنی میں مقالہ نگار نے جیلوں میں امتیازی سلوک کا ذکر کیا کہ رشوت ستانی کی بنا پر قیدیوں کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے، پیسے والے اور اثر ورسوخ والے مجرمان کی طرف سے فوائد حاصل کرنے کی وجہ سے غریب قیدی بدترین زندگی بسر کرتے ہیں ۔طبی سہولیات بھی اثر ورسوخ والے قیدیوں کیلئے ہیں جبکہ غریب مریض قیدی کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا اور جیلوں میں تشدد بھی عام ہے جس کا نشانہ اکثر غریب قیدی ہی بنتے ہیں ۔اپنی سماجی تنظیم کی جانب سے مرتب کردہ ایک رپورٹ کا حوالہ دیتے ہوئے مقالہ نگار نے رپورٹ رجسٹرار سپریم کورٹ کو پیش کرنے اور اس میں بیان کردہ تجاویز پر عمل کرتے ہوئے جیل اصلاحات کیلئے اقدامات کرنے کا ذکر کیا۔

قابل احترام چیف جسٹس صاحب

اور معزز مہمانانِ گرامی

اسلام وعلیکم

میں چیف جسٹس صاحب کا بیحد مشکور ہوں جنہوں نے مجھے یہاں بلا کر خیالات کے اظہار کا موقع دیا ۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور اس میں اچھائی اور برائی کی دونوں صفتیں ڈال دیں اچھائی پر دنیا اور آخرت میں انعامات اور برائی پر دنیا اور آخرت میں سزا کے وعدے کئے ۔انسان خطاء کا پتلا ہے اور غلطی کرنا اس کی فطرت میں شامل ہے غلطی حد سے بڑھ جائے تو جرم کی شکل اختیار کر جاتی ہے انسان کی اس فطرت کو قابو میں رکھنے کیلئے اور اس کی اصلاح اور بھلائی کیلئے قوانین اور جیلوں کا قیام عمل میں لایا گیا ۔جیل

میں وہ لوگ آتے ہیں جو ملک میں رائج قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہیں ان کیلئے عدالتیں بنائی گئی ہیں اگر وہ اپنی بے گناہی ثابت کر لیتے ہیں تو وہ واپس معاشرے میں آجاتے ہیں اور اگر وہ نہ ثابت کر سکے تو سزا ہو جاتی ہے اور پھر وہ اپنی سزا پوری کر کے ہی دوبارہ معاشرے میں واپس آتے ہیں تا کہ وہ دوبارہ ایسے جرم کا ارتکاب نہ کریں۔ اس مجرم کو دوبارہ ایک صحیح انسان بنانے میں عدلیہ کے بعد جیل خانہ جات کا کردار اہم مانا جاتا ہے۔

جیل خانہ جات میں قیدیوں کی سزا اور جزاء کے مطابق قوانین بنائے گئے ہیں جیل خانہ جات میں جو سہولیات ایک عام انسان کو میسر ہونی چاہئیں وہ انہیں میسر نہیں ہو پاتیں جن میں بنیادی طور پر خوراک، صاف پانی، ادویات، قیدیوں کا یونیفارم، کینٹین اور جگہ کی کمی شامل ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک میں قیدیوں کی فلاح بہبود کیلئے قوانین تو بنائے جاتے ہیں مگر ان پر عمل درست طریقہ سے نہیں ہو پاتا ہے۔ جیل میں موجود قیدیوں کو کھانا تو فراہم کیا جاتا ہے اور اس کیلئے الگ سے ٹھیکہ بھی دیدیا جاتا ہے مگر چند انتظامی اہلکاروں اور ٹھیکیدار کی ملی بھگت سے قیدیوں کو جو کھانا فراہم کیا جاتا ہے اس میں حفظانِ صحت کے اصولوں کو یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے ناقص میٹریل کا استعمال ہوتا ہے اس کی سب سے بڑی وجہ کمیشن ہے جو کہ ٹھیکیدار سے وصول کیا جاتا ہے جس کی بنیاد پر ٹھیکیدار قیدیوں کو کھانا برائے نام ہی فراہم کرتا ہے۔ جیل میں قیدیوں کو مہیا کی جانے والی خوراک کا ایک معیار بنایا جائے اور کھانا بنانے والوں کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ اس حوالے سے حفظان صحت کے اصولوں کو پوری طرح سے مدنظر رکھیں اور اس بات کی بھی تسلی ہونی چاہئے کہ جہاں سے قیدیوں کیلئے کھانا تیار کروایا جا رہا ہے کیا وہ لوگ بھی حفظانِ صحت کے اصولوں سے پوری طرح واقف ہیں یا نہیں۔

اس کے علاوہ جیل میں موجود قیدیوں کو پینے کیلئے جو پانی فراہم کیا جاتا ہے وہ بھی بغیر فلٹر کے دیا جاتا ہے جس کے باعث قیدی مختلف امراض کا شکار ہو جاتے ہیں لہٰذا ان اسباب کے سدباب کیلئے ملک بھر کی جیلوں میں فوری طور پر پانی کے فلٹریشن پلانٹ لگائے جائیں تا کہ قیدیوں کو پینے کا صاف اور صحت افزاء پانی کی نعمت میسر ہو سکے، اس کے علاوہ کسی بھی جیل میں کینٹین کا بھی ایک اہم رول ہوتا ہے جو کہ ہر جیل میں قائم ہے اور سالانہ کی بنیادوں پر کروڑوں کی مد میں اس کو ٹھیکہ پر دیا جاتا ہے جس کی رقم جیل خانہ جات کے خزانہ میں بحق سرکار جاتی ہے مگر بدقسمتی سے یہاں بھی روزمرہ کی اشیاء ناقص اور غیر معیاری پائی جاتی ہیں۔ مجبوراً جیل کے اندر قید حوالاتی اور قیدیوں کو اسی مذکورہ کینٹین سے ہی غیر معیاری اور دگنی مہنگی اشیا خریدنا پڑتی ہیں۔

جناب چیف جسٹس صاحب! یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ جیلوں میں موجود قیدیوں کے علاج معالجہ کیلئے بھی کوئی خاطر خواہ انتظام موجود نہیں ہے جس کے باعث قیدی معمولی بیماریوں کے سبب موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں جس کی سب سے بڑی وجہ جیلوں میں جان بچانے والی ادویات کی قلت' ناقص ادویات کی فراہمی اور اچھے ڈاکٹرز کی عدم دستیابی ہے اور جیلوں میں تعینات کئے جانے والے ڈاکٹرز بھی اس بات کے پابند ہونے چاہئیں کہ وہ قیدیوں سے اچھا برتاؤ کریں اور ان کے علاج معالجے اور بیماری کی مکمل تشخیص کریں اس کے علاوہ جیل میں ڈی ایچ او کا ایک وارڈ بنا دیا جائے جس میں ڈی ایچ کیو کے ڈاکٹر روزانہ کی بنیاد پر جیل وارڈ کا دورہ کریں جیسا کہ دیگر ہسپتالوں میں ڈاکٹرز وارڈز کا معائنہ کرتے ہیں۔

جناب عالی! ان تمام مسائل کے علاوہ قیدیوں کو پہننے کیلئے جو یونیفارم مہیا کیا جاتا ہے اس میں انتظامیہ کے اہلکار کمیشن لے کر ناقص معیار کا کپڑا خرید لیتے ہیں اور ایسا کپڑا فراہم کر دیا جاتا ہے جو کہ کسی بھی موسم میں پہننے کیلئے موزوں نہیں ہوتا ہے جس کے باعث قیدیوں کی حالتِ زار مزید قابل رحم ہو جاتی ہے۔

جیل میں اسیران کی تعداد گنجائش سے کہیں زیادہ ہوتی ہے ایک بیرک یا مکتب میں گنجائش اگر تیس لوگوں کی ہے تو وہاں پر سو افراد کیسے رہ سکتے ہیں اس حوالہ سے میری رائے ہے کہ نئی جیلوں کا قیام فوری طور پر عمل میں لایا جائے اور جیل انتظامیہ کو اس بات کا سختی سے پابند بنایا جائے کہ گنجائش سے زیادہ قیدی جیلوں میں نہ رکھے جائیں اور تمام جیلوں میں جیل اصلاحات فوری طور پر نہ صرف نافذ کی جائیں بلکہ ایک ایسا نظام ترتیب دیا جائے کہ ان اصلاحات پر عملدرآمد بھی ہو سکے۔

جناب عالی! ہمارے ملک میں قوانین تو بہت سے بنائے جاتے ہیں مگر کسی وجہ سے ان پر عمل نہیں ہو پاتا ہے جس کے باعث معاشرے میں بے چینی پھیلتی ہے۔

جناب عالی ان تمام مسائل کے علاوہ جیل میں زیادہ تر تعداد ایسے قیدیوں کی ہے جو معمولی جرائم میں ملوث ہوتے ہیں جن میں نشہ، چوری، راہزنی، آوارہ گردی، جوا، یا گھریلو مسائل میں الجھے ہوئے لوگ ان جرائم کی بنیادی وجہ ملک میں پائی جانیوالی سب سے بڑی لعنت بیروزگاری ہے جس کے باعث معاشرہ میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے بھوک اور افلاس کے ستائے لوگوں کی اگر جیل میں اس طرح سے تربیت کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس قسم کے لوگ بھی معاشرہ کے اچھے شہری نہ بن سکیں۔ اگر ہم جیل میں ایسے قیدیوں کی نصابی اور غیر نصابی سرگرمیوں پر توجہ دیں جیسا کہ جیلوں میں مختلف کمپیوٹر کورسز، الیکٹریشن، پلمبر، کارپینٹر اور دیگر ہنر مند کورسز کروا کر ان قیدیوں کو معاشرہ کا ایک اچھا اور ذمہ دار شہری بنانے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ یہاں

یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ جن کاموں کا میں نے ذکر کیا ہے، یہ جیلوں میں پہلے ہی سے سکھائے جاتے ہیں مگر قیدیوں سے لئے جانے والے مختلف کاموں کا معاوضہ اتنا کم دیا جاتا ہے کہ قیدیوں کی دلچسپی یکسر ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ میری گزارش ہے کہ قیدیوں سے کرائے جانے والے مختلف کاموں کے عوض قیدیوں کا معاوضہ نقد اور اتنا فراہم کیا جائے کہ قیدیوں کی ان امور میں دلچسپی بڑھے تا کہ جیل سے پیشہ ورانہ فنی تعلیم حاصل کرنے کے بعد باعزت روزی کمانے کا رجحان پیدا ہو اور جو قیدی سنگین جرائم میں ملوث ہیں ان کیلئے کسی ماہر نفسیات کا تقرر بھی کیا جائے جو روزانہ کی بنیاد پر ان کی دماغی تربیت اور اصلاح کرے۔

جناب عالی حد سے بڑھنے والے ان تمام مسائل کے تدارک کیلئے فوری ایک ایسی کمیٹی تشکیل دی جائے جو ریٹائرڈ جج، آرمی سے ریٹائرڈ اچھی ساکھ کے افسران، وکلاء اور صحافیوں پر مشتمل ہوں جو روزانہ کی بنیاد پر ان مسائل کے تدارک کیلئے کام کریں اور رپورٹ جناب کی خدمت میں روزانہ کی بنیاد پر پیش کی جائے۔ یہاں روزانہ کی بنیاد پر کا جملہ اس لئے استعمال کر رہا ہوں کہ ماضی میں اس سے پہلے بھی کئی کمیٹیاں بنائی گئیں جو کہ بدقسمتی سے صرف کاغذوں کی حد تک یا اخبارات کی شہ سرخیوں تک ہی محدود رہی۔

جناب عالی! میری نظر میں ان تمام مسائل کی اصل وجہ جیل میں کام کرنے والا عملہ ہے جو کہ اپنے فرائض منصبی دیانتداری سے ادا نہیں کرتا اس کے تدارک کیلئے ایسے سخت قوانین بنائے جائیں کہ اگر جیل انتظامیہ کوئی اہلکار غیر قانونی کاموں میں ملوث پایا جائے تو اس کے خلاف سخت محکمانہ کارروائی عمل میں لائی جائے بلکہ فی الفور نوکری سے برخاست کر دیا جائے۔ علاوہ ازیں ہماری جیل میں رویوں کا فقدان بھی ہے جیل اہلکار قیدیوں کے ساتھ ایسا رویہ روا رکھتے ہیں جس کے باعث قیدی خود کو معاشرہ سے الگ شہری سمجھنے لگتے ہیں

جناب عالی! میرا عرصہ سولہ سال سے ذرائع ابلاغ سے تعلق ہے اور مجھے بھی سچ لکھنے کی پاداش میں دوبار جیل جانے کا اتفاق ہوا جس پر میں نے ہر چیز کی تحقیق کی۔ معذرت کے ساتھ غریب اور امیر کا جو تعصب چلا آ رہا ہے اس کا احساس جیل کے اندر جا کر ہوتا ہے اور جیل کی زبان میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ جیل نہیں بلکہ ایک ریل ہے جبکہ غریب اور لاوارث کیلئے جیل ایک بہت بڑا عذاب خانہ ہے۔ وہاں پیشہ ور جرائم پیشہ افراد ہیں، ان کی سب سے زیادہ عزت کی جاتی ہے اور وہ صبح صبح اٹھ کر اچھے کپڑے پہن کر پورے جیل کی بیرکوں میں لوگوں سے میل ملاقاتیں کرتے ہیں۔ باقی سسٹم کے ستائے لوگ جو کہ جیلوں میں قید ہیں، وہ بیچارے ان امیرزادوں کے جوتے پالش کر کے اور کپڑے استری کر کے گزر بسر کرتے ہیں بلکہ میں یہاں پر

کہنا چاہوں گا کہ جیل ایک الگ تھلگ دنیا ہے جس کا نقشہ دنیا کے نقشہ میں موجود نہیں چاہے وہ بچہ ہو بڑا جوان ہو یا بوڑھا ہو یہ ہرگز نہیں دیکھا جاتا صرف یہ دیکھا جاتا ہے کہ کون کتنا مالدار ہے اور کون کس کا سفارشی ہے اور کون کس کا بندہ ہے، اکثر و بیشتر گنتی بند ہونے کے بعد بھی کچھ قیدی، حوالاتی صاحبان جیل میں دندناتے پھرتے دکھائی دیتے ہیں ان پر کوئی بھی جیل کے قوانین لاگو نہیں ہوتے کیونکہ "وہ سب اچھا کے ہے" کے قانون پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ سپرنٹنڈنٹ جیل سے لے کر جیل ملازمین سب کو پتہ ہوتا ہے کہ کس بیرک میں کون ہے اور اس کی حیثیت کیا ہے، اس کے رتبہ کے تحت اس کو نوازا جاتا ہے جن لوگوں کو عدالتوں سے سزائیں دی جاتی ہیں وہ اپنا سب اچھا کر کے اپنی مشقتیں کٹوا کر اپنی بیرکوں میں آرام کرتے ہیں بلکہ لاوارث قیدیوں کو بطور مشقتی اپنے پاس رکھتے ہیں۔ جب بھی کوئی دورہ خاص ہوتا ہے تو ایک مخصوص ٹولہ کو پہلے سے ہی تیار کیا جاتا ہے کہ یہ سوال جواب ہونے ہیں جس کیلئے وہ پہلے سے ہی کمر کس لیتے ہیں۔ بدقسمتی سے میں نے اپنے زمانہ جیل میں دیکھا ہے کہ چاہے کوئی جج صاحبان آئیں یا کوئی سیاسی شخصیت آئے ان کو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ اور سپرنٹنڈنٹ صاحبان کے ساتھ مخصوص جگہ کا دورہ کرایا جاتا ہے۔ جن میں صرف اے اور بی کلاس اور ہسپتال شامل ہیں۔ نہ کہ بیرک اور نہ کسی ایسے ایریا کا جہاں غریب اور لاوارث قیدی رہائش پذیر ہیں وہاں میں نے نہیں دیکھا کہ آج تک کسی نے جا کر ان سے کچھ پوچھا ہو یا پھر جیل کے ہال میں من پسند افراد کو بٹھایا جاتا ہے جو وہ وہی بولتے ہیں جو انہیں سمجھایا جاتا ہے۔ میں نے پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے مریضوں کو بستر پر زندگی اور موت کی کشمکش میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اپنی جان بھی دیتے ہوئے دیکھا ہے اور ہسپتال کے انچارج اور ڈاکٹر صاحبان اپنے کاغذوں میں لکھتے ہیں کہ بندہ بحکم سپرنٹنڈنٹ صاحب بغرض ایمرجنسی DHQ ہسپتال روانہ کیا جاتا ہے، جس میں وقت اور تمام تر کاغذی کارروائیاں پوری کی جاتی ہیں جس میں لکھا جاتا ہے کہ بندہ یہاں سے زندہ حالت میں روانہ ہے حالانکہ وہ پہلے سے ہی اللہ کو پیارا ہو چکا ہوتا ہے ایسا نہیں کہ ڈی ایچ کیو کے عملہ اور ڈاکٹر صاحبان کو ان باتوں کا پتہ نہیں ہے پتہ سب کو ہوتا ہے کہ لیکن سب کے باضابطہ ریٹ مقرر ہیں۔ جبکہ ڈاکٹرز صاحبان اور سپرنٹنڈنٹ جیل کی ملی بھگت سے اگر کسی مریض نے جیل کی وارڈ سے کسی اور ہسپتال جانا ہو تو کسی موذی مرض میں مبتلا مریض کا نام اور ولدیت تبدیل کر کے اپنے من پسند قیدی مریض کو بھاری نذرانہ کے عوض جیل سے کسی دوسرے ہسپتال جانے کا پروانہ دے دیا جاتا ہے۔

میں نے یہاں تک دیکھا ہے کہ لوگوں کو چکر میں لا کر معذرت کے ساتھ برہنہ کر کے ان پر وحشیانہ تشدد کیا جاتا ہے محض اس لئے کے ان کے پاس پیسے نہیں ہوتے اور ان کی کوئی سفارش نہیں ہوتی اور ان کو قصوری جیسے سخت پہرہ میں مہینوں مقید کر دیا جاتا ہے۔ جیل میں صرف اور صرف اگر عزت ہے تو جرائم پیشہ آدمی کی جو کہ با حیثیت ہے۔ باقی جو تعلیم دی جاتی۔ تو امتحانات میں کتابیں سامنے رکھ کر سوالنامے حل کرائے جاتے ہیں، جو بھی قیدی یا حوالاتی آواز اٹھانے کی کوشش کرتا ہے، اس پر اندر ہی قیدیوں کے ایک مخصوص ٹولہ سے تشدد کرا دیا جاتا ہے۔ اس طرح کی سینٹرل جیل اڈیالہ کی اور بہت مثالیں زبان زد عام ہیں۔ مجھے اندازہ ہے کہ اتنا وقت نہیں ہے، میں نے اور میری این جی او کی ٹیم نے ملکر سخت محنت سے ایک ایسی رپورٹ تیار کی ہے جس میں ہر واقعہ بمعہ ثبوت عیاں ہے جو کہ میں سپریم کورٹ آف پاکستان کے رجسٹرار صاحب کو پیش کرنا چاہتا ہوں مجھے امید ہے کہ اس پر انصاف کے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے خاطر خواہ کارروائی عمل میں لائے جائے گی۔ میں یہاں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ ہماری این جی "او پیاس انٹرنیشنل ہیومن رائٹس" کا قیام 2003ء میں ہوا ہے جس کا پہلا مقصد لاوارث قیدیوں کو لیگل ایڈ فراہم کرنا اور ان پر ہونیوالی زیادتیوں کے خلاف آواز اٹھانا اور اعلیٰ حکام تک پہنچانا ہے۔ دس سال گزرنے کے باوجود ہماری این جی او کا پوری دنیا میں کہیں بھی ایک بنک اکاؤنٹ تک نہ ہے بلکہ ہم سب مل کر بحیثیت انسان اور حب الوطنی کے جذبہ کے تحت بگڑے ہوئے نظام کو بہتر کرنے میں عمل پیرا ہیں۔

قیدیوں کی بحالی: ایک نظر انداز پہلو

ثناءاللہ زاہد، ڈپٹی اٹارنی جنرل پاکستان، اسلام آباد

اس مقالہ میں قیدی کی رہائی کے بعد دوبارہ جرائم کی جانب راغب ہو کر جلد ہی دوبارہ جیلوں میں قید ہونے کا ذکر کیا ہے اور جس کی وجہ سے جیلوں سے آبادی کم نہیں ہوتی۔ جیل میں قیدیوں کی درجہ بندیاں بیان کی گئیں ہیں جن کے مطابق جیلوں میں تشدد پسند، جنسی تشدد پسند، اور کئی صلاحیتوں کے حامل اور منشیات کے عادی قیدی موجود ہیں، جنہوں نے جیلوں کو جرم کی افزائش کی جگہ بنا دیا ہے جہاں قیدیوں کو اصلاح کی بجائے جرم کی دنیا میں مقام بنانے کی تربیت ملتی ہے۔ جیل عملہ میں تربیت کے نقصان اور اصلاح کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ اور اس اَمر کا اعادہ کیا ہے کہ جیل انتظامیہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ قیدیوں کی سزا پوری ہونے کا موقع دینے کے ساتھ ساتھ اُن کی مؤثر اصلاح کی جانب بھی توجہ دے اور انہیں مفید تعلیم، پیشہ ورانہ اور فنی تربیت دینے کے علاوہ اُنہیں بہتر تفریح کے مواقع اور علاج معالجے کی سہولیات بھی مہیا کی جائیں۔ مروجہ قوانین اور قانون و انصاف کمیشن کی 1997 کی رپورٹ کی روشنی میں قیدیوں کی اقسام بیان کی گئی ہیں۔ پاکستان کے صوبوں میں جیلوں میں قیدیوں کی آبادی کے متعلق اعداد و شمار پیش کئے گئے ہیں اور قیدیوں کی اصلاح اور بحالی کو جیلوں میں اژدھام کا مستقل حل قرار دیا گیا ہے۔ بحالی کے عمل کو دو حصوں میں تقسیم کرتے، جیل خانہ جات کے اندر بحالی اور رہائی کے بعد بحالی اُن کے مطابق جیل میں قید کے دوران قیدیوں کو مختلف اصلاحی تدابیر اپنا کر مفید زندگی گزارنے کی جانب راغب کرنے کی تجاویز دی گئی ہیں۔ قانون و انصاف کمیشن پاکستان کی رپورٹ کے مطابق قیدیوں کی اصلاح اور قیدیوں کو ذہنی، جسمانی و اخلاقی تعلیم و تربیت فراہم کرنے پر زور دیا گیا۔ جیلوں میں امتحانات کے انعقاد، قرآن اور مذہبی تعلیم فراہم کرنے، جیلوں میں لائبریریوں کے قیام، صنعتی تربیتی مراکز کے قیام اور جسمانی ورزشوں اور صحتمندانہ کھیلوں کے بندوبست کی تجویز پیش کی گئی ہے۔ بحالی کے دوسرا مرحلہ یعنی بعد از رہائی آبادکاری کی جانب توجہ دلاتے ہوئے کہا گیا ہے کہ رہائی کے بعد قیدی کی آزاد معاشرہ میں دوبارہ بحالی کیلئے مشترکہ کوششوں کی ضرورت ہوتی ہے کہ آزاد معاشرہ اس قیدی کو کھلے دل سے سماجی، معاشی اور اخلاقی طور پر اپنا جزو تسلیم کرلے۔

بحالی سے مراد کسی کے حقوق کی بحالی، سابقہ حالات پر دوبارہ واپسی ہے۔ قید کے

دوران بحالی سے مراد نشہ کی عادت یا بیماری کو تربیت اور تھراپی کے ذریعہ دور کرنا ہے۔ قیدیوں کی بحالی سے مراد قیدی کی قید سے رہائی کے بعد اسے جرم سے پاک زندگی گزارنے اور معاشرہ کا مفید شہری اور قانون کا پابند بنانا ہے۔

حالیہ برسوں کے دوران جیلوں میں قیدیوں کی تعداد بڑھی ہے۔ تحقیق سے ظاہر ہے کہ رہا ہونے والے قیدی دوبارہ جرائم میں ملوث ہونے کی بناء پر جیلوں میں چند ہی سالوں میں دوبارہ قید کر دیئے جاتے ہیں۔ ان کی چار درجہ بندیاں ہیں۔

1۔ تشدد پسند

2۔ جنسی تشدد پسند

3۔ ادراکی صلاحیت کے حامل

4۔ نشہ کے عادی

جیل مجرموں کیلئے مفید اڈہ میں تبدیل ہو چکی ہے۔ اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ جیل عام قیدیوں کو عادی اور پیشہ ور مجرم بنانے میں سکول اور تربیت گاہ کا کردار ادا کر رہی ہے۔ قیدی ایک مفید شہری بننے کی بجائے بڑا مجرم بن کر جیل سے باہر آتے ہیں۔ سست مجرمانہ انصاف کے نظام اور پیچیدہ ضابطوں اور قوانین کی کی بناء پر یہ صورت حال مزید بدتر ہو جاتی ہے۔ ملک میں جیل خانہ جات کے عملہ کی تربیت کیلئے ایک ادارہ قومی اکیڈمی برائے جیل انتظامیہ (NAPA) لاہور پاکستان میں ہے اور یہ ادارہ وفاق کے دائرہ اختیار میں ہے اور اس طرح کا دیگر ادارہ صوبائی سطح پر موجود نہیں ہے۔

پاکستان کو نو آبادیاتی جیل خانہ جات کا نظام انگریزوں سے وراثت میں ملا ہے۔ انگریز یہ نظام سیاسی اور بادشاہت کو درپیش خطرات کو دبانے کیلئے استعمال کیا کرتا تھا۔ اٹھارویں صدی میں جیل کو سزا دینے کے بعد سزا نافذ کرنے کی جگہ قرار دیا جاتا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں سخت اور ظالمانہ سزائیں دی جاتی تھیں اور تصور کیا جاتا تھا کہ قید تنہائی کی صورت میں مجرم اپنے جرم سے معافی پھر بحالی اور اصلاح کی طرف لوٹتا ہے۔ جیل خانہ قید اور نظر بندی کے علاوہ مختلف افعال انجام دیتے ہیں اور جیل خانہ جات کو سیکھنے اور اصلاحی اداروں میں تبدیل کیا گیا۔ حراست خود بہتری کے لیے ایک موقع بن گئی لیکن اس کے ساتھ جیل خانہ غیر قانونی اقدامات اور بدعنوانی کا گڑھ بن گئے۔ جیل خانہ جات کے بدلتے ہوئے کردار کے مدنظر پاکستان میں جیل اصلاحات متعارف کرانے کیلئے مختلف کمیشن اور کمیٹیاں تشکیل دی گئیں۔ جدید دور میں جیل کے

فرائض تبدیل ہو گئے ہیں۔ جن میں قیدی کی تحویل، کنٹرول، اصلاح، دیکھ بھال، علاج اور معاشرہ میں دوبارہ کامیابی شمولیت جیل کے مقاصد ہیں۔ (قانون وانصاف کمیشن 1997)۔

جیلیں عدالت کی دی گئی سزاؤں پر عمل درآمد کیلئے استعمال ہوتی ہیں۔ جدید پینل ادارے، بحالی، دیکھ بھال اور قیدیوں کی منتقلی کے ساتھ قیدیوں کی فلاح کو مدِنظر رکھتے ہیں۔ یہ ادارے قیدیوں کی معاشی بحالی کیلئے جیل میں مفید تعلیم اور تجارتی صلاحیتوں اور مختلف فنی تربیت فراہم کرنے میں کوشاں ہیں۔ قیدیوں کی تفریحی سرگرمیوں اور نفسیاتی علاج کی سہولیات فراہم کرنا، جیل کے فرائض میں شامل ہیں۔ قانون وانصاف کمیشن پاکستان کی 1997 کی رپورٹ اور جیل خانہ جات کے قانون کے مطابق قیدیوں کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:۔

(الف) دیوانی قیدی۔

(ب) سزایافتہ قیدی۔

(ج) حوالاتی قیدی۔

سزایافتہ قیدیوں کو مزید دو اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے؛

1۔ عام قیدی۔

2۔ عادی مجرم قیدی۔

عادی مجرم قیدیوں کی بھی مزید دو اقسام ہیں۔

1۔ عام عادی قیدی۔

2۔ پیشہ ور قیدی۔

عمر کو مدنظر رکھتے ہوئے قیدیوں کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں؛

1۔ قیدی بچے۔

2۔ نوعمر قیدی۔

3۔ بالغ قیدی۔

کم سن بچوں کے نظامِ انصاف کے قانون مجریہ 2000 کی رو سے "بچے" اٹھارہ سال کی عمر سے کم ہوتے ہیں لیکن جیل خانہ جات کے قواعد بچہ اور بچی کی عمروں میں فرق روا رکھتے ہیں۔ ایک کمسن بچہ کی عمر اٹھارہ سال سے کم ہوتی ہے جبکہ کمسن بچی کی عمر سولہ سال سے کم ہوتی ہے۔

نوعمر مرد قیدی کی عمر 18 سال سے لےکر 21 سال تک ہوتی ہے جبکہ خاتون قیدی کی عمر 16 سال سے لےکر 20 سال تک ہوتی ہے قیدیوں کی بحالی کے متعلق اصلاحات کے اقدامات لیتے وقت مذکورہ اقسام کو مدنظر رکھا جائے تا کہ مفید نتائج برآمد ہوں۔ بحالی کا طریقہ کار مجرم کی نفسیاتی حالت، جرم کی نوعیت اور ادارہ کی نوعیت کے مطابق بنائے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ نشہ کے عادی قیدیوں کے علاج معالجہ کیلئے جیل میں سہولیات دستیاب ہوتیں ہیں۔

مذکورہ بالا بحالی کی تعریف سے مراد قیدی کی جیل سے رہائی کے بعد شروع ہونے والا عمل ہے۔ لیکن میری رائے میں اس عمل کو جیل میں قیدی کی قید کے پہلے دن سے ہی شروع کر دینا چاہیے۔ قیدی کی بحالی کا مقصد جرائم کے دوبارہ ارتکاب سے گریز اور مجرمانہ سرگرمیوں کے بغیر معمول کی زندگی گزارنے کیلئے مدد فراہم کرنا ہے۔ بحالی سے مجرموں کی تعداد میں کمی ہوتی ہے کیونکہ عموماً عادی مجرم جیل سے باہر معمول کی زندگی گزارنے کے قابل نہ ہونے کی وجہ سے دوبارہ جیلوں میں قید کر دیئے جاتے ہیں۔ مجرموں کی بحالی کے عمل سے جیل میں ہجوم کے مسئلہ کو حل کرنے میں مدد ملتی ہے۔

سیریل نمبر	صوبہ کا نام	جیلوں کی تعداد	مقررہ گنجائش	جیل کی آبادی
1	پنجاب	32	21527	52318
2	سندھ	22	10285	14422
3	خیبر پختونخواہ	23	7982	7549
4	بلوچستان	11	2173	2946
5	آزاد کشمیر	06	530	663
6	گلگت بلتستان	05	173	430
	ٹوٹل:۔	**99**	**42670**	**78328**

(ذریعہ معلومات: قومی اکیڈمی برائے جیل انتظامیہ)

قیدیوں کی بحالی کے منصوبے نہ صرف مجرموں کے لیے مددگار ثابت ہونگے بلکہ ان کے مثبت اثرات معاشرے پر بھی ہونگے۔ عام لوگوں کا خیال ہے کہ مجرموں کو انکے جرم کی سزا دی جائے کیونکہ ان کی اصلاح نہیں ہوسکتی اور وہ ہمیشہ پرانی عادت کی طرف لوٹ جاتے ہیں لیکن تحقیق سے ثابت ہے کہ بحالی کے

پروگراموں سے قیدیوں کی اصلاح ہورہی ہے اور وہ اپنی معمول کی زندگی کی طرف لوٹ رہے ہیں۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہے کہ قیدیوں کی بحالی کا عمل ان کے جیل میں پہلے دن سے شروع ہو کر انکی رہائی اور معاشرہ میں ان کی آباد کاری تک جاری رہنا چاہیے اور معاشرہ کے مختلف طبقوں کے تعاون سے اسکی عظمت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور اسے دو اقسام یعنی جیل کے اندر بحالی اور دوسرا رہائی کے بعد بحالی میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

جیل خانہ جات کے اندر بحالی:

اٹھارویں صدی سے قبل قرونِ وسطی میں وحشیانہ سزا کے ساتھ ساتھ بحالی کے عناصر بھی موجود تھے۔ فرانس کے فلاسفر مائیکل فوکالٹ نے وقت کے ساتھ سزا کو جسم کی درستگی کے علاوہ روح کی پاکیزگی پر زور دیا۔ قیدیوں کی بحالی جدید فوجداری نظامِ انصاف کی خاصیت ہے۔ ہر جیل میں قیدیوں کی بحالی کے متعلق مختلف سطحوں پر کام ہورہا ہے۔ جبکہ ماضی میں قیدیوں کے کردار کی اصلاح کی جاتی تھی لیکن اب دوبارہ جرم کے ارتکاب سے روکنے کی کوشش ہے۔

قانون وانصاف کمیشن پاکستان نے جدید جیل خانہ جات کے مقاصد اور فرائض کے لیے مندرجہ ذیل سفارشات پیش کیں۔

جدید جیل خانہ جات کے مقاصد:

1۔ تحویل: عدالت کے اطمینان کے لیے قیدیوں کو محفوظ تحویل میں رکھنا۔
2۔ دیکھ بھال: بنیادی ضروریات مثلاً رہائش، خوراک اور دواؤں کی دستیابی کی فراہمی۔
3۔ کنٹرول: جیل خانہ کے احاطہ میں نظم وضبط کو برقرار رکھنا۔
4۔ اصلاح
5۔ علاج: قیدیوں کی بحالی کیلئے جسمانی اور ذہنی علاج معالجہ کی سہولیات مہیا کرنا۔
قیدیوں کو اخلاقی، پیشہ ورانہ تعلیمات کے ذریعہ معاشرہ کا فعال اور قانون کا پابند شہری بنانا۔
6۔ جدید جیل میں قیدیوں کی مذہبی اور دیگر فرائض کی ادائیگی کے ذریعہ دوبارہ سماج میں بحالی، کمیونٹی۔

اس رپورٹ میں قیدیوں کی اصلاح اور بحالی کے لیے تفریحی پروگراموں، فلاح و بہبود اور نفسیاتی علاج معالجہ پر بھی زور دیا گیا۔ جیل خانہ کا نظم و نسق پاکستان میں صوبائی معاملہ ہے۔ صوبائی حکومتیں جیل کے قائم کرنے، انصرام اور بہتری کی ذمہ دار ہیں۔ جیل خانہ کے قاعدہ نمبر 1065 اور 1066 جیل انتظامیہ کا قیدیوں سے روا سلوک پر زور دیتے ہیں۔ قیدیوں سے انسانیت کے جذبے کے تحت سخت لیکن غیر جانبدار رویہ رکھنا چاہیے۔ ان کے ساتھ نرمی اور طاقت کا استعمال کو قواعد کے تحت منضبط کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن عملی صورت حال اس کے برعکس ہے اور جیل میں قیدی کا استقبال غیر انسانی، ذلت آمیز اور شرمناک رویہ سے کیا جاتا ہے مزید یہ کہ جرم کے مدِنظر طاقت کا استعمال کیا جاتا ہے۔

جیل کا بدعنوان اور غیر فعال نظام پاکستان میں قانون کی حکمرانی کی بدترین مثال ہے اور قیدیوں کی بحالی کے عمل میں بڑی رکاوٹ ہے۔ مقدمات کے جلد فیصلے اور بہتر ماحول اور اژدھام سے گریز قیدیوں کی بحالی کی طرف بہترین اقدام ہیں۔ جیل قواعد کے تحت خوراک کے علاوہ طبی سہولیات کی فراہمی قیدیوں کی بحالی میں نتیجہ خیز ثابت ہوں گے۔

پاکستان میں جیل کے قوانین و قواعد، اخلاقی اداروں کے قانون مجریہ 1897 پنجاب بورسٹل کے قانون اچھے اخلاق پر قیدی کے رہائی کے قواعد، پروبیشن آرڈیننس و قواعد اور نوعمر ملزمان کے قوانین میں اہم دفعات موجود ہیں۔ اگر ان دفعات پر صحیح معنوں میں عمل درآمد ہو جائے تو قیدیوں کی بحالی ایک نظر انداز پہلو نہیں رہے گی۔ پاکستان کے جیل خانہ جات کے قواعد تعلیم اور مختلف امتحانات کے انعقاد کو یقینی بناتے ہیں۔

امتحانات کا انعقاد: (i) مسلمانوں کو قرآن مجید کی تعلیم، ہندوؤں کو گیتا اور عیسائیوں کو بائبل پڑھانا۔ (ii) عربی، اُردو، پنجابی، سندھی، پشتو اور فارسی زبان کے امتحانات (iii) فنی تربیت کے ادارے (iv) مڈل (v) میٹرک (vi) انٹرمیڈیٹ (vii) بی اے (viii) ایم اے (ix) ایل ایل بی کی تعلیم کے امتحانات کے انعقاد قواعد میں مہیا کیے گئے ہیں۔ ایک قیدی یونیورسٹی، بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن اور بورڈ آف ٹیکنکل ایجوکیشن کے سے منعقدہ امتحانات میں حصہ لینے کا حقدار ہے۔

قرآن مجید کے معنی سمجھنا، سیکھنا اور اسلام کے ارکان کو سیکھنے کیلئے تعلیمی مدد کا حصول ہر قیدی کا حق ہے۔ ایک قیدی کے پڑھنے کے لیے لائبریری اور نجی ذرائع سے مطالعہ کے لیے بندوبست کرنا، اصلاحی اداروں کا قیام، بورسٹل ادارے، انڈسٹریل ٹریننگ ادارے و جسمانی ورزش، جمناسٹک اور کھیلوں کا بندوبست کرنا۔

دریں سلسلہ فنڈ کی عدم دستیابی معقول عذر نہیں ہے جبکہ ان مذکورہ تجاویز پر عمل درآمد سے قیدیوں کی بحالی یقینی ہوگی۔

بحالی قید کے دوران بحالی اور بعض اوقات مجرم کی رہائی کے بعد پروگراموں کے ذریعہ ممکن بنائی جا سکتی ہے۔ یہ پروبیشن افسران اور دوسری ایجنسیوں کے تعاون یا جلد رہائی یا کمیونٹی میں منتقلی کے ذریعہ ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ جیلوں میں بھیڑ کے مسلہ کے حل کیلئے قیدیوں کی بحالی کے لیے تعلیمی، فنی اور مفید پروگراموں کا انعقاد ضروری ہے۔

1۔ کیا ان پروگراموں کے ذریعہ دوبارہ جرم کے ارتکاب کا تدارک منوثر ہے، اگر نہیں تو کیا اقدامات اٹھائے گئے؟

2۔ آیا قیدیوں کے مختلف گروپوں کو مختصر مدتی قیدی، خواتین قیدی، نوعمر قیدی اور دماغی بیماریوں میں مبتلا قیدیوں کی بحالی کے لیے مناسب سہولیات مہیا کی گئیں ہیں۔

رہائی کے بعد بحالی:

بحالی معاشرہ اکیلے ممکن نہیں۔ سماجی و اقتصادی حالت، کام کرنے کے حالات اور رویے، عملی نکتہ نظر اور دماغی صلاحیت قیدیوں کی بحالی میں متعلقہ عوامل ہیں۔ معاشرہ میں استحکام، اصلاحات اور بحالی کیلئے سماجی ثقافتی اور اخلاقی معیار کا نظام تمام انسانی گروپوں اور معاشرہ، سماجی، ثقافتی اور اخلاقی معیار/اقدار کی خلاف ورزی مجرمانہ رویہ کو جنم دیتی ہے۔ ہمیں ان سماجی، ثقافتی اور اخلاقی معیارات کی مضبوطی کیلئے معاشرہ میں ایسی سرگرمیوں کی ضرورت ہے۔

جناب چیف جسٹس آف پاکستان
افتخار محمد چوہدری
کا
ورکشاپ بعنوان
''قیدیوں کی زبوں حالی : آگاہی کا فقدان''
کی اختتامی تقریب سے خطاب

میرے برادر جج صاحبان، سپریم کورٹ؛
فاضل چیف جسٹس، سپریم کورٹ آزاد جموں وکشمیر؛
فاضل چیف جسٹس صاحبان، صوبائی ہائی کورٹس اور آزاد جموں وکشمیر ہائی کورٹ؛
فاضل چیف جج، سپریم اپیلٹ کورٹ، گلگت بلتستان اور چیف جج، چیف کورٹ، گلگت بلتستان؛
وفاقی شرعی عدالت اور ہائی کورٹس کے فاضل جج صاحبان؛
فاضل اٹارنی جنرل پاکستان اور فاضل صوبائی ایڈووکیٹ جنرلز؛
فاضل وائس چیئر مین پاکستان اور صوبائی بار کونسلز اور عہدیداران؛
فاضل صدر اور سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے عہدیداران؛
ضلعی عدلیہ کے فاضل ممبران؛
فاضل صدور اور عہدیداران، ہائی کورٹ اور ضلعی بار ایسوسی ایشنز؛
سول سوسائٹی اور میڈیا کے قابل احترام اراکین؛
معزز مہمانان گرامی؛

خواتین وحضرات

اسلام علیکم!

میں معزز ساتھیوں، بار کے ممبران، سرکاری حکام، اساتذہ کرام، سول سوسائٹی کے اراکین، قیدیوں کے نمائندگان اور میڈیا کا شکرگزار ہوں کہ وہ اس ورکشاپ کی تھکا دینے والی عملی سرگرمیوں کے باوجود قیدیوں کو درپیش مشکلات پر تجاویز دینے کے لیے دوبارہ یہاں جمع ہوئے ہیں۔ میں نے اس ورکشاپ کو قیدیوں کی مشکلات پر غوروغوص کے لیے نہایت عمدہ اور مفید پایا۔ میں آپ لوگوں کی شرکت اور دلچسپی پر انتہائی مسرور ہوں کہ جس نے اس موقع کو ایک یادگار تقریب بنا دیا۔

خواتین وحضرات!

اس ورکشاپ کے انعقاد کا بنیادی مقصد جیل سے متعلقہ حکام کو موقع فراہم کرنا تھا تاکہ وہ اپنے علم اور تجربہ کی بنیاد پر معاشرہ کے اس ٹھکرائے ہوئے طبقہ کے مسائل پہ لب کشائی کریں۔

مجھے یقین ہے کہ چار موضوعاتی/ گروہی مباحثوں کی سفارشات اورکارآمد تجاویز موجودہ پاکستانی جیلوں کی صورتحال بہتر بنانے میں اہم ثابت ہونگی۔ مجھے اُمید ہے کہ مخلصانہ لگن اور محنت سے ہم کوئی بھی منزل حاصل کر سکتے ہیں۔ میں یہاں اپنے قائد، بانی پاکستان کے الفاظ کو دہرانا چاہوں گا

''ایمان، تنظیم اور مخلصانہ جذبے کے ساتھ کچھ بھی ناممکن نہیں جو ہم حاصل نہیں کر سکتے''

خواتین وحضرات!

آج کی ورکشاپ **''قیدیوں کی زبوں حالی : آگاہی کا فقدان''** چار گروپوں پر مشتمل تھی، جس کا خصوصی مقصد قیدیوں کے حقوق اور اصلاح کے ہر پہلو کا احاطہ کرنا تھا، پس ہر انفرادی گروپ ایک نمایاں حصہ پر مشتمل تھا اور ہر گروپ نے اہم سفارشات مہیا کیں۔

پہلا موضوع **''قیدیوں کے حقوق اور مراعات''** پر مرکوز تھا جس نے دورانِ قید قیدیوں سے منصفانہ اور جائز برتاؤ پر اہم تجاویز پیش کیں اور قیدیوں میں اپنے حقوق کے متعلق آگاہی پیدا کرنے پر زور دیا۔

دوسرے گروپ میں **''جیل کی نگرانی اور ضلعی عدالتوں کے کردار''** کے موضوع پر توجہ دی گئی ہے۔ جیل کی دیکھ بھال میں جیل کا دورہ بھی شامل ہے۔ دیکھ بھال کا سلسلہ صرف قیدیوں سے روا سلوک اور قید کے دوران معیارِ زندگی تک محدود نہیں ہونا چاہیے بلکہ جیلوں کے ماحول پر بھی ہونا چاہیے۔ دیکھ بھال کا طریقہ بُرے برتاؤ کے خطرات کو کم کرتا ہے اور ان تمام انتظامات کو منضبط کرتا ہے جو کہ قیدیوں کے خلاف کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ میں آج صبح بتا چکا ہوں کہ قومی عدالتی پالیسی ساز کمیٹی کے پلیٹ فارم سے کئے گئے فیصلہ کے تحت ضلعی عدلیہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ ماہانہ بنیادوں پر جیل خانہ جات کا معائنہ کریں اور جیل قواعد پر عمل درآمد کو یقینی بنائیں اور مستحق قیدیوں کو موقع پر دادرسی فراہم کریں میں یہ بتاتے ہوئے فخر محسوس کر رہا ہوں کہ ضلعی عدلیہ کا کردار اس حوالہ سے قابل تحسین ہے اور ان کے تعاون سے ماضی کے مقابلہ میں آج جیل خانہ جات میں بہتری آئی ہے۔

جیل خانہ جات ایسی جگہ ہے جہاں معاشرہ کی نظروں سے دور قیدیوں کو قید رکھا جاتا ہے۔ بدسلوکی اور تشدد کے خدشہ کے پیش نظر لوگوں کو آزادی سے محروم کیا جاتا ہے۔ جیلوں کی صورت حال کو بہتر بنا کر قیدیوں کو اضافی سہولت دینی چاہیے۔ پس جیلوں میں اصلاحات موجودہ صدی کی اشد ضرورت ہے۔ اس پس منظر میں تیسرے گروپ کا ایجنڈا **"جیل میں اصلاحات : وقت کی اشد ضرورت"** پر بحث تھا۔ جیلوں میں اصلاحات پوری دنیا کا مشترکہ مسئلہ ہے اور وقت کے ساتھ جیلوں میں جدید سہولیات کی فراہمی کے ساتھ

جیلوں کے انتظامی نظام کی ترقی بھی ضروری ہے۔ اس گروپ کے شرکاء نے اپنے تجربات بیان کیے اور ملکی جیلوں میں اصلاحات کیلئے اقدامات تجویز کیے۔

اسی طرح چوتھے گروپ کے شرکاء نے، **قیدیوں کی بحالی: نظر انداز پہلو**، کے موضوع پر اظہار خیال کیا۔ قیدیوں کی بحالی کے مقصد کے بغیر قید کا نظریہ بے معنی ہے۔ بحالی کا بنیادی تصور جیل میں قید فرد کو ضروری نگہداشت، علاج معالجہ اور تعلیم کے ذریعہ ان کی بحالی میں مدد کے بغیر بے مقصد ہے۔ سزا یافتہ اشخاص کی بحالی دنیا بھر میں ایک اہم مسئلہ ہے۔ اقوام عالم قیدیوں کی بحالی کیلئے کمربستہ ہیں اور اس مقصد کیلئے ترقی یافتہ ممالک میں نئے اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ دنیا بھر میں کمیونٹی کی بنیاد پر سزا یافتہ افراد کی بحالی قابل ذکر کامیابی حاصل کر رہی ہے اور فوجداری نظام انصاف میں جزا بخشی کے نظریہ کا ارتقاء اصلاحی انصاف کے نظام کی طرف ہو رہا ہے۔ ہمارے نظامِ جیل میں بھی قیدیوں کو تعلیم اور فنی مہارت سکھانے کیلئے پروگرام شروع ہو چکے ہیں۔ جس کا مقصد قید سے رہائی پانے والے شخص کو معاشرہ میں کارآمد فرد بنانا ہے۔ لیکن ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ تا حال قیدیوں کی اصلاح کے ضمن میں مزید پہلوؤں پر کام ہونا باقی ہے۔ جن پر خصوصی توجہ اور غور و غوص کی ضرورت ہے۔ بدقسمتی سے قیدیوں کی بحالی کو قانونی، مالی، پیشہ وارانہ اور فنی میدان میں مشکلات کا سامنا ہے اور اس گروپ کے شرکاء نے ان تمام پہلوؤں پر موثر انداز میں اظہار رائے کیا ہے۔

خواتین و حضرات:

ورکشاپ اور گروپ کے شرکاء نے جیل اصلاحات اور قیدیوں کے حقوق کے حوالے سے جو تجاویز دی ہیں، اُن سے صاحب اقتدار کو استفادہ حاصل کرنا چاہیے اور باہمی تعاون سے ان تجاویز کو نافذ کرنا چاہیے۔

پاکستان زندہ باد

سفارشات

گروپ اوّل

قیدیوں کے حقوق ومراعات

گروپ اول کی صدارت جناب جسٹس جواد ایس۔ خواجہ، جج سپریم کورٹ نے کی اور جناب جسٹس قاضی فائز عیسیٰ، چیف جسٹس، بلوچستان ہائیکورٹ اور جناب جسٹس مقبول باقر، چیف جسٹس سندھ ہائیکورٹ نے نائب صدور کی ذمہ داریاں نبھائیں۔ اجلاس میں درج ذیل سفارشات مرتب کی گئیں:۔

1۔ قیدیوں کے حقوق اور مراعات کے متعلق تحریری معلومات اردو، انگریزی اور علاقائی زبانوں میں جیل کے احاطوں میں موجود ہونی چاہئیں اور یہ معلومات ناخواندہ قیدیوں کو باقاعدہ پڑھ کے سنائی جانی چاہئیں۔

2۔ جیلوں کے احاطوں میں آگاہی کے پروگرام مرتب کئے جانے چاہئیں تاکہ قیدیوں کو معلومات دی جاسکیں اور ان میں حقوق کے متعلق شعور اجاگر کیا جاسکے۔

3۔ جیلوں میں احاطوں کی تقسیم کا سختی سے نفاذ ہونا چاہیے اور زنانہ و مردانہ قیدیوں کی سہولیات اور ذرائع نقل وحمل بھی علیحدہ ہونی چاہئیں۔

4۔ جیلوں کے معائنے کے دوران قیدیوں کو موقع دیا جانا چاہیے کہ وہ معائنہ کار ججوں سے علیٰحدگی میں ملاقات کر کے اپنی شکایات جیل انتظامیہ کے خوف اور ردعمل سے مبرا ہو کر بیان کرسکیں۔

5۔ جیل کی حدود میں یوٹیلٹی سٹورز قائم کئے جانے چاہئیں تاکہ قیدیوں کو ضرورت کی اشیاء معیار کے مطابق اور کم قیمت میں جیل کی حدود میں دستیاب ہوں، جس سے مہنگائی اور بدعنوانی کا خاتمہ کیا جاسکے۔

6۔ "سزا کی معطلی" اور "پیرول پر رہائی" کے نظریات کو عام اور وسعت دی جانی چاہیے۔ سزا یافتہ مجرمان کو موقع ضرور دیا جائے کہ وہ ثابت کرسکیں کہ ان میں اصلاح کا رجحان موجود ہے۔

7۔ سزاؤں کا معیار متعین کرنے اور آئین کی دفعہ 25 کے تحت حاصل قیدیوں کے بنیادی حقوق کے تحفظ اور نفاذ کیلئے سزاؤں کا ہدایت نامہ تیار کیا جانا چاہیے اور پاکستان کے فوجداری قوانین میں اس نظام کو متعارف کروانا چاہیے۔

8۔ ایسی قانونی اصلاحات متعارف کروائی جانی چاہئیں جس سے آئین کی دفعہ 10 کی ذیلی دفعہ (8) میں دی گئی ترجیحات جیسا سرسری جرائم مثلاً چوری اور بے جا دخل اندازی وغیرہ میں ملوث مجرمان کے غریب خاندانوں کیلئے معقول وظیفہ کا بندوبست کیا جائے۔ یہ قدم سزا یافتہ مجرم کے خاندان کی مشکلات و مصائب میں کمی کا باعث بھی ہوگا۔

9۔ وکلاء اور جج صاحبان کو فوجداری مقدمات نمٹانے کیلئے بطور مشاہدہ اپنا کچھ وقت جیلوں میں گزارنا

چاہیے تا کہ وہ جیل کی زندگی کا مشاہدہ کرسکیں اور قیدیوں کے مسائل کا ازالہ کرسکیں۔

10۔ جیلوں کے معائنہ کی رپورٹ کیلئے سادہ اور معیاری فارم ترتیب دیئے جائیں اور عدالتِ عالیہ کی سطح کے انتظامی جج کو معائنہ اور رپورٹ کی تیاری کی نگرانی سونپی جائے۔

11۔ گرفتاری اور عدالتی کارروائی کیلئے دورانیہ متعین کیا جانا ضروری ہے اور غیر حراستی نعم البدل کا استعمال بڑھانا چاہیے تا کہ جیلوں کا افرادی بوجھ کم کیا جاسکے۔

12۔ مقدمات کی تاریخوں اور نمٹانے کے نظام کو اس طرح وضع کیا جانا چاہیے کہ مقدمات التواء کا شکار نہ ہوں اور جیلوں کی آبادی بھی کم ہو۔

13۔ اقوامِ متحدہ کے قواعد اور دیگر بین الاقوامی قراردادوں کو پاکستانی قوانین میں مناسب ترامیم کر کے شامل کیا جانا چاہیے۔

14۔ قواعد کے مطابق قیدیوں کے حقوق کے نفاذ کو یقینی بنایا جائے اور موزوں طریقہ کار وضع کر کے نگرانی کا کام بھی لیا جائے۔

15۔ قیدیوں کو ٹیلی فون کی سہولت بھی مہیا کی جائے تا کہ جیل کی حدود میں موبائل فون کے استعمال کو کم کیا جاسکے۔

سفارشات

گروپ دوئم

جیل خانہ جات کی نگرانی اور ضلعی عدلیہ کا کردار

اس گروپ کی سربراہی سپریم کورٹ کے جج مسٹر جسٹس انور ظہیر جمالی نے کی اور جسٹس مشیر عالم، جج، عدالتِ عظمیٰ اور جسٹس دوست محمد خان، چیف جسٹس پشاور ہائی کورٹ شریک چیئر مین رہے۔ گروپ کی سفارشات حسبِ ذیل ہیں:۔

1۔ ضلعی عدلیہ کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے کہ وہ باقاعدگی کے ساتھ جیلوں کا معائنہ حتیٰ کہ چھٹیوں کے دنوں میں بھی کریں تاکہ قیدیوں کے حوصلے بلند رہیں اوران کی شکایات کی دادرسی ہو تاکہ قیدیوں کے بنیادی حقوق کے نفاذ کو یقینی بنانے کا پیغام دیا جا سکے۔

2۔ جیلوں اور قیدیوں کے انتظام وانصرام کے قانونِ اسیران مجریہ 1894 اور جیل کے قواعد مجریہ 1978 (جو کہ جیل مینول نام سے مشہور ہیں) پر سختی سے عمل ہونا چاہیے۔

3۔ جیلوں کی عدالتی نگرانی کو مستقل بنیادوں پر وضع کرنے کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کیلئے جج صاحبان کی ایک ٹیم کو جیلوں کے معائنے پر مامور کیا جانا چاہیے کیونکہ اکثر دیگر مصروفیات یا تبادلہ کی وجہ سے مستقل نگرانی جاری نہیں رکھ سکتے۔ اس مقصد کیلئے سندھ ہائیکورٹ کی تشکیل کردہ جیل کی معائنہ کار کمیٹی ایک شاندار مثال ہے، جس پر تمام ملک میں عمل کیا جانا چاہیے۔

4۔ ضلعی عدلیہ کو باقاعدگی سے معائنہ رپورٹ تیار کرنی چاہیے جن میں تجربات اور تجاویز کو تفصیل سے بیان کیا جانا چاہیے تاکہ انہیں اعلیٰ عدلیہ مقرر کردہ اراکین کے رُوبرو پیش کر سکے۔

5۔ قیدیوں کی سزاؤں کے خاکے سزا کی ابتداء ہی میں تیار کر لئے جانے چاہیں تاکہ پُر مقصد اور مفید کردار سازی کی ترغیبات دی جا سکے۔ اس طرح سے مجرمان کے دوبارہ جرائم کی طرف رغبت کے رجحان کو کم کیا جا سکتا ہے۔

6۔ ضلعی عدلیہ کو چاہیے کہ وہ ضرورت مند قیدیوں کیلئے پروبیشن اور پیرول کے فوائد میں اضافہ کرے تاکہ وہ معاشرہ میں دوبارہ جگہ بنانے کے قابل ہو سکیں۔

7۔ اس وقت جیلوں کے انتظامی امور کے متعلق جج صاحبان اور افسران کی تربیت کیلئے ایک ادارہ موجود ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے اس میدان میں پیشہ ورانہ تربیت کا حد درجہ فقدان ہے۔ لہٰذا اس اَمر کی ضرورت ہے کہ صوبوں میں ایسے تربیتی ادارے قائم کئے جائیں تاکہ قیدیوں کی فلاح و بہبود کو یقینی بنایا جا سکے۔

8۔ ضلعی عدلیہ کو چاہیے کہ وہ ایسے واقعات کا ایک ایک کر کے جائزہ لے جہاں قیدیوں کی سزا کے فیصلوں پر اپیل دائر نہیں کی گئی اور اپیل دائر نہ کرنے کی وجوہات کا جائزہ لے کر مناسب مقدمات میں قانونی معاونت بھی فراہم کرے تا کہ عادی مجرمان کے گروہی فسادات سے بچنے کیلئے رضا کارانہ طور پر جیل جانے کی شرح میں کمی لائی جا سکے۔

9۔ اعلیٰ عدالتوں کے فیصلے جیسے اسلم خاکی کے مقدمہ (PLD 2010 FSC 1) پر عملدرآمد کیا جانا چاہیے تا کہ جیلوں کی نگرانی ضلعی عدالتوں کی زیر نگرانی کروائی جا سکے۔

10۔ جیلوں میں انفارمیشن ٹیکنالوجی کا استعمال اور تربیتی مواقع پیدا کئے جانے چاہئیں تا کہ جیلوں کی نگرانی کیلئے ضلعی عدلیہ کی کارکردگی میں بہتری لائی جا سکے۔

11۔ ضلعی عدلیہ اور جیل سپرنٹنڈنٹس کے مابین باہمی اعتماد بحال کیا جانا ضروری ہے۔ حکومت کے ان اہم عہدیداروں کے مابین باہمی تعاون کو فروغ دیا جانا ضروری ہے تا کہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ قیدیوں کو انکے بنیادی حقوق دیئے جا رہے ہیں۔

12۔ ضلعی عدلیہ کو جیل کی بیرکوں، حوالات، وارڈ، تیار کھانوں اور جیل رجسٹروں کے معائنہ کو یقینی بنانا چاہیے تا کہ حفظانِ صحت کے معیار کو مستقل بنیادوں پر مقرر کیا جا سکے اور جائزہ لیا جائے کہ کوئی قیدی غیر قانونی طور پر محبوس تو نہیں۔

13۔ بینچ اور بار کے باہمی اتفاق رائے سے عدلیہ کو چاہیے کہ وہ وکلاء کو جیلوں کے معائنوں کیلئے نامزد کرے تا کہ وہ ضلعی عدلیہ کے نگران کردار کا حصہ بنیں۔

14۔ ہر جیل میں شکایات کا بکس رکھا جانا چاہیے اور اس بکس تک ضلعی عدلیہ کی پہنچ ضرور ہونی چاہیے۔

15۔ قیدِ تنہائی کی سزا اور سہولتوں پر پابندی کی سزا پر عدالتی منشاء کے بغیر عمل نہیں کیا جانا چاہیے۔

16۔ قیدیوں کے کتابچے کو عوامی و مقامی زبانوں میں تیار کیا جانا چاہیے اور اس کی نقول قیدیوں کے مابین تقسیم کی جانی چاہیے تا کہ ان میں آگاہی پیدا کی جا سکے۔

سفارشات

گروپ سوئم

جیل اِصلاحات: وقت کی اشد ضرورت

اس گروپ کی سربراہی جناب جسٹس میاں ثاقب نثار، جج سپریم کورٹ آف پاکستان نے کی جبکہ شریک چیئرمین/نائب صدر کے فرائض جناب جسٹس عمر عطا بندیال معزز چیف جسٹس عدالت عالیہ، لاہور نے کی۔ اس گروپ کی سفارشات درج ذیل ہیں۔

قانونی سفارشات:

1۔ پاکستان جیل قوانین بہت پرانے ہو چکے ہیں لہٰذا قیدیوں کی دوبارہ بحالی کے پیش نظر ان قوانین کو اقوام متحدہ کے (Standard Minimum Rules) وضع کردہ قواعد کے مطابق بنایا جائے۔

2۔ صوبہ بلوچستان اور گلگت بلتستان میں قیدی خواتین اور بچوں کے لیے جیل نہیں ہے جبکہ صوبائی دارلحکومت کی سطح پر خواتین اور بچوں کیلئے جیل کی تعمیر وقت کی اشد ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ تحویل کے دوران قیدی بچوں کی نگرانی کے لیے پروبیشن افسران کی تعداد میں اضافہ کرنا از حد ضروری ہے۔ مزید برآں ساٹھ سال کی عمر کے قیدیوں کو رہا کر دیا جائے یا ان کیلئے نرم پالیسی تشکیل دی جائے۔

3۔ قید آزادی جیسے بنیادی حق سے محرومی کا نام ہے لیکن اسکا مطلب یہ نہیں کہ قیدی کو آئین کی رُو سے ملنے والے باقی بنیادی حقوق سے بھی محروم رکھا جائے۔ غیر قانونی حراست کے لیے پولیس حکام کو جوابدہ بنا کر کنٹرول کیا جائے۔

4۔ ضلعی عدلیہ کو میکانکی طریقہ اور لاپرواہی سے ریمانڈ جاری کرنے پر جوابدہ بنایا جائے۔ حقدار قیدیوں کی رہائی کے لیے عدلیہ کی طرف سے پروبیشن آرڈیننس 1960 کا زیادہ سے زیادہ استعمال ہونا چاہیے۔ جیل میں قید حوالاتیوں کے مسائل حل کر کے ان کی تعداد کو کم کیا جا سکتا ہے۔

انتظامی سفارشات:

1۔ دہشت گردی کی حالیہ کاروائیوں کے نتیجے میں گرفتار دہشت گردوں کی بڑی تعداد کے پیش نظر جیل کے حفاظتی نظام کو مزید بڑھایا جائے۔

2۔ جیل خانہ کے عملہ کی بدعنوانی کو روکنے کے لیے قیدیوں کے اندراج کے لیے کمپیوٹرائزڈ کارڈ ہونے چاہئیں۔ جیل حکام کے تقرر اور تبادلے کے معاملات میں سیاسی مداخلت نہیں ہونی چاہیے۔

بحالی سے متعلق سفارشات:

1۔ تمام قیدیوں کی تربیت کے لیے پیشہ ورانہ اور فنی تربیت کے ادارہ کا اہتمام کیا جائے تاکہ رہائی کے بعد ان کی ملازمت اور معاشرہ میں بحالی کا انتظام ہو سکے اور اس مقصد کیلئے پبلک سیکٹر کے اداروں میں

کو مختص کیا جانا ضروری ہے۔

2۔ جیلوں میں ایچ آئی وی (ایڈز) اور ہیپاٹائٹس بی اور سی کی روک تھام اور قیدیوں کے تحفظ کے اقدامات کے لیے جامع پروگرام وضع کئے جائیں اور ایچ آئی وی (ایڈز) جیسی موزی بیماری کے شکار قیدیوں کے لیے ایچ آئی وی (ایڈز) نگہداشتی پروگرام تک رسائی ممکن بنائی جائے۔

3۔ تمام قیدیوں کی جسمانی اور ذہنی بیماریوں کے علاج کے لیے ہر جیل میں ڈاکٹر اور ماہر نفسیات کی تعیناتی ضروری ہے۔ جیلوں میں منشیات کے استعمال کی روک تھام کے لیے جیل حکام کو ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے اس کے استعمال کو بالکل ختم کیا جائے۔

سفارشات

گروپ چہارم

قیدیوں کی بحالی: ایک نظر انداز پہلو

اس گروپ کی سربراہی جناب جسٹس ناصر الملک ، جج سپریم کورٹ آف پاکستان نے کی جبکہ شریک چیئر مین / نائب صدر کے فرائض جناب جسٹس محمد اعظم خان ،معزز چیف جسٹس عدالت عظمیٰ ، آزاد جموں وکشمیر نے کی ۔اس گروپ کی سفارشات درج ذیل ہیں ۔

گروپ چار میں چار مقالے پڑھے گئے جو کہ **قیدیوں کے اصلاح واحوال،ایک نظرانداز شدہ پہلو** کے موضوع کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہیں ۔مقررین کے علاوہ پانچ سابق قیدیوں نے بھی حاضرین سے اپنے تجربات کا تبادلہ کیا ۔ مقالات پڑھنے کے بعد حاصل گفتگو کی گئی اور موضوع خیالات اور تجربات کا تبادلہ کیا گیا ۔شرکاء کی طرف سے کئی تجاویز اور سفارشات رکھی گئیں ۔ آخر میں درج ذیل سفارشات ہاؤس کی منظوری کیلئے بھیجی گئیں ۔اب یہ حاضرین کے سامنے پیش کی جارہی ہیں ۔

1 ۔ موضوع کے حوالہ سے گروپ 4 کی پہلی سفارش کا مجموعی تعلق ورکشاپ سے ہے ۔ یہ بات شدت سے محسوس کی گئی کہ خواتین قیدیوں کے مسائل اور ضروریات مرد قیدیوں جیسی نہیں ہیں اور اسی وجہ سے ایک الگ کانفرنس کی ضرورت ہے ۔اس حوالہ سے سفارش کی جاتی ہے کہ خصوصی طور پر خواتین قیدیوں کے مسائل کے اعادہ کیلئے ایک دن کی ورکشاپ کا انعقاد ہوتا کہ مختلف موضوعات پر مکمل غور کر سکیں ۔

2 ۔ یہ تسلیم کرنے کے بعد کہ بامقصد اصلاح احوال کیلئے ضروری ہے کہ قیدیوں کو مناسب جسمانی اور نفسیاتی ماحول فراہم کیا جائے ، یہ سفارش کی جاتی ہے کہ اس امر پر فوری توجہ دینی چاہیے کہ قیدیوں کو تمام غیر قانونی مصروفیات سے دور رکھا جائے جن میں برائیاں جیسا کہ منشیات کا فوری دستیاب ہونا بھی شامل ہے ۔اس مقصد کیلئے ضروری ہے کہ جیل میں جسمانی اور رہائشی سہولیات کیلئے جامع اور مناسب نظام وضع کیا جائے تا کہ قیدیوں کو رہائش ، کھانا ، لباس اور طبی ، تفریحی اور مناسب نفسیاتی دیکھ بھال کی سہولیات مہیا کی جاسکیں ۔

3 ۔ اصلاح احوال کے کام کیلئے مناسب قانونی نگرانی کے تحت دیگر ہنر اور مختلف پیشہ ورانہ تربیت کی فراہمی ضروری ہے ۔قیدیوں کیلئے بہت ضروری ہے کہ جب وہ قید سے آزاد ہوں تو خود کو معاشرہ میں نارمل زندگی گذارنے کے قابل بنا سکیں ۔ایسی تربیت اور تعلیمی سہولیات اور بہ متعدد ٹرسٹ اور NGOs کی طرف سے مہیا کی جارہی ہے لیکن یہ خدمات بڑے پیمانے پر ایڈ ہاک یا عارضی بنیادوں اور غیر روایتی اور غیر مربوط طریقہ سے مہیا کی جارہی ہیں ۔اس لئے یہ سفارش کی جارہی ہے کہ موجودہ قانون کے تحت ایسی کوششوں کو تسلیم کیا جائے اور ایک روایتی صورت دی جائے ۔

4۔ چند مروّجہ قوانین جو کہ دورہ کرنے والی کمیٹیوں کے متعلق ہیں، انہیں قانون کے تحت چند اختیارات دیئے جائیں جبکہ ان کمیٹیوں کی تشکیل قواعد کے تابع کردی گئی ہے۔ چند سرکاری تنظیموں کے نمائندگان اور دیگر دلچسپی رکھنے والوں کو ان کمیٹیوں میں شامل کیا جائے تاکہ ان کی براہ راست شمولیت اور ان کی طرف سے شرکت ممکن ہوسکے اور ان کے عملی اقدامات کی بناء پر فعالیت، ادائیگی اور انتظام وانصرام اور جیل کے نظام میں موجود مختلف اصلاحی منصوبوں کی بہتر نگرانی کی جاسکے۔

5۔ اگرچہ قانون سازی میں مہارت، جیل اور قیدی کے متعلق معاملات غیر مروجہ اختیار ہے اور اس لئے اسے روایات کے مطابق صوبائی موضوع سمجھا جاتا ہے۔ جیسے کہ اس وقت ضرورت یہ ہے کہ تمام ڈھانچہ کو مکمل طور پر نئے سرے سے استوار کیا جائے۔ تجویز ہے کہ یہ کام وفاق کرے جو کہ مثالی ہو اور وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں قانون سازی کر کے منصوبہ کی بنیاد ڈالے۔ صوبے بھی اس قانون سازی سے مستفید ہوں، صرف اس وجہ سے نہیں کہ یہ ایک مثالی قانون ہے بلکہ اس کے نفاذ اور منوثر ہونے کی وجہ سے اس کا نفاذ قیدیوں پر کیا جائے گا۔ دیگر لفظوں میں دارالخلافہ اسلام آباد پورے ملک کے فائدہ کیلئے تجرباتی تجربہ گاہ کی حیثیت سے کرے گا۔

6۔ یہ بھی سفارش کی جاتی ہے کہ موجودہ قانون سازی کو بالخصوص پیرول اور پروبیشن سے متعلق قانون سازی کو لچکدار اور متحرک انداز میں ضابطۂ سازی کی حتمی صلاحیتوں سے نافذ کرنے کی ضرورت ہے اور NGOs سے تعمیری اور جامع معاونت اور رہنمائی حاصل کی جانی چاہئے تاکہ قیدیوں کی بحالی کا کام جیل کے باہر کی فضاء میں جاری وساری رکھا جاسکے۔

7۔ اصلاح واحوال کیلئے قیدیوں کی مختلف درجہ بندی اور اقسام کی ترتیب دینے کی ضرورت ہے۔ تاکہ ان کی ضروریات کے مطابق سلوک کیا جاسکے۔ یہ سفارش بھی کی جاتی ہے کہ ایسی درجہ بندی کے طریقہ کو تسلیم اور لاگو کیا جائے۔ اس درجہ بندی کا تعلق جنس، عمر، جرم کی طوالت اور جرم کی سنگینی وغیرہ میں سے کسی بھی پہلو سے متعلق ہوسکتا ہے۔ ایسا طریقہ جس کے مطابق تمام قیدیوں کو ایک ہی نظر سے دیکھا جائے، اصلاح واحوال کی کوششوں سے متصادم ہوسکتا ہے جبکہ اصلاح واحوال کی کامیابی کے زیادہ سے زیادہ امکانات ہوں۔

8۔ یہ سفارش ہے کہ ایک طرف NGOs اور ٹرسٹ جو کہ اس شعبے میں کام کررہے ہیں اور دوسری طرف ایسے کام کرنے والے ریاستی ادارے مثلاً جیل حکام، پروبیشن ڈائریکٹوریٹ وغیرہ کے مابین رابطے کو

منوثر اور یقینی بنایا جائے اور انکی مناسب تربیت اور اصلاح کیلئے ایسے پروگرام فوری طور پر شروع کیے جائیں جو ان کے کام کی تکمیل کیلئے ضروری ہوں۔

تاہم اجلاس میں خصوصی طور پر قیدیوں کے مابین روابط اور خاندان کے میل جول کیلئے تشویش کا اظہار کیا گیا جبکہ یہ میل جول ان کی دماغی صحت اور بہتری کیلئے ضروری ہے۔ لہٰذا سفارش کی گئی کہ اس پہلو کی طرف بھی توجہ دی جائے تاکہ اس ضمن میں مناسب سہولیات مہیا کی جائیں جیسا کہ فون بوتھ وغیرہ۔

ختم شد